

کتابخانه

رہنمائے ٹیکسلہ

دہلی

اردو ترجمہ "گائڈ ٹو ٹیکسلہ" طبع تاجپہ

مصلحہ

اب "ملک الغائب سرچار" صاحب ہمارے

(تالیف) "سی۔ آئی۔ سی" ڈائریکٹر جنرل

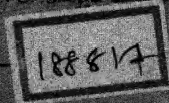
محکمہ آثار قدیمہ ہند

مترجمہ

مولوی محمد حمید صاحب قریشی

بی۔ اے۔

اس کتاب میں لکھوائے محکمہ آثار قدیمہ



دلکھ

سرپرست گورنمنٹ ہوائی اڈا

بھارت ۱۹۶۳ء

1472

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188817

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No.

۱۳۵۹

Accession No.

221475

Author

نیل کان

Title

دستور العمل و ضوابط

This book should be returned on or before the date last marked below.

رهنمائے ٹیکسلہ

یعنی

اردو ترجمہ ”گائڈ ٹو ٹیکسلہ“ طبع ثانیہ

مصنفہ

جناب معلی القاب سر جان مارشل صاحب بہادر

(نائب) - سی - آئی - ای، ڈائریکٹر جنرل

محکمہ آثار قدیمہ ہند

مترجمہ

مولوی محمد حمید صاحب قریشی

ی - ا -

اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ محکمہ آثار قدیمہ

کلکتہ

سپرٹنڈنٹ گورنمنٹ پرنٹنگ انڈیا

سنہ ۱۹۲۳ء

جل کرانت انصاری
پیشہ نویس - چورنگ - سید ریاض الدین



HEAD OF DIONYSUS FROM SIRKAP.

Photo-engraved & printed at the Offices of the Survey of India, Calcutta, 1921.

فہرست مضامین

باب ۱ — جغرافیائی حالات ۱۱ تا ۲۱

ٹیکسلہ کی جائے وقوع - ۱۱ ، رادی ٹیکسلہ قدیم

زمانے میں - ۱۲ ، دھڑ کا میدان مرتفع - ۱۴ ،

سرکب - ۱۵ ، بابرخانہ یا کچا کوٹ - ۱۸ ،

سرسنگھ - ۱۹ ، دیگر آثار - ۲۰

باب ۲ — تاریخی حالات ۲۲ تا ۴۸

سلطنت ایران - ۲۳ ، سکندر اعظم - ۲۴ ، سلیوکس

نکیتھر (سلجوق فاتح) - ۲۶ ، سلطنت موریہ - ۲۷ ،

باختری یونانی - ۲۸ ، تورانی و پارتهیائی - ۳۰ ،

ایا لونیس والیڈے ٹیانہ - ۳۴ ، شاہ ہرمائیس اور

اہل کشان - ۳۶ ، ہزون کا حملہ اور ٹیکسلہ کی

برہادی - ۳۹ ، ہوان چوانگ - ۴۰ ، تحقیق آثار

ٹیکسلہ ہزمانہ حال - ۴۰ ، مشہور تواریخی واقعات - ۴۳

باب ۳ — صنعت ۴۹ تا ۷۳

اخمینی - ۵۰ ، موریہ - ۵۱ ، یونانی تورانی اور

پارتهیائی - ۵۴ ، قذہاری - ۶۴ ، یونانی صنعت کا اثر - ۷۰

باب ۴ — دھرمارا جیکا ستوپہ ۷۴ تا ۱۱۳

ستوپہ کلان - ۷۷ ، ستوپہ کلان کے گرد چھوٹے مدور

ستوپوں اور مندروں کا حلقہ - ۸۱ ، طرز تعمیر

کے نمونے - ۸۶ ،

فہرست مضامین

چھوٹی چھوٹی قدیم اشیاء جو منادر سے | ملی
 دیں - ۸۸ ، ستوپہ (J¹) - ۹۰ ، ستوپہ (J²) - ۹۲
 ستوپہ (N⁹⁻¹³) - ۹۳ ، منادر (N¹⁷⁻¹⁸) - ۹۴ ،
 ستوپہ (N⁷) - ۹۵ ، عمارت (P¹⁻²) - ۹۶ ، تالاب ۹۷
 ستوپہ (P⁰, K³) - ۹۸ ، ستوپہ (K¹) - ۹۸
 منظر گرد و فواح ۹۹ ، عمارت (H¹) - ۱۰۱
 دوگڑھ (M⁴) - ۱۰۲ ، منادر (G¹) - ۱۰۳ ، کتبہ
 سنہ ۱۳۶ صفحہ ۱۰۴ ، مندر (R¹) - ۱۰۶ ،
 عمارت (L) - ۱۰۸ ، محرابی مندر (I³) - ۱۱۱ ،
 منادر (F, E) - ۱۱۲

باب ۵ — ستوپہ کمال ۱۱۴ تا ۱۲۴
 ستوپے کی تعیین ۱۱۴ ، کیفیت - ۱۱۹ ، خانقاہ ۱۲۳

باب ۶ — سرکپ ۱۲۵ تا ۱۶۳
 شہر پناہ - ۱۲۵ ، شاہی محل ۱۲۷ ، مکانات کے
 نقشے - ۱۳۴ ، مندر واقعہ سلسلہ (G) - ۱۳۸ ، مندر
 عقاب نوراسین واقعہ سلسلہ (I) - ۱۴۰ ، آرامی
 کتبہ - ۱۴۳ ، چھوٹی چھوٹی قدیم اشیاء برآمدہ
 از سرکپ - ۱۴۵ ، زیورات از سلسلہ (E) - ۱۴۶ ،
 اشیاء از کمرہ (C¹⁸) - ۱۴۶ ، زیورات جو وسطی
 صحن کے شمال سے ملے - ۱۵۳ ، محرابی
 مندر (D) - ۱۵۶ ، ستوپہ صحن (A) - ۱۶۰ ،
 دروازہ شہر - ۱۶۲

باب ۷ — جندیاں ۱۶۴ تا ۱۷۸

مندرجہ ذیل سترہ اور خانقاہ واقعہ ٹیلہ

(B) - ۱۷۵ ، سترہ (A) - ۱۷۸

باب ۸ — سرسکھ - لال چک - اور بادل پور ۱۷۹ تا ۱۹۲

سرسکھ کی جائے وقوع - ۱۷۹ ، سرسکھ کے

استحکامات - ۱۸۰ ، توکیاں - ۱۸۳ ، لال چک - ۱۸۷ ،

سترہ و خانقاہ - ۱۸۷ ، سترہ نمبر ۱ - ۱۸۹

سترہ نمبر ۲ - ۱۹۱ ، بادل پور - ۱۹۱

باب ۹ — موہڑہ مرادو - جونیاں وغیرہ ۱۹۳ تا ۲۲۹

موہڑہ مرادو کی جائے وقوع - ۱۹۳ ، سترہ

نمبر ۱ - ۱۹۵ ، سترہ نمبر ۲ - ۱۹۸ ، خانقاہ - ۱۹۸ ،

جولیاں - ۲۰۶ ، سترہوں کے صحن - ۲۱۰ ، خانقاہ - ۲۱۴ ،

بھڑ سترہ - ۲۲۳ ، بھڑ کا میدان - ۲۲۶

ضمیمہ —

صنعتی و عمارتی اصطلاحات وغیرہ ۲۳۰ تا ۲۳۲

فہرست تصاویر

| نمبر پلٹ | مقابل صفحہ |
|---|------------------------------|
| ۱ — ۵ ایونیسیس کاسر - از سرکپ . . . | سرورق |
| ۲ — مسکوکات | ۵۱ |
| ۳ — مسکوکات | ۵۹ |
| ۴ — دھرمارا جیکا مٹوہ - سطحی نقشہ . . . | ۷۷ |
| ۵ — ” ” - طرز تعمیر کے نمونے . . . | ۸۷ |
| ۶ — ” ” - پختہ مٹی اور چونے کے سر . . . | ۹۵ |
| ۷ — ” ” - چاندی کے پترے پر کتبہ اور | |
| ۱۰۵ | اوسکی دستی نقل . |
| ۸ — ” ” - قندھاری تصاویر (a) بدھ کی | |
| | خدمت میں نذرانہ پیش |
| | کیا جانا (b) بدھ کا پہلا |
| ۱۰۹ | وعظ . . . |
| ۱۱۳ | منظر شمالی . . . |
| ۱۱۹ | منظر شمالی مغربی . . . |
| ۱۲۹ | محفل کا سطحی نقشہ . . . |
| ۱۴۱ | مندر عقاب ذو راسین . . . |
| ۱۴۳ | (a) آرامی کتبہ (b) ستوپہ |
| ۱۴۴ | نماظر تبرکات . . . |
| ۱۴۵ | سلسلہ مکانات (E) اور (F) اور |
| ۱۴۶ | محرابی مندر (D) کا نقشہ |

| نمبر پلیٹ | صفحہ |
|-----------|---|
| ۱۵ — | سُرکپ ہارپوکرے ٹیز کی برنجی صورت ۱۴۷ |
| ۱۶ — | زیورات از سلسلہ (E) و دیگر اشیاء ۱۴۹ |
| ۱۷ — | زیورات (a) زیورات (b) ۱۵۱ |
| ۱۸ — | مندرجہ ذیل - سطحی نقشہ ۱۶۵ |
| ۱۹ — | منظر عمومی . . . ۱۶۹ |
| ۲۰ — | لالچک - خانقاہ کا منظر . . . ۱۸۷ |
| ۲۱ — | مروارہ مراد - خانقاہ کا منظر . . . ۱۹۵ |
| ۲۲ — | - ستونہ نمبر ۱ کی آرائشی تصاویر ۱۹۷ |
| ۲۳ — | - خانقاہ کے ایک حجرے میں . . . |
| ۲۴ — | مکمل ستونہ . . . ۲۰۳ |
| ۲۵ — | - خانقاہ میں ایک قندھاری . . . |
| ۲۵ — | تصویر . . . ۲۰۵ |
| ۲۵ — | جولیان - سترے اور خانقاہ کا سطحی نقشہ . . . ۲۰۹ |
| ۲۶ — | - صحن ستونہ کا منظر عمومی ۲۱۱ |
| ۲۷ — | ایک طاق میں مجموعہ تصاویر ۲۱۵ |
| ۲۸ — | » » » (بدیسی کی تصویر) ۲۱۹ |
| ۲۹ — | بہار ستونہ . . . ۲۲۳ |
| ۳۰ — | ٹیکسلہ کا پیمائشی نقشہ . . . ۲۳۲ |

انٹرنوڈکشن

سرجان مارشل بہادر بالقابہ ڈائریکٹر جنرل محکمہ آرکیالاجیکل سروے آف انڈیا نے قدیم شہر ٹیکسلاہ کی کھدائی سنہ ۱۳ - ۱۹۱۲ء میں شروع کی تھی اور چار پانچ سال کے عرصے میں جو عمارات وغیرہ دریافت ہوئیں ان کے مجمل حالات سنہ ۱۹۱۷ء میں ایک رهنما کی صورت میں شائع کئے جس کا نام ”اے گائیڈ ٹو ٹیکسلہ“ رکھا۔ میرے مکرم دوست بابو غلام قادر صاحب نے، جو آجکل صاحب ڈائریکٹر جنرل بہادر کے نائب حفريات ہیں، اوسي وقت مجھے اس رهنما کا اردو ترجمہ کرنے کا مشورہ دیا تھا کہ جو برادران وطن ٹیکسلہ دیکھنے آئے ہیں اور سرجان مارشل کی انگریزی تالیف سے بوجہ ناواقفیت زبان متمتع نہیں ہوسکتے وہ بھی ہندوستان کے قدیم تمدن و تہذیب کے اس مشہور مرکز کی تاریخ اور ان آثار و عتائق کے دلچسپ حالات و کوائف سے کماحقہ واقفیت حاصل کرسکیں۔ صلاح تو نیک تھی مگر افسوس حالات نے اتنی فرصت نہ دی کہ میں اس کلم کو جلد شروع کرسکتا۔ اسي لیس و لعل میں چار سال گذر گئے حتیٰ کہ سنہ ۱۹۲۱ء میں مارشل صاحب نے اپنی ٹیکسلہ گائیڈ کا دوسرا ایڈیشن

شائع کر دیا - اب تو مسٹر غلام قادر صاحب کے علاوہ دیگر احباب نے بھی بے حد اصرار کیا - حسن اتفاق سے مجھے بھی کسی قدر فرصت نصیب ہوئی اور آخر کار آغاز سنہ ۱۹۲۲ع میں یہ ترجمہ بخیر و خوبی اختتام کو پہنچ گیا - فالحمد لله علی ذالک *

سر جان مارشل انگریزی کے مانے ہوئے اہل قلم ہیں اور غیر زبان کے اعلیٰ پایے کے مصنفین کی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کرنا آسان کام نہیں ہی - تاہم میں نے مقدور بہر کوشش کی ہی کہ مصنف کے مطالب کو صحت کے ساتھ عام فہم زبان میں ادا کر دیا جائے اور جو کامیابی مجھے اس کوشش میں ہوئی ہی اوس کا اندازہ ناظرین کرام خود فرما سکتے ہیں *

اس موقع پر میں اپنے قدیم مشفق میر سید حفیظ الدین صاحب عزیز کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنہوں نے اثنائے ترجمہ میں بہت سے مشکل الفاظ و اصطلاحات کے مناسب اردو الفاظ بتانے کے علاوہ نہایت مفید اور قابل قدر مشورہ بھی دیا - لیکن سب سے زیادہ شکریے کے مستحق خود سر جان مارشل بہادر ہیں جنہوں نے ترجمے کے خیال کو پسند کیا اور کتاب کو مع تمام نقوش اور تصویروں کے سرکاری مصارف پر چھپوا دیا *

فقط *

خانکسار { بانکی پور - پٹنہ
۳۰ جنوری سنہ ۱۹۲۲ع { محمد حمید قریشی

رہنمائے ٹیکسلہ

باب ۱

جغرافیائی حالات

ٹیکسلہ کے کھنڈرات شہر راولپنڈی سے قریباً بیس میل
جانب شمال مغرب نارتھ ریسٹرن ریلوے کے سٹیشن
ٹیکسلہ جنکشن '۱' کے مشرق اور شمال مشرق میں ایک

(۱) سٹیشن پر مسافروں کی آسائش کے لئے عمدہ ریٹنگ روم
(Waiting Rooms) اور ریفریشمنٹ روم (Refreshment Rooms)
ہیں۔ علاوہ ازیں قریباً ایک میل کے فاصلے پر محکمہ ہارک ماسٹری
(P. W. D.) کا ایک ہنگامہ بھی ہے جس میں ٹھہرنے کی
بعض اوقات ایکٹو انجینیر صاحب راولپنڈی سے اجازت مل سکتی
ہے۔ سٹیشن سے نصف میل سے کچھ کم فاصلے پر محکمہ آثار قدیمہ کا
دفتر ہے۔ یہاں سے کھدائی کے متعلق ضروری معلومات حاصل
ہو سکتی ہیں۔ ٹیکسلہ میں مقامی عجائب خانے کی تعمیر
کا خیال فی الحال ملکوئی کر دیا گیا ہے۔ مگر دورانِ حفريات میں
جو اچھی اچھی قدیم اشیاء برآمد ہوئی ہیں وہ ہنگامے کے قریب
ایک گودام میں محفوظ ہیں۔ اور جن ایام میں کھدائی کا کام
ہو رہا ہو ڈائریکٹر جنرل صاحب محکمہ آثار قدیمہ کی اجازت سے
دیکھی جاسکتی ہیں۔ کھدائی کا کام صرف خزان اور بہار کے
موسموں میں ہوتا ہے۔

نہایت خوشگوار راندی کے اندر واقع ہیں۔ دریائے ہرر اور ارسکے درمیان لندنی اور تمرہ اس راندی کو سیراب کرتے ہیں اور شمال و مشرق میں ہزارہ کا برفانی پہاڑ اور کوہ مری، اور جنوب و مغرب میں مارگلہ کی مشہور پہاڑی اور چند دیگر پہاڑیاں جو کسی قدر پست ہیں، اس کے گرد مضبوط قدرتی حصار بناتی ہیں۔ ایام قدیم میں ٹیکسلہ کو اپنے اس قدرتی حصار کی مضبوطی، زمینوں کی زرخیزی، عمدہ پانی کی افراط، اور ارس تجارتی شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے جو ہندوستان کو وسطی و مغربی ایشیا سے ملاتی تھی بہت بڑی اہمیت اور شہرت حاصل تھی۔ یونانی مورخین میں سے آیرین (Arrian) نے لکھا ہے کہ سکندر اعظم کے حملے کے وقت دریائے جہلم اور اٹک کے درمیان جتنے شہر واقع تھے ان میں ٹیکسلہ سب سے بڑا اور آباد شہر تھا۔ سٹرابو (Strabo) لکھتا ہے کہ ٹیکسلہ کے گرد و نواح کا علاقہ خوب آباد اور زرخیز ہی کیونکہ یہاں پہاڑوں کا سلسلہ ختم ہو کر میدان شروع ہو جاتے ہیں۔ پلوٹارک (Plutarch) نے بھی یہاں کی زرخیزی

(۱) یونانی مورخ پلینی (Pliny) کہتا ہے کہ اس علاقے کا نام ”امند“ تھا۔

کا ذکر کیا ہی - اور یونانی مصنفین کے علاوہ ملک چین کا مشہور سیاح ہوان چوانگ (Yuan Chwang) بھی جو ساتویں صدی عیسوی میں ہندوستان آیا ٹیکسلہ کی زمینوں کی زرخیزی ، فصلوں کی عمدگی ، اور پانی اور سبزی کے افراط کی تعریف کرتا ہی *

پلیٹ ۳۰ (Plate XXX) پر ٹیکسلہ کا جغرافیائی نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ مشرقی سنسلہ کوہ کی ایک چٹیل اور دھلوان (چرنے کے پتھر کی) پہاڑی جسکا مغربی سرا ہتھیال کے نام سے مشہور ہی ، راندی کے گوشہ مشرق و شمال مشرق سے مغرب جنوب مغرب کو جاتی اور راندی مذکور کے شرقی حصے کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرتی ہی - انمیں سے شمالی نصف کو متعدد نہریں ، جو دریاے ہر کے بالائی حصے سے کاٹ کر لائی گئی ہیں ، سیراب کرتی ہیں اور اس لئے یہ حصہ آجکل پیداوار کے لحاظ سے جنوبی حصے کی نسبت بہت زیادہ زرخیز ہی - جنوبی نصف میں جا بجا گہرے گہرے کھد اور خشک پتھریلی ٹبکریاں ہیں جن میں سے اکثر کی مسطح چوٹیوں پر قدیم ستویں اور خانقاہوں کے کھنڈر پائے جاتے ہیں - کوہ ہتھیال کے مغربی دامن کے ساتھ ساتھ تھرا

یا تبرا نالہ بہتا ہی جو بظاہر رہی نالہ معلوم ہوتا ہی جس کو یونانی مصنفین نے ٹالبروناہو، ٹالبروہوام، اور ٹالبروہوٹمس لکھا ہی۔ رادی کے شمالی نصف میں دریائے ہور کا دوسرا معارف نالہ لنڈی ہی جس کا پانی اگرچہ آجکل تمرا کی مانند بہت نیچے بہتا ہی لیکن ایام قدیم میں یقیناً سطح زمین کے قریب تر ہوگا۔

اس خوشگوار رادی میں ہمیں تین قدیم شہروں کے کھنڈرات ملتے ہیں جنکا باہمی فاصلہ قریباً سارے تین میل ہوگا۔ جنوبی جانب کا شہر بہتر کے نام سے موسوم، اور تمرا نالہ اور سرائے کالا حویلیان ریلوے کی لائن کے درمیان ایک میدان مرتفع پر واقع ہی جو نالے سے ۶۰ - ۷۰ فٹ کے قریب بلند، شمالاً جنوباً ۱۲۱۰ گز طویل اور شرقاً غرباً ۷۳۰ گز عریض ہی۔ اس کی جنوبی اور مغربی حدود تو سیدھی اور خاصی باقرینہ ہیں لیکن شمالی اور مشرقی اضلاع منحنی اور تمرا نالے کی کھاڑیوں اور اوسکے بلند کناروں کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور بعض کھاڑیوں میں، جنکی مٹی پانی کی قطع ربرید سے بہ گئی ہی دیواروں کا معلوم کرنا ناممکن ہوگیا ہی۔ مقامی روایت

۷۷۱ء مطابق بہتر ٹیکسلہ کا سب سے قدیم شہر ہی اور جس قدر پرانی چیزیں اٹنائے حفریات میں اس میدان سے برآمد ہوئی ہیں وہ سب اس روایت کی تائید و تصدیق کرتی ہیں - جنرل کنگڈم کی رائے ہی کہ ساتویں صدی عیسوی میں یہ شہر آباد تھا - مگر اوسکی یہ رائے اس خیال پر مبنی تھی - کہ غالباً ”بابر خانہ“ کا ستوپہ ’ وہی ”ہدیہ سر“ والا ستوپہ ہی جس کا ذکر ہوان چوانگ نے اپنے سفرنامے میں کیا ہے - لیکن حفریات حاضرہ کے اٹنا میں جو قدیم آثار برآمد ہوئے ہیں اور اسے جنرل مورف کے اس خیال کی تائید نہیں ہوتی بلکہ الٹا یہ ثابت ہوتا ہے کہ شہر مذکور یونانیوں کی آمد سے کئی سو برس پہلے آباد ہوا تھا - اور یونانیوں نے دوسری صدی قبل مسیح کے آغاز ہی میں اس شہر کو دارالسلطنت بنا لیا تھا جو آجکل سرکپ کے نام سے مشہور ہے -

یہ درسرا شہر، یعنی سرکپ، ہتھیال کی مغربی شاخوں پر اور ایک صحیح الحدود میدان مرتفع پر واقع ہے جو ہتھیال کی شمالی جانب ہے - فصیل شہر قریباً ساری کی ساری اب تک موجود ہے - مغربی

ضلع کی دیوار اکثر مقامات پر باہر کو نکلی ہوئی یا اندر کو دبی ہوئی ہے۔ لیکن شمالی اور مشرقی دیواریں بالکل سیدھی ہیں۔ شرقی ضلع کی فصیل میدان کے جنوب مشرقی گوشہ سے سیدھی ہتھیل کی ایک شاخ کے دھلوان پہلو پر ہوتی ہوئی ایک چھوٹی سی راہی میں سے گذرتی ہے اور ایک اور پہاڑی اور نشیب کو عبور کر کے ہتھیل کی تیسری شاخ پر چڑھ جاتی ہے جو راہی ٹیکسلہ کے جنوبی حصے میں سب سے اونچی پہاڑی ہے۔ یہاں سے یہ دیوار مغرب کو مڑتی، اور پہاڑی کے پہلو پر سے گذرتی ہوئی اُس کے مغربی کونے میں اترتی ہے۔ اس کے بعد دفعۃً شمال اور پھر مغرب کو مڑ کر، اور تھمرا نالے کے قریب ایک بلند ٹیلے کو احاطے میں لے کر، شمال کو مڑتی ہے اور آخر کار فصیل کی مغربی دیوار کے ساتھ آملتی ہے۔ اس طرح ہتھیل کی تین چٹیل اور دھلوان شاخیں، ایک مسطح الراس پہاڑی، جو مذکورہ بالا ٹیلے سے بتدریج بلند ہوتی ہے، اور یہ تمام میدان جو ان پہاڑیوں کے شمال میں واقع ہے سرکپ کی فصیل کے احاطے میں آگئے ہیں۔ فصیل کا محیط قریباً چھ ہزار گز اور مرتالی ۱۵ سے ۲۱½ فٹ تک ہے۔ دیواروں کی

چلتی رہل^۱ نمونے کی ہی جس میں چھوٹے چھوٹے کمزور پتھر استعمال کئے گئے ہیں۔ یہ طرز تعمیر دیگر یونانی اور شاہا پہلوی^۲ عمارات کی طرز سے ملتی جلتی اور ان کی طرح ناپائدار ہی۔ استحکام کی خاطر فصیل کی بیرونی جانب برج بنائے گئے ہیں۔ جن کا سطحی نقشہ جہان تک دیکھا گیا بشکل مستطیل ہی (دیکھو صفحہ ۱۲۵)

جس مسطح الراس پہاڑی کا ذکر اردر آیا ہی اس کے محل وقوع اور عام نقشے کو بالامعان دیکھنے سے خیال ہوتا ہی کہ قدیم شہر سرکپ کا ارک قلعہ (Akropolis)^۳ اغلباً ارسے کے اردر واقع تھا۔ اگرچہ ممکن ہی کہ وہ تمام رقبہ بھی جو ہتھیال کی شاخوں کے درمیان ہی، نیز وہ قطعہ زمین جو ان شاخوں کے اردر پہاڑی مذکور کے مابین واقع ہی، خاص طور پر محفوظ کر لیا گیا ہو اور اس کے گرد بھی ایک مضبوط چار دیواری بنائی گئی ہو کہ محاصرے کے وقت جائے پناہ کا کام

(۱) Rubble ناتراشیدہ پتھروں کی کسی قدر بھٹی چٹائی
(ملاحظہ ہو نقشہ - Plate V, 1)

(۲) قریباً سنہ ۸۰ قبل مسیح سے سنہ ۶۰ عیسوی تک کا زمانہ

جبکہ ٹیکسلہ تورانی پارٹھیالی بادشاہوں کے زیر نگین تھا۔

(۳) Akropolis یونانی لفظ ہی۔ اس کے لغوی معنی ہیں بلند

شہر۔ کسی یونانی شہر کا بلند ترین حصہ یا قلعہ جو شہر کے بلند ترین مقام پر بنا ہو۔

دے سکے۔ معلوم ہوتا ہی کہ یہ اندرونی فصیل قلعہ کے شمال میں ہتھیال کی شمالی شاخ کے دامن کے ساتھ ساتھ کھینچی گئی تھی اور اندرونی قلعہ میں داخل ہونے کے لئے صرف ایک دروازہ رکھا گیا تھا جو درون پہاڑوں کے درمیان نشیب جگہ پر واقع تھا۔ جنرل کلنگم کا خیال تھا کہ یہ دروازہ شہر سرکپ کے شمالی دروازے کے بالمقابل ہوگا۔ اور یہ کہ درون دروازے اس سیدھے بازار کے سرون پر واقع ہونگے جو شہر کے بیچوں بیچ سے گذرتا ہی۔ لیکن شہر کے اس حصے میں کھدائی کرنیسے معلوم ہوا کہ اس معاملے میں بھی جنرل موصوف کے خیالات صحیح نہ تھے۔

سرکپ کے شمال میں فصیل کے باہر ایک چھوٹی بابرخانہ یا کچا کوٹ سی بستی تھی جو آجکل بابرخانہ کے نام سے مشہور ہی۔ اسکے گرد ایک کچی فصیل بنی ہوئی ہی جس کی وجہ سے بعض اوقات یہ بستی کچا کوٹ بھی کہلاتی ہی۔ کچی فصیل تھوڑے فاصلے سے قریباً چالیس فٹ بلند ہی۔ بستی کا محیط ۱۶ میل سے کچھ زیادہ ہی۔ اور تھوڑے فاصلے کا ایک حصہ اس کی مغربی حد بناتا ہی۔

سرسکھ

تینسلہ کا تیسرا شہر جو آج کل سرسکھ کے نام سے مشہور ہے شہر سرکپ کے شمال مشرق میں لڈھی نالے کے پار واقع ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاہان کشان اور انہیں سے غالباً راجہ کنشک (Kanishka) نے اس شہر کو آباد کیا تھا۔ شہر کا نقشہ قریب قریب متوازی الاضلاع شکل کا ہے اور فصیل کا دور تین میل^۱ سے کچھ کم۔ فصیل کی دیواریں مضبوط اور ۱۸ فیت (بلکہ بعض جگہ ۱۸ فیت سے بھی زیادہ) موٹی ہیں اور جنوبی اور مشرقی دیواروں کے بعض حصے بہت اچھی حالت میں ہیں۔ فصیل کے چہرے کی چٹائی بڑے ڈائیپر^۲ (large diaper) نمونے کی ہے جس میں بڑے بڑے پتھروں کے درمیان پتھروں کی چھوٹی چھوٹی کٹلیں دی ہوئی ہیں۔ یہ طرز ابداء عہد کشان میں رائج ہوئی تھی۔ فصیل کی بیرونی جانب گول برج بنے ہیں^۳ جن کا باہمی فاصلہ قریباً

(۱) ہوان جوانگ (سنہ ۶۲۹ ع تا سنہ ۶۴۵ ع) کرتا ہے۔ کہ آسک زمانے میں شہر سرسکھ کا محیط دس لی (یعنی ۱۶ میل) تھا۔ ممکن ہے کہ اس کے وقت میں اسی شہر کا محیط بہت کم رہ گیا ہو

(۲) دیکھو پلیٹ ۵ شکل ۳ (Plate V, 3)

(۳) کنڈھم صاحب کا بیان ہے کہ یہ برج شکل میں مربع ہیں اور انکا باہمی فاصلہ ۱۲۰ فیت ہے۔ مگر حقیقت میں ایسا نہیں۔

۹۰ - ۹۰ فیت ہی - آجکل اس شہر کی فصیل کے اندر، اور اور قدیم کھنڈرات پر جن کے نشان جا بجا نظر آتے ہیں، تین چھوٹے چھوٹے گارن میڈر پور، توفکیان اور پنڈ کا کھڑا آباد ہیں -

دیگر آثار

ٹیکسلہ کے ان تین شہروں یعنی بہر، سرکپ اور سرسکھ کے علاوہ پیروان بدھ مذہب کے بنائے ہوئے ستروں، خانقاہوں اور اور بہت سی قدیم عمارتوں کے آثار بھی ان کے نواح میں اور خاص کر واسی کے جنوبی نصف میں اور تمرا نالے کے قریب کی خشک پہاڑیوں پر کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں - ان عمارات میں سب سے نمایاں دھرمارا جیکا ستروہ ہی جس کا مقامی نام چیرتوپ ہی - چیرتوپ کی وجہ تسمیہ (ستروہ مذکور کے وسط میں) وہ بڑا چیر یا شگاف ہی جو کسی سابق محقق نے اس ستروے میں کھدائی کر کے کیا تھا - وادی کے شمالی نصف میں اور ہتھیال کی شاخوں کے درمیان بدھ مذہب کی اور بہت سی عمارات کے آثار بھی پائے جاتے ہیں جن میں سے ذیل کے پانچ مقامات کی کھدائی سے نہایت دلچسپ نتائج برآمد ہوئے ہیں :-

(۱) ستروہ و خانقاہ کنال - ہر ہتھیال کی شمالی

شاخ اور سرکپ کی قدیم چار دیواری کے ایک حصے پر واقع ہیں —

(۲) اسی سلسلہ کوہ میں ، چند میل مشرق کو مرہڑہ مرادر اور جولیان کے ستوپے اور خانقاہیں ۔

(۳) شمالی رادی میں بادل پور اور لال چک کے ستوپے اور خانقاہیں ۔

(۴) کچا کوٹ کے شمال میں موضع جندیال کے قریب دو بڑے بڑے ٹیلے ۔ انہیں سے ایک ٹیلے پر ایک وسیع مندر بنا ہی جس کے متعلق یہ باور کرنے کے رجحان ہیں کہ غالباً آتش پرستی کے لئے مخصوص تھا ۔ ٹیلوں سے چند سو گز جانب شمال دو شکستہ ستوپے ہیں جو غالباً جین مذہب سے تعلق رکھتے تھے ۔

(۵) ٹیکسلہ کی شمالی پہاڑیوں کی سب سے آخری شاخ پر ایک بڑا ستوپہ جو بھلڑ ٹوپ کے نام سے مشہور ہے ۔ یہ ستوپہ ایک بلند مقام پر واقع ہے اور ٹیکسلہ کی شمالی حد قائم کرتا ہے ۔

ان آثار کے علاوہ ٹیکسلہ کی رادیوں اور پہاڑیوں میں اور بھی بہت سی قدیم عمارتوں کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں ۔ لیکن کھدائی صرف مقامات مذکور ہی میں ہوئی ہے ۔ اس لئے دیگر عمارات کے متعلق کچھ لکھنا غیر ضروری سا معلوم ہوتا ہے ۔

باب ۲

تاریخی حالات

بارجود اوس شرکت و ثروت کے جو ٹیکسلہ کو ایام قدیم میں حاصل تھی اس کی تاریخ کے متعلق ہماری معلومات نہایت ہی قلیل اور زیادہ تر یونانی اور چینی مصنفین کی تحریروں یا مقامی سکون اور چند ایک کتبوں پر مبنی ہیں۔ سکون اور کتبوں سے مفید مطلب معلومات حاصل کرنیہیں نہایت عرقریزی سے کام لینا پڑا ہی۔ شہر کا اصلی نام ٹکھ سلا یا ٹکھہ سلا (سنسکرت - ٹکشہ سلا) تھا جس کو یونانی اور رومی مصنفین نے ٹیکسلہ لکھا ہی۔ شہر کی بنیاد نہایت قدیم زمانے میں رکھی گئی تھی۔ مہا بھارت میں راجہ جنم جیا کی مشہور سانپ کی قربانی کے حال

(۱) اس لفظ کے لغوی معنی غالباً ”ترشے ہوئے پتھر کا شہر“ ہیں۔ تبتی زبان میں ٹیکسلہ کا نام رکو ہجورک ہی۔ جس کے معنی ہیں ”تراشا ہوا پتھر“۔ چینی سیاح فاہیان (Fa Hien - جو چوتھی صدی عیسوی میں ہندوستان آیا) اس شہر کو چو شاشی کو (لغوی معنی ”کٹا ہوا سر“) کہتا ہی۔ اور اسکی توضیح اس طرح کرتا ہی کہ مہالیا بدھ نے اس مقام پر اپنا سر بطور خیرات نذر کر دیا تھا۔

میں ٹیکسلا کا ذکر آتا ہے۔ اس کے بعد پانچویں صدی قبل مسیح کے آغاز کے قریب ٹیکسلا کا صوبہ غالباً ایران کی اخمینئی سلطنت میں شامل کیا گیا۔ کیونکہ دارا کے جو کتے پرسی پولس^۱ کے آثار پر اور نقش رسقم میں دارا کی قبر پر کندہ ہیں۔ ارمین ایلک نئے ہندی صوبے کا ذکر ملتا ہے جس کو سلطنت کے تمام صوبوں سے زیادہ آباد اور زرخیز کہا گیا ہے یہ صوبہ ایرہ^۲۔ ارکوسیہ^۳۔ اور گنداریہ^۴ سے بالکل جدا اور مختلف ہے۔ جس سے خیال ہوتا ہے کہ غالباً پنجاب کے اس علاقے کا اکثر حصہ جو دریائے اٹک کے مشرق میں واقع ہے، نیز تمام ملک سندھ اس صوبے میں شامل ہے۔ ٹیکسلا میں ایرانی اثر کی واحد یادگار ایک دلچسپ کتے کی صورت میں ملی ہے جو چوتھی یا پانچویں صدی قبل مسیح کے آرامی حروف میں لکھا ہوا ہے اور ہندوستان میں آرامی رسم الخط کی پہلی تحریر ہے (دیکھو صفحہ ۱۴۳)۔

(۱) Persepolis. قدیم ایران کا مشہور شہر

(۲) Gandaria, Arachosia, Aria

(۳) دیکھو، مسٹر سمیٹہ کی کتاب ”قدیم تاریخ ہند“ طبع

سوم صفحہ ۳۸۔ برخلاف اس کے بعض کتب جاتا ہیں ٹیکسلا کو ملک قندھار کا دارالسلطنت لکھا ہے۔

بدھ مذہب کی کتاب جاتکا اسے معلوم ہوتا ہی -
کہ ٹیکسلہ میں اس وقت ایک یونیورسٹی تھی جو
علم و فنون مرزجہ کی تعلیم میں شہرہ آفاق تھی -
لیکن یونیورسٹی سے قطع نظر کی جائے تو یونانی حملے
سے قبل ٹیکسلہ کی تاریخ کے متعلق ہمیں کچھ بھی
معلوم نہیں -

سکندر اعظم

سکندر اعظم کے حملے کے جو حالات ہم تک پہنچے
ہیں ان سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ پنجاب میں سنہ ۳۲۶
قبل مسیح کے موسم بہار میں داخل ہوا تھا - ٹیکسلہ
کی سلطنت بغیر جنگ و جدال کے اس کے ہوالے
کردی گئی اور اس نے چند ہفتے یہاں قیام کر کے راجہ
پورس پر حملہ کرنے کی تیاریاں کیں - اس وقت سلطنت
ٹیکسلہ کی حدود ایک طرف دریائی اٹک اور دوسری
جانب دریائی جہلم تک کھاتی تھیں ، دارالسلطنت
خوب آباد تھا ، مال و دولت کی افراط تھی ، اور حکومت

(۱) جاتکا - اہل بدھ کی پالی زبان میں لکھی ہوئی کتاب
جس میں کریم بدھ کے گذشتہ جنموں کے پانچ پچاس قصے درج
ہیں - اہل بدھ کا عقیدہ ہی کہ راجہ سدوسھن کے شاہ پیدا
ہونے سے قبل کریم ملکوٹی ، انسانی ، حیوانی ، غرضیکہ تمام جاندار
مخلوق کی شکل میں جنم لے چکا تھا -

اچھی تھی - تعدد ازدواج اور رسم سستی کا عام رواج تھا ، نادار لڑکیاں جن کی شادی افلاس کی وجہ سے نہ ہوسکتی برسر بازار بیچ دی جاتیں ، اور مردوں کی لاشیں گدھوں کے سامنے ڈال دی جاتی تھیں - راجہ

آمبھی^۱ والے ٹیکسلہ ، جس کو یونانیوں نے آمفیزا اور ٹیکسائلز^۲ کہا ہی ، اپنے پڑوسی راجہ آبی سارا کی پڑوسی ریاست اور راجہ پورس کی طاقتور سلطنت سے جو جہلم کے جنوب میں واقع تھی ، برسر پیکار تھا چنانچہ ان کے خلاف حملہ آور شہنشاہ کی امداد حاصل کرنے کی امید پر ہی اس نے سکندر اعظم کے پاس آند (= آند بھاند) میں اپنا ایک وفد بھیجا ، اپنی تمام فوج ٹیکسلہ سے لے جا کر بذات خود سکندر کے حوالے کی ، اس کو ٹیکسلہ لاکر نہایت فراخ دہی سے اوسکی خاطر مدارات کی ، اور انجام کار جب سکندر نے پورس پر حملہ کیا تو پانچ ہزار جوانوں کی جرار فوج بھی شہنشاہ یونان کے ہمراہ بھیجی - اس خیر خواہی اور درستانہ امداد کے معارضے میں سکندر نے آبی کو ٹیکسلہ میں بحال رکھنے کے علاوہ مفتوحہ علاقے کا ایک حصہ بھی اوسکو عطا کیا

(۱) Taxiles-Omphis-Āmbhi - آخر الذکر غالباً لفظ ٹیکسلہ

سے بنایا گیا ہے -

ارر راجہ پورس سے اس کی صلح کرادی جس سے
 آمبھی کی حکومت کو مزید تقویت حاصل ہوئی ۔
 سکندر کا شمال مغربی ہندوستان کو فتح کرنا
 بذات خود ایک نہایت عظیم الشان کارنامہ تھا مگر
 اس کا اثر نہایت قصیرالعمر ثابت ہوا ۔ سکندر کی
 خواہش تھی کہ مفترکہ علاقے کو ہمیشہ کے لئے
 اپنی وسیع یونانی سلطنت میں شامل کرلے چنانچہ
 اس نے مختلف قلعوں میں قلعہ گیر فوجیں متعین
 کرکے جاہجا یونانی نوآبادیاں بھی قائم کیں ۔ لیکن
 اس کی وفات کو (جو سنہ ۳۲۳ ق ۔ م ۔ میں
 واقع ہوئی) چھ سال بھی نہ گزرے تھے کہ علاقہ
 مفترکہ کا یونانی حاکم یوڈیمس (Eudemus) اپنی
 تمام فوج کو جمع کرکے ایڈٹی اوکس (Antiochus) کے
 خلاف یومینیز (Eumenes) کی امداد کرنے کے لئے
 راندی اٹک سے ماررائلنہر کو روانہ ہوگیا ارر قریباً
 اسی وقت یا شاید اس سے بھی کچھ پہلے
 چندر لپت نے یونانی افواج کو دریائی اڈے پار
 بھاگ کر ٹیکسلہ ارر پنجاب کی دیگر ریاستوں کو سلطنت
 مگدھہ میں شامل کرلیا ۔ ارر اگرچہ سنہ ۳۰۵ ق ۔ م ۔ کے
 قریب سلیوکس نکیٹر (Seleucus Nicātor) سلجوق
 فاتح نے یونانی مقبوضات کو دوبارہ فتح کرنے کی کوشش

کی لیکن اس عارضی اور کمزور حملے سے کوئی مفید نتیجہ نکلنے کی بجائے سلجوق کو نہایت جلدی میں ذلت آمیز صلح کرنی پڑی جس کی شرائط کی رو سے ہندوستان کے تمام یونانی مقبوضات چندرگپت کے حوالے کر دیے گئے۔

پنجاب کی ریاستوں کے لئے چندرگپت کی حکومت بھی یونانی حکومت سے کم سخت گیر اور تکلیف دہ نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چندرگپت کے بیٹے بندوسارا کے تخت نشین ہوتے ہی ٹیکسلہ نے حکومت موریہ کا حوالہ اتار پھینکا اور جب تک خود راجی عہد یعنی شہزادہ آشوک پایہ تخت کے سامنے نہ آجود ہوا شہر مذکور تسخیر نہ ہو سکا۔ اس کے بعد شہزادہ آشوک ٹیکسلہ میں فائب السلطنت مقرر ہوا اور اس نے اپنی نیابت کے زمانے میں، نیز اپنے

(۱) جس صلحنامے کے مطابق سلیوکس نکیتر نے صرف پانچ سو ہاتھیوں کے عوض تمام یونانی علاقہ چندرگپت کے حوالے کر دیا اور اس کے نہایت جلدی میں طے ہونے کی چند وجوہ تھیں۔ ایک تو یہ کہ سلیوکس کو مغربی جانب سے انٹی گونس (Antigonus) کا خطرہ تھا۔ دوم یہ کہ چندرگپت نے ایسا سخت مقابلہ کیا کہ سلیوکس کو اس کا خیال بھی نہ تھا۔ علاوہ ازیں سلیوکس کو اس امر کا بھی یقین تھا کہ علاقہ ملتانزعہ پر درامی قبضہ رکھنا نا ممکن العمل ہوگا۔

تمام عہد حکومت میں، چندرگپت کی سی سخت گیری سے کام لئے بغیر سلطنت موریہ کی شوکت و سطوت کو شمال مغربی ہندوستان میں نہایت قابلیت کے ساتھ قائم رکھا۔ بدھ مذہب کو جو قوت و شوکت کچھ زمانے کے بعد ہندوستان کے اس حصے میں حاصل ہوئی وہ بھی بلاشبہ آشوک ہی کی بدولت تھی۔ مگر آشوک کی وفات (قریباً سنہ ۲۳۱ ق۔ م) کے بعد اہل موریہ کی سلطنت کا شیرازہ بکھرنا شروع ہوا اور ٹیکسلہ اور دیگر صوبے جو دارالسلطنت (پاٹلی پترا یعنی موجودہ پٹنہ) سے درز دراز فاصلے پر واقع تھے خود مختار ہو گئے۔ اور کچھ عرصے کے بعد باختری یونانیوں کے تازہ حملوں کے شکار ہوئے جنہیں موریہ سلطنت کے زوال نے مشرق کی جانب بڑھنے کی ہمت دلائی تھی۔ یہ حملہ آزر اور یونانیوں کی اولاد تھے جنکو سکندر اعظم نے باختر میں آباد کیا تھا۔ مگر انکی حالت پنجاب کی نوآبادیوں سے بالکل مختلف

باختری یونانی

(۱) ہوان چوانگ نے اس مضمون کی ایک روایت بیان کی ہے کہ ملک ختن میں اول اول وہ لوگ آباد ہوئے تھے جنکو شہنشاہ آشوک نے اپنے بیٹے کنال کے اندھا کرنے کی پاداش میں ٹیکسلہ سے جلا وطن کر دیا تھا۔ شہزادہ کنال کا قصہ صفحہ ۱۱۷، پر بالتفصیل ملتا ہے۔

تھی کیونکہ نو آبادی کے قیام سے اس حملہ کے وقت تک یہ لوگ میدانِ ترقی میں برابر سرگرم رہے تھے۔ اس طرح گوسکندر کے ملک پنجاب کو فتح کرنے سے ہندوستان پر کوئی مستقل یونانی اثر نہیں پڑا۔ لیکن پنجاب کے اُس پاس کے ممالک کی تسخیر شمال مغربی ہند میں یونانی تہذیب و تمدن کے قیام و ثبات کی بالواسطہ ذمہ دار ہوئی۔ باختری حملہ آوروں میں سب سے پہلے اینٹی ارکس اعظم کے داماد ڈیمیٹریس^۱ نے سنہ ۱۹۰ ق۔ م۔ کے قریب رادی کابل، پنجاب اور سندھ کے علاقے فتح کئے۔ اور اُس کے بیس سال بعد یوکرے ٹائیڈز^۲ نے ڈیمیٹریس سے پہلے باختر اور پھر تمام ہندوستانی مقبوضات چھین لئے جن میں ٹیکسلہ بھی شامل تھا۔ ان دو فاتحوں سے درحریف خاندانوں کی بنیاد پڑی۔ جنہوں نے ہندوستان میں بھی اوس تنازعہ کو، جس کی ابتدا باختر میں ہوئی تھی، قائم اور جاری رکھا۔ اور وقتاً فوقتاً ایک دوسرے کے ملک پر متصرف ہونے کی کوشش کرتے رہے۔ ٹیکسلہ کے یونانی حکمرانوں میں سے اینٹی السی^۳ کو یوکرے ٹائیڈز کے خاندان سے اور آپالو ڈوٹس اور منہندر^۴ بظاہر ڈیمیٹریس کے

Antialcidas (۳) Eucratides (۲) Demetrius (۱)
Menander (۴)

خاندان سے معلوم ہوئے ہیں۔ لیکن پنجاب کے دیگر کثیر التعداد یونانی بادشاہوں کے متعلق ہماری معلومات نہایت قلیل ہیں اور یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتا نہایت مشکل ہی کہ اونمیں سے کون کون سا بادشاہ ٹیکسلہ میں حکمران رہا اور کس خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

یونانی اور
پرتھویائی

یونانیوں کی حکومت ٹیکسلہ میں ایک صدی سے کچھ ہی زیادہ عرصہ رہی ہوگی کہ مغرب سے وحشی حملہ آوروں نے ایک ریلے نے انکو بھی صاف کر دیا یہ وحشی جر ہندوستان میں شاکا کے نام سے مشہور ہوئے، اصل میں قورانی تھے مگر ایک زمانے سے سلطنت پارتھیا کے صوبہ سیستان میں بود و باش رکھتے اور وہاں کی پارتھویائی آبادی میں بے تکلف ملتے جلتے اور اونمیں شادیاں کرتے تھے۔ سیستان سے نکل کر انہوں نے پہلے آرکوسیہ اور گرد و نواح کے ممالک پر قبضہ کیا۔ اور اس کے بعد دریائے اٹک کو عبور کر کے پنجاب کی جانب بڑھے۔ ان کا ایک گروہ تو رنوڈیز (Vonones) نامی ایک پارتھویائی کی ماتحتی میں آرکوسیہ

(۱) بعض مورخین کا خیال ہے کہ اپالودوٹس (Apollodotus)

یوکرے ٹائیڈز کا بیٹا تھا۔ دیکھو کنگڈم صاحب کی کتاب

”مسکوکات قدیمہ“ مطبوعہ سنہ ۱۸۹۹ء صفحات ۲۴۱ تا ۲۴۳ *

کو فتح کر کے اُرسی صوبے میں آباد ہو گیا۔ اور دوسرے
 گروہ نے مائز (Maues) نامی شا کا سردار کے ماتحت
 مشرق کا رخ کیا اور سلطنت ٹیکسلہ کو فتح کر لیا۔ معلوم
 ہوتا ہے کہ مائز کو آرکوسیہ میں سنہ ۹۵ قبل مسیح کے
 قریب اقتدار حاصل ہوا اور دس یا پندرہ برس کے بعد وہ
 ٹیکسلہ پہنچا۔ سنہ ۵۸ قبل مسیح میں ایوز اول
 (Azes I) مائز کا جانشین ہوا۔ یہ بادشاہ آرکوسیہ کے
 پارٹھیائی حاکم ونونیز کے خاندان سے قریبی تعلق رکھتا
 تھا اور درحقیقت نیم پارٹھیائی تھا۔ اس کے عہد حکومت
 کے متعلق ہماری معلومات بہت ہی کم ہیں
 مگر اس میں شک نہیں کہ اس کے عہد میں
 رعایا خوشحال تھی اور شا کا خاندان کی حکومت کو
 دریائے جمنا تک تمام شمال مغربی ہند میں قائم
 اور مستحکم کرنے کا سہرا بھی اُسی کے سر ہے۔
 سلطنت کے نظم و نسق میں ایوز نے قدیم ایرانی
 طرز حکومت کو اختیار کیا یا یوں کہئے کہ جو طریقہ
 پنجاب میں پہلے سے قائم ہو چکا تھا اُسی کو وسعت
 دی اور ملک میں جاہجا مرزبان یا صوبہ دار مقرر کئے۔
 ایوز کے بعد اُسی جانشین ایزیلی سیز (Azilises) اور
 ایوز دوم بھی اُسی کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ ٹیکسلہ اور

متمرا میں جو حاکم انکے نائباً تھے وہ بھی شاکا قوم کے تھے اور قریبی رشتہ داروں کے باعث آپس میں انکے گہرے تعلقات تھے -

ایزز دوم کی وفات کے بعد پارتھیائی بادشاہ گوندرفرنیز (Gondopharnes) نے ٹیکسلہ اور آکوسیہ کی سلطنتوں کو متحد کر کے اپنے زیر نگیں کر لیا - یہ بادشاہ نہایت باوقعت اور زبردست حکمران گذرا ہی - اسکی شہرت کا غلغلہ یورپ تک جا پہنچا تھا اور قدیم عیسائی تصنیفات میں مذکور ہی کہ اس کے دربار میں طامس حواری (St. Thomas) کو بھیجا گیا تھا - ٹیکسلہ اور آکوسیہ کا یہ اتحاد سنہ عیسوی کے تیسرے عشرے میں وقوع پذیر ہوا اور غالباً بغیر جنگ و جدال کے عمل میں آیا - اس شاندار کام کی تکمیل کے بعد گوندرفرنیز رومی کابل کو ملحق کرنے کی طرف متوجہ ہوا - اس خطے میں ایک چھوٹی سی یونانی ریاست تھی

ارس کا قلع قمع کیا اور اوس کے آخری بادشاہ هرمائیس^۱ کو وہاں سے بھاگ دیا۔ لیکن گونڈرفرنیز کی اس وسیع سلطنت میں اتصال والتیام ممکن نہ تھا اور ارس کی آنکھوں کا بند ہونا تھا کہ مختلف صوبوں کے فرمانرواؤں خود مختار ہو بیٹھے۔ گونڈرفرنیز کے بھتیجے ابدگاسس^۲ نے پنجاب پر ہاتھ صاف کیا۔ آرتھیدگنیز^۳ اور اسکے بعد یکوریز^۴ نے آرکوسیہ اور سندھ پر قبضہ کر تصرف جمایا۔ اور باقی ماندہ سلطنت کو دیگر چھوٹے چھوٹے حکمرانوں نے دبا لیا جن میں سے چند کے نام ساسان^۵ سپیدانیز^۶ اور سقاہسترا^۷ ہیں۔ ان حکمرانوں کے سکے پہلی مرتبہ ٹیکسلہ کی کھدائی سے برآمد ہوئے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اپولونیس والٹی ٹیانہ^۸ ہندی پارٹھیائی حکومت کے زمانے ہی میں (غالباً سنہ ۴۰۰ ع میں)

(۱) Hermaeus (۲) Ahdagases (۳) Orthagnes

(۴) Pakores (۵) Sasan (۶) Sapedanes

(۷) Satavastra (۸) Apollonius of Tyāna

اپولوڈیس
والی ٹیانہ

ٹیکسلہ آیا تھا۔ اس کے تذکرہ نویس فلوسٹریٹس^۱ کا بیان ہی کہ شاہ فرائیز^۲ جو اس وقت ٹیکسلہ پر حکمران تھا بابل کے پار تھیالی بادشاہ ورڈنیز^۳ کے مائنٹ نہ تھا۔ بلکہ خود اسقدر ذی اقتدار تھا کہ صوبہ قندھار پر اس کو شہنشاہانہ حقوق حاصل تھے۔^۴ اپولوڈیس شمال مغربی سمت سے ٹیکسلہ آیا اور داخل ہوئیے قبل ایک مندر میں مقیم ہوا جو تفصیل کے سامنے واقع تھا۔ تذکرہ نویس نے اس مندر کا حال کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھا ہی اور آگے چل کر معلوم ہوا کہ یہ امر ممکنات سے ہی کہ یہ رہی مندر ہر جو موضع جندبال کے قریب واقع ہی۔ اس کا بیان ہی کہ شہر سرکپ رسعت میں نیٹوا کے لگ بھگ اور یونانی شہروں کی طرح مناسب اور خوش اسلوب طریق پر مستحکم کیا ہوا ہی۔

Vardanes. (۳) Phraotes. (۲) Philostratus (۱)

(۳) یہ امر قابل ذکر ہی کہ فرائیز کو اپنی سرحد کے وحشی قبائل کو خاموش رکھنے کے لئے وظائف دینے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔

ایٹھنز کی طرح ارس کے گلی کی کوچے تفگ اور بے ترتیب
 ہیں۔ اور مکانات اگرچہ ایک منزلہ معلوم ہوتے ہیں
 لیکن دراصل ان کے نیچے زمین دوز تہ خانے بنے ہوئے
 ہیں۔ ناف شہر میں سورج دیوتا کا مندر اور شاہی محل
 واقع ہیں۔ اور آخر الذکر ظاہری ٹیپ ٹاپ اور نمائش
 سے معرا اور اپنی سادہ رصعی کے سبب خاص امتیاز
 رکھتا ہے۔ یہ سادگی ارس زیب و زینت اور جاہ و جلال
 سے بالکل مختلف تھی جسکا فلوسٹریٹس کی آنکھوں
 نے دربار بابل میں مشاہدہ کیا تھا۔

فلوسٹریٹس نے اپولونیس کے جو حالات قلمبند
 کئے ہیں ان کی صحت و صداقت پر زمانہ حال
 کے نکتہ چیظروں نے بجا طور پر اعتراض کیا ہے۔
 اور اسمین کلام نہیں کہ جہاں اس تذکرہ میں صداقت
 ہی وہاں بہت سی رنگ آمیزی بھی ضرور پائی
 جاتی ہے۔ لیکن ٹیکسلہ کے متعلق جو کچھ ارس نے
 بیان کیا ہے اوسمیں بہت کم ایسی باتیں ہونگی
 جنکی ارس زمانے کی معلومہ تاریخ سے تصدیق نہ ہوتی

ہو۔ بلکہ بعض جزئیات کی تو میری تحقیقات سے بھی پررور تائید ہوتی ہی - پس یہ استنباط قرین عقل ہی کہ اپولونیس نے ٹیکسلہ تک ضرور سفر کیا اور یہ کہ فلوسٹرٹیس کو اپنے ہمراہی ڈیمس (Damis) کی یادداشتوں پر دسترس حاصل تھی - یہ یادداشتیں اوس حد تک تو صحیح تھیں جہاں تک کہ ڈیمس کے ذاتی مشاہدات کا ارنسے تعلق تھا اگرچہ ارنہمیں بھی سنے سنائے قصوں سے رنگ آمیزی کی گئی تھی - لیکن یہ غیر اغلب نہیں کہ اپولونیس نے اپنی داستان کو فروغ دینے کے لئے اوس میں بہت سی کہانیاں قدیم یونانی تصنیفات سے چن کر بھی شامل کر لی ہوں -

خیر، ہم ٹیکسلہ کی تاریخ کا ذکر کر رہے تھے - ہندی پارٹھیائی سلطنت کے زوال کے ہرمائیس کے لئے اپنی کھوئی ہوئی مملکت کے دوبارہ حاصل کرنے کا ایک نادر موقع پیش کیا اور ارس نے بھی اس موقع کو غنیمت جانکر ہاتھ سے جانے نہ دیا - معلوم ہوتا ہی کہ کابل سے نکالے جانے بعد ہرمائیس نے اہل کشان کے طاقتور سردار کجولاکیڈفالسینز کے ساتھ اتحاد

ہرمائیس اور
اہل کشان

کر لیا تھا اور اوسکی مدد سے کابل کو از سر نو واپس لینے کے بعد قندھار اور ٹیکسلہ کی فتح میں بھی اوسکے ساتھ شامل رہا^۱۔ اہل کشان اوس قوم کی ایک شاخ تھے جنکو چینی مورخین نے یوئے چی^۲ لکھا ہی ہے۔ یوئے چی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اُنکا نکاس اول اول چین کے شمال مغربی حصے سے ہوا تھا۔ سنہ ۱۷۰ ق۔ م۔ کے قریب یہ لوگ چین سے مغرب کی جانب نکالے گئے جہاں انہوں نے پہلے باختراپر قبضہ کیا، پھر اوس خطے پر جو رادی سیہون کے نام سے مشہور ہے، اوسکے بعد رادی کابل پر تسلط جمایا اور آخر کار شمالی ہند کے تمام میدانوں پر چھا گئے۔ اوس زمانے کے واقعات کی تاریخی ترتیب بہت مشکوک ہے۔ لیکن غالب خیال یہ ہے کہ کجولا کیڈ فائسیز اور ہرمایس نے رادی کابل اور ٹیکسلہ کو سنہ ۵۰ ع یا سنہ ۶۰ عیسوی کے قریب اہل پارٹھیا سے چھینا۔ اور چند ہی سال بعد کجولا کیڈ فائسیز نے جانشین ریماکیڈ فائسیز^۳

(۱) دیکھو صفحہ ۲۳ نوٹ ۳۔

(۲) یوئے چی (Yüeh - chih.) کو عمر ما کشان کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے بادشاہ سب کے سب قبیلہ کشان سے تھے۔
- Wima Kadphises (۳)

نے اس سلطنت کو بخوبی مستحکم کر کے مزید فتوحات سے اسکو وسعت دی - اوس بے نام و نشان بادشاہ کے سکے جو عام طور پر سوتر میگس^۱ کے نام سے مشہور ہی غالباً اسی زمانے سے تعلق رکھتے ہیں اور عجب نہیں کہ وہ بادشاہ ویماکیدفائسیز ہی کا کوئی جانشین ہو^۲ - دوسری صدی عیسوی میں شاہ کنشک سریر آراء سلطنت ہوا - یہ بادشاہ نہایت زبردست اور با عظمت گذرا ہی اور اہل کشان میں سب سے زیادہ مشہور ہی - اوسکے بعد 'ہوشک' اور 'اوسودیو' بھی بڑے پایہ کے بادشاہ ہوئے ہیں - کنشک نے اپنا سرمائی دارالسلطنت پُرش پور یعنی موجودہ پشاور مقرر کیا - اور اپنی سلطنت کو اس قدر وسعت دی کہ وسط ایشیاء سے حدود ہنگالہ تک تمام ملک زیر نگین کر لیا - کنشک کی یہ سلطنت اوسکے چند قریبی جانشینوں کے عہد حکومت تک تو جوں کی توں صحیح و سالم موجود رہی - لیکن اوسودیو

Vasudeva. - Huvishka - Soter Megas (۱)

(۲) کید وائیسز ثانی اور کنشک کے عہد حکومت کے درمیان کچھ زمانہ ایسا گذرا ہی - جس کے متعلق ہمیں معلوم نہیں کہ ارسوقت کون بادشاہ پر سر حکومت تھا -

کی وفات کے بعد جو غالباً تیسری صدی عیسوی کے پہلے نصف حصے میں واقع ہوئی بتدریج اہل کشان کی طاقت کا زوال شروع ہو گیا اور اگرچہ کچھ عرصے کے لئے وہ پنجاب میں پھر سنبھل گئے لیکن یہ سنبھلا بھی صرف پانچویں صدی عیسوی تک رہا جبکہ آفٹائیلمون^۲ یعنی سفید اہل ہن^۳ کے ایک زبردست حملے نے اونکو بالکل صاف کر دیا ۔

ہنوں کا حملہ

سنہ ۴۰۰ ع میں چینی سیاح فاہیان^۴ نے ٹیکسلہ آکر بدھ مذہب کے مقدس مقامات کی زیارت کی ۔ مگر بدقسمتی سے اونکے مفصل حالات قلمبند نہیں کئے ۔ تاہم ہندوستان کے اس حصے کے دیگر مقامات کے متعلق جو کچھ اوسنے لکھا ہی اوس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ اوسکی آمد کے وقت شمال مغربی ہندوستان میں بدھ مذہب کی بڑی بڑی مشہور زیارتگاہیں نسبتاً آباد اور آسودہ حال تھیں ۔ اور جس حالت میں یہ عمارتیں آجکل زمین سے برآمد ہو رہی ہیں اوس سے اندازہ کیا جاسکتا ہی کہ ٹیکسلہ

(۱) سلطنت کشان کا زوال غالباً کسی ساسانی حملے کی وجہ سے
جلد مکمل ہوا جس کا ذکر کتابوں میں نہیں ملتا ۔ ٹیکسلہ میں
بہت سے سا سانی سکے کھدائی سے برآمد ہوئے ہیں ۔

Fa-Hien. (۴) White Huns. (۳) Ephthalites. (۲)

کئی عمارات اس صدی کے دروان میں کس بے دردی اور بے جگہی سے تباہ اور برباد کی گئی ہونگی - اس تباہی اور بربادی کے ذمہ دار یقیناً وحشیوں کے وہ گروہ تھے جو سفید ہن کہلاتے ہیں - یہ لوگ سنہ ۴۵۵ ع میں رز افزوں لارڈ لشکر کے ساتھ ہندوستان پر حملہ آور ہوئے اور جہاں گئے وہاں کئی آبادی کو تہ تیغ بے دریغ کیا اور عمارات کو جلا کر تودہ خاک بذا دیا - الغرض انہوں نے سلطنت کشان کو اپنے قبضہ و تصرف میں لانے کے بعد خاندان کپتا کی عظیم الشان مملکت کا شیرازہ بھی بکھیر دیا -

ہوان چوانگ

اس صدمہ عظیم کے بعد ٹیکسلہ پھر کبھی نہ پنپ سکا - اور جب ہوان چوانگ ساتویں صدی عیسوی میں یہاں آیا تو ارسنے دیکھا کہ ٹیکسلہ سلطنت کشمیر کا صوبہ بن چکا ہے، مقامی حکام آپس میں برسر پیکار رہتے ہیں اور بہت سی عبادتگاہیں تباہ اور برباد ہو چکی ہیں

موجودہ کھدائی سے قبل جو مصنف کے زیر نگرانی عمل میں آرہی ہے ٹیکسلہ کے آثار کی تحقیق

تحقیق آثار ٹیکسلہ،
بہ زمانہ حال

(۱) ہوان چوانگ نے یہاں کے آثار قدیمہ کا جو حال لکھا ہے -

وہ صفحات ۱۱۴ و ۱۱۵ پر مذکور ہے -

د تفتیش کے متعلق بہت کم حالات معلوم ہیں - جس طرح اس خطہ ملک میں بہت سی قدیم عمارات ، شائقین آثار قدیمہ اور متلاشیان دولت کی لوت گھسوت کی آماجگاہ بنی رہی ہیں اسی طرح ٹیکسلہ پر بھی ہاتھ صاف ہوتے رہے ہیں - قسم اول میں میجر پئرس^۱ ، میجر کراکرافٹ^۲ ڈپٹی کمشنر راولپنڈی^۳ اور مسٹر ڈلمرک^۴ جیسے حضرات شامل ہیں - قسم دوم میں بدترین مجرم موضع ڈھیری شاہان کا ایک سقا نور نامی تھا - سنہ ۱۸۵۰ء سے سنہ ۱۸۷۰ء تک اس شخص کا یہ دستور رہا کہ گرد و نواح کے چھوٹے چھوٹے ستوپوں میں کھدائی کرتا اور انہیں سے قدیم چیزیں نکال کر ملازماں سرکار یا عجائبات قدیمہ کا لین دین کرنے والے اشخاص کے پاس فروخت کر دیتا - موضع جندیل کے قریب اس شخص کو ایک ستوپے میں سے ایک سونے کا پترا ملا تھا^۵ جس پر کچھ عبارت کدہ تھی - علاوہ برہن اس نے اور بھی

Major Cracroft. (۲) Major Pearse. (۱)

Mr. Delmerick. (۳)

(۴) اس کتبہ کی اور نیز کئی اور دلچسپ کتبوں کی دستی نقلیں ”کننگہم سرورے رپورٹ“ جلد ۲ پلیٹ ۵۹ میں شائع ہو چکی ہیں -

بہت سی عمارتوں کو اونکے تبرکات سے محروم کیا۔
 قدیم ٹیکسلہ سے اس مقام کی مطابقت سنہ ۱۸۶۳ع
 میں ارس وقت قائم ہوئی جب جنرل کننگہم نے
 اپنی توجہ ان آثار کی طرف مبذول کی۔ جنرل
 موصوف کو یہ گمان اول اول اور جغرافیائی علامات
 کی بفا پر ہوا تھا جو قدیم مورخین کی کتابوں
 سے ملی تھیں اور جب موضع۔ شاہپور کے نزدیک
 ایک سترپے میں چند دیہاتیوں کو پتھر کا ایک برتن
 ملا جسپر لکھا ہوا تھا کہ ”یہ ستروہ ٹیکسلہ میں
 تعمیر کیا گیا ہی“ تو جنرل موصوف کے خیال کی
 بخوبی تصدیق ہو گئی۔ مگر کننگہم صاحب کی تحقیق
 جو سنہ ۶۴ - ۱۸۶۳ع اور ۷۳ - ۱۸۷۲ع کے سرمائی
 موسموں میں عمل میں آئی، ہتھیال، جندپال،
 موہڑہ ملیاران اور سیڑی کے پذتے کے قریب چند
 ڈیلوں میں یا شہر سرکپ کے شمال مغربی
 گوشے میں چند مقامات کی سطحی کھدائی
 تک محدود رہی۔ چنانچہ ارسکے دریافت کردہ مقامات
 میں اگر کوئی جگہ قابل توجہ ہی تو وہ
 موہڑہ ملیاران کے متصل دو چھوٹے چھوٹے مندر ہیں
 جنمیں سے ایک اسلئے قابل ذکر ہی کہ وہ یونانی
 آہونی طرز کے ستونوں سے مزین تھا۔ ان کھدائیوں

کے مفصل حالات جنرل کننگہم کی رپورٹ ہائے بابت
 سنہ ۶۴ - ۱۸۶۳ ع ر سنہ ۷۳ - ۱۸۷۲ ع میں منضبط
 ہیں۔ سنہ ۱۸۷۳ ع کے بعد آس پلس کے دیہاتیوں
 نے ان تاریخی مقامات سے اور بہت سی اشیاء
 خورد برد کیں اور بے شمار عجائبات یہاں سے نکل
 کر واولپنڈی کے صرافوں کے پاس جا پہنچے۔ لیکن ان
 بے ترتیب کارروائیوں سے بجز تلاش خزانہ کے اور کوئی
 مقصد کھودنے والوں کے پیش نظر نہ تھا اور نہ
 ان قدیم اشیاء کی کوئی تفصیل ہمیں ملتی ہی
 جو ان کھدائیوں سے برآمد ہوئی تھیں۔

سنہ ۱۹۱۳ سے سنہ ۱۹۱۷ تک چار سرمائی موسموں
 میں جو کھدائی کا کام مصنف کے زیر اہتمام ٹیکسلہ
 میں ہوا ہی ارسکی مفصل اور باتصویر روئداد محکمہ
 کی سالانہ رپورٹوں میں شائع ہو چکی ہے۔

ٹیکسلہ کے متعلق مشہور تاریخی واقعات

۵۵۸ - ۵۲۹ قبل مسیح سائرس (Cyrus) یا کُرش - بانی
 اخمینی سلطنت ایران

۵۶۲ - ۵۶۳ ” سدھا رتھ یا شاکی منی گوتم بدھ کی ولادت
 ۵۲۷ یا ۴۶۷ ” مہابیر بانی جین مذہب کی وفات

۵۲۱ - ۴۸۵ قبل مسیح داراے گشتاسپ شاہ ایران - ٹیکسلہ اور شمال مغربی ہند کا ایرانی سلطنت سے الحاق -
سکاٹیلیکس والے کرینڈا (۱) کا (سنہ ۵۱۵ اور سنہ ۵۰۹ ق - م - کے مابین) داراے سزده کے زیریں رستے کو دریافت کرنا -

۴۸۵ - ۴۶۵ ,, خشیار شاہ ۲ بادشاہ ایران

۴۸۸ ,, بدھہ کی وفات یا نروان -

۳۲۶ ,, سکندر اعظم کا ٹیکسلہ کے بادشاہ آمبھی سے حلف اطاعت لینا اور بعد ازاں پورس کو جہلم پر شکست دینا -

۳۲۳ ,, شہر بابل میں سکندر کی وفات

۳۲۱ ,, مقام تری پراڈیسوس ۳ پر سلطنت مقدونیہ کی دوبارہ تقسیم - بابل ، شام اور ایران کا سلیوکس نکینر (سلجوق فاتح) کے حصے میں آنا ، سلجوق کا آمبھی کو ملک جہلم کا اور پورس کو علاقہ ملحقہ اٹک زیریں کا بادشاہ تسلیم کرنا -

۳۱۷ قبل مسیح یوڈیس کا وادی سندھ سے کنارہ کشی کرنا - اور چندرگپت کا پنجاب کو فتح کر کے خاندان موریہ کی بناء والا -

۳۱۲ ” (یکم اکتوبر) - سلجوقی سن کا اجراء

۳۰۵ - ۳۰۳ ” سلجوق کا ہندوستان پر حملہ آور ہونا اور چندرگپت سے شکست کھانا -

۳۰۰ ” سلجوق کے سفیر میکس تھنیز (Megasthenes) کا دربار چندرگپت میں آنا

۲۹۸ ” بندو سارا موریہ کی تخت نشینی - اوسکے عہد حکومت میں اوسکے بیٹے آشوک کا ٹیکساہ میں نائب السلطنہ مقرر ہونا اور سلجوق کے سفیر ڈی میکس (Deimachus) کا پاٹلی پترا (موجودہ پٹنہ) میں آنا

۲۸۳ ” مہاراجہ ادھراج آشوک کی تخت نشینی

قریباً ۲۵۰ ” باختر اور پارٹھیا کا اعلان خود مختاری -

۱۳۲ ” آشوک کی وفات اور سلطنت موریہ کے زوال کا آغاز -

۱۹۰ ” ڈیمتریڈس والٹے باختر کا پنجاب کو فتح کرنا -

۱۷۵ - ۱۷۰ قبل مسیح یوکرے ٹائیڈز کا ڈیمتریس سے پہلے باختلر
اور اوسکے بعد پنجاب چھین لیفا - شہر سرکپ
کی بڈا پولا

قریباً ۱۴۰ در آیفٹی السی دس شاہ ٹیکسلہ - ہیلیو ڈورس ' کا
وسط ہند میں شاہ ودیشا (موجودہ بھیلہ)
کے دربار میں بطور سفیر بھیجا جانا -

قریباً ۱۳۹ در مٹھری دینز ' شاہ پارٹھیا کے ہاتھوں سلطنت
بختلر کی پائمالی -

۸۵ - ۸۰ در تورانی بادشاہ مائیز کا ٹیکسلہ کو فتح کرنا -
۵۸ در سن بکرمی کا اجراء - اسی زمانے کے قریب
ایزارل کا مائیز کی جگہ تخت نشین ہونا -

۱۷ در لیا کا کشونکا صوبہ دار
۱۵ در ایرلیسیز کی تخت نشینی

۱۰ ق - م تا سنہ ۱۰ ع پائیکا اور راجو ولا صوبہ داران

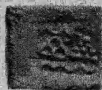
قریباً ۵ ق - م ایزز دوم کی تخت نشینی

سنہ عیسوی
۲۰ - ۳۰ پارٹھیائی بادشاہ گوند و فریز کا آرکوسیہ اور ٹیکسلہ
کو متحد کرنا

رہنمائے ٹیکسلہ

ایرانی

یہ امر تسلیم کرنا پڑیگا کہ یونانیوں کو چھوڑ کر جن کا ہمد حکومت چند روزہ تھا، ان میں سے ہر ایک قوم ملک کی تہذیب اور صنعت و حرفت پر اپنا کچھ نہ کچھ امتیازی نشان چھوڑ گئی ہے۔ ایرانی عہد کی صنعتی یادگاروں میں سے نہ تو ٹیکسلہ ہی میں اس وقت تک کسی کا نشان ملا ہے اور نہ ہندوستان کے کسی اور حصے میں۔ البتہ اگر کسی یادگار میں ایرانی رنگ جھلک مارا ہے تو وہ وہ آرامی کتبہ ہی جس کا ذکر صفحہ ۱۲۳ پر آئیگا۔ یہ سچ ہی کہ بعد کے زمانے کی سنگتراشی میں، اور خصوصاً اندھاری طرز میں، زبردست ایرانی عنصر نظر آتا ہے لیکن اگرچہ یہ بات عام طور پر تصامیم کی جاتی ہے کہ یہ عنصر اور وقت ہندی صنعت میں داخل ہوا جب سلطنت ایران شمال مغربی ہندوستان کی طرف پھیلی، اور یونانی عنصر اس کے بعد پھنچا، تاہم اس قیاس کی تائید میں بہت کم شہادت ملتی ہے۔ بلکہ زیادہ ترین عقل یہ پہلو ہی کہ سکندر اعظم کی فتوحات کے بعد بالآخر اور اس پاس کے ممالک میں (جہاں سکندر نے یونانی نو آبادیاں قائم کی تھیں) ایرانی اور یونانی خیالات میں آمیزش ہوئی اور وہ مختلط صنعت جو اس مختلط سے پیدا ہوئی یا تو سلطنت موریہ اور مغربی



1 & 2. PUNCH-MARKED.

3 & 4. LOCAL TAXILAN.



5. SOPHYTES.



6. DIODOTUS.



7. EUTHYDEMUS.



8. DEMETRIUS.



9. PANTALEON.



10. EUCRATIDES.



11. ANTIALCIDAS.



12. APOLLODOTUS.



13. MENANDER.



ایشیا کے مابین با امن تعلقات کی وجہ سے ، یا باختری
یونانی ، تورانی ، پارتھیائی اور اہل کشان کے حملوں
کے باعث ، ہندوستان میں رواج پذیر ہوئی ۔ یہ ماننا
پریم کہ یہ سب قومیں یونانی اور ایرانی تہذیب
سے کم و بیش متاثر ہو چکی تھیں ۔

بہر کیف شمالی مغربی ہندوستان میں یونانی
صنعت سے قبل احمیائی صنعت کے اثر کی موجودگی یا
عدم موجودگی کے بارے میں اسلیٹ خواہ کچھ بھی ہو ،
ہمارے لئے سر دست ہندی صنعت کی تاریخ زمانہ
موریا سے شروع ہوتی ہی جبکہ صنعت و حرفت
نے بمشکل ابتدائی مدارج ہی طے کئے تھے اور مہاراجہ
ادھیراج اشوک اپنی مشہور و معروف یادگاروں کی
تعمیر کے لئے ، باختر اور ارکے گرد و نواح کے صناعتوں سے
کام لے رہا تھا ۔ اس زمانے کی ہندی صنعت کی
ابتدائی خصوصیات کا اون رائج الوقت دیسی سکوں سے
خوب پتہ چلتا ہی چندو عالم طور پر ” چاپ شدہ “
(punch-marked) کہا جاتا ہی (دیکھو نقشہ Plate II)
یہ سکے بہت بھدے اور بدنما ہیں ۔ نہ تو اونکی
بے ترتیب ہیئت ہی ، اور نہ وہ نقوش ہی جو اونکی
سطح پر اندھا دھند بلا ترتیب چھاپ ڈئے گئے ہیں

کسی صنعتی خوبی کا دعویٰ کر سکتے ہیں - برخلاف اسکے شاہ سوہرتی کے سکے، جو چوتھی صدی قبل مسیح کے اخیر میں کرہ نمک کے علاقے پر حکمران تھا، خالص یونانی طرز کے ہیں (دیکھو پلیٹ ۲) - یہ سکے بظاہر سلجوق فاتح کے کسی سکے سے نقل کئے گئے ہیں اور سلجوق سے راجہ سوہرتی ارسوقت در چار ہوا تھا جب اول الذکر نے پنجاب پر حملہ کیا - ان سکوں کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ملکی اور غیر ملکی صنعت کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہی اور یہ عجیب و غریب فرق اوس زمانے کے فن تصویر سازی میں بھی ویسا ہی نمایاں ہی جیسا کہ سگن میں - مثال کے طور پر دیکھئے - آشوک کے بعض ستونوں پر مکمل مجسموں اور ابھری ہوئی تصویروں کے چند نہایت استادانہ نمونے نظر آتے ہیں اور صاف ظاہر ہی کہ یہ نمونے اوس اعلیٰ اور پختہ صنعت کا نتیجہ ہیں جو یونانی اور ایرانی صنعتوں کی آمیزش سے وجود میں آئی تھی - لیکن ان اعلیٰ نمونوں کے پہلو بہ پہلو ”یک رخی“

(۱) یک رخی - Unifacial - یہ اصطلاح زمانہ قدیم کے ارس مجسموں کے متعلق ایجاد ہوئی ہی جنکو بنائے وقت سے نگراش ایک وقت میں تصویر کا صرف ایک ہی پہلو ذہن میں جمایا کرتے تھے - کچھ عرصے کے بعد جب صنعت نے کافی

یا ایسی تصویریں بھی موجود ہیں جن میں ظاہری ”مقابلہ“ کے خیال کی نہایت سختی سے پابندی کی گئی ہے اور جن میں تمام اصولی اور اصطلاحی عیوب صاف نمایاں ہیں۔ اس قسم کی تصاویر کا ایک نمونہ رہ مورت ہے جو پارکھم سے ملی تھی اور اس رقص منہرا کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ جہاننگ ہمیں معلوم ہے عہدِ موریہ کے صناعتوں نے اگر کسی بات میں واقعی کمال حاصل کیا تو وہ جواہر قراشی‘ سادہ کاری اور زیور سازی کا ہنر تھا اور اسمین بھی اورن کو اشیاء کی وضع و ہیئت میں لطافت اور نزاکت پیدا کرنے میں کچھ ایسی مہارت نہ تھی بلکہ

(سلسلہ فوٹ فوٹ صفحہ گذشتہ)

ترقی کر لی تو تصویریں بھی یک رخی نہ رہیں۔ اور ان کو بذاتے رقص انکے تمام پہلوؤں یعنی طول عرض اور موٹائی تینوں کو پیش نظر رکھا جانے لگا۔

(۱) ”Frontality“ اس لفظ کا اطلاق اور قدیم مجسموں کی صنعت پر ہوتا ہے جن میں رسمی طریق ساخت کی سختی سے پابندی کی گئی ہے کہ حرکت کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا۔ اور اگر سر، ناک، سینہ اور ریشہ سے ہوتا ہوا ایک سیدھا خط ناف تک لے جائیں تو ہر ایک مجسمے کے درپورے پورے مساری حصے ہوجائیں۔ (اور میں شاید اس مفہم کو ایک لفظ میں ادا کرنا مشکل ہو۔ میں نے فی الحال مقابلہ اور مواجہہ در لفظ تجویز کئے ہیں۔ مگر میں خود ان سے مطمئن نہیں۔ مترجم)

ان کا اُسنادانہ کمال یہ تھا کہ سخت سے سخت پتھروں کو صفائی سے کٹ کر اونپر چمکدار جلا اور دھات کی اشیاء پر نہایت خوبصورت پچی کری، دندائے دار دستکاری اور جالی کا کام کرسکتے تھے۔ سونے اور چاندی کی چیزوں پر جو کلم ان لوگوں نے کیا ہی اوسکی عمدگی کا نمونہ ان در زیورین میں بوجہ احسن نظر آتا ہی جو پلیٹ ۱۶ پر اشکال ۱۳ و ۱۴ میں دکھائے گئے ہیں^۱۔ یہ دونوں زیور شہر بہتر کے رقبہ سے برآمد ہوئے تھے اور انکے ساتھ ہی ڈایو ڈوٹس^۲ کا ایک طلائی سکہ، بھسٹ سے مقامی چاپ شدہ سکے اور کچھ اور مرصع زیورات اور جواہرات بھی ملے تھے۔ ان زیورات کے ماسوا ٹیکسلہ میں عہد موریہ کی اور جستقر اشیاء برآمد ہوئی ہیں وہ سب کی سب بھدی ابتدائی دستکاری کا نمونہ ہیں۔ اور یہی حالہ اس زمانے کی اور بہت سی اشیاء کی بھی ہی جو دوسرے مقامات سے دستیاب ہوئی ہیں۔

یونانی - سیتھی اور یونانی بادشاہوں کے متعلق ہماری معلومات بغایت محدود اور صرف اونکے سکرن سے حاصل کی ہوئی ہیں جو وہ تعداد کثیر پنجاب اور شمال مغربی

سرحد میں پائے جاتے ہیں - ان سکون کی مدد سے ہمیں قریباً چالیس بادشاہوں کے نام معلوم ہوئے ہیں اگرچہ انہیں سے اکثر کے متعلق سوالیہ اور نہ ناموں کے اور کچھ بھی معلوم نہیں - پتھر پر کھدے ہوئے کتبوں میں اب تک صرف ایک کتبہ ایسا ملا ہے جس میں ٹیکسلہ کے ان یونانی بادشاہوں کا کچھ ذکر ہے - یہ کتبہ ٹیکسلہ سے ایک ہزار میل کے فاصلے پر وسط ہند کے قدیم شہر ردیشا میں ایک لائٹھ پر کندہ ہے اور اس میں لکھا ہے کہ لائٹھ مذکور ایک یونانی، ہیلوڈورس ولد ڈائن^۲ نے قائم کرائی تھی جو ٹیکسلہ کے یونانی بادشاہ ایٹھی السی کے کئی طرف سے ردیشا کے دربار میں سفیر بن کر گیا تھا - اس کتبے سے یہ پتہ بھی چلتا ہے کہ اہل یونان اوسوقت کس ذوق شوق سے اپنے نئے وطن یعنی ہندوستان کے مذاہب اختیار کرتے جارہے تھے - یونانی مذہب میں گنجائش تو کافی تھی ہی - انہوں نے ہندی دیوتاؤں کو اپنے دیوتاؤں کے ساتھ فوراً مطابقت

(۱) موجودہ قصبہ بہیلہ واقع ریاست گوالیار (ملرحم)

Heliodorus, son of Dion (۲)

دے لی اور جس طرح اٹلی میں انہوں نے میٹروا کو آتھینا اور بیکس کو ڈائیونیسس سمجھ لیا تھا اسی طرح ہندوستان میں سورج دیوتا (سوریا) کو اپالو کے ساتھ اور محبت کے دیوتا (کاما) کو ایراس کے ساتھ مطابق کر لیا۔ پس شریا پاربتی، وشنو یا لکشمی، غرضیکہ کسی ہندی دیوتا کے سامنے بھی سر نیلے خم کرتے ہیں انہیں کسی طرح کا شامل نہ تھا۔

شمال مغربی ہند، جھپڑ اہل یونان حکمران تھے، ہمیشہ وسط ایشیا کی طرف سے متواتر حملوں کا آماجگاہ

(۱) میٹروا (Minerva) قدیم اہل روما کی علم و حکمت، جنگ و جدال اور فنون لطیفہ کی دیوی۔ ہندوستان میں اس کو سرسوتی یا بدھ دیوی کہتے ہیں۔ (مترجم)
(۲) آتھینا (Athena) یونان میں علم و حکمت کی دیوی (مترجم)۔

(۳) بیکس (Bacchus)۔ اہل روما کے ہاں شراب کا دیوتا (مترجم)

(۴) ڈائیونیسس (Dionysus) اہل یونان کا شراب کا دیوتا (مترجم)

(۵) اپالو (Apollo) یونانیوں اور رومیوں کا سورج کا دیوتا (مترجم)

(۶) ایراس (Eros) یونان میں نفسانی جذبات کا دیوتا جس کو غلطی سے محبت کا دیوتا کہا جاتا ہے۔ (مترجم)

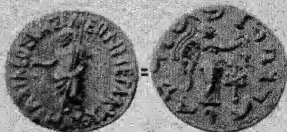
بقا رہا ہی اور یہی وجہ ہی کہ اس حصہ ملک میں زمانہ قدیم کی بہت کم یادگاروں تباهی سے محفوظ رہی ہیں۔ لیکن جو عمارات ابھی باقی ہیں ان سے اور نیز زمانہ سابق کی ان یادگاروں اور چھوٹی چھوٹی قدیم چیزوں سے، جو فی زمانہ ٹیکسلہ اور دیگر مقامات سے دستیاب ہوئی ہیں، اس امر کی کافی شہادت ملتی ہے کہ یونانی صنعت نے ملک کے اس حصے پر اپنا سکہ نہایت مضبوطی سے جما رکھا تھا۔ یہ گرفت ایسی مستحکم تھی کہ بارجودیکہ پنجاب کی یونانی سلطنتیں زمانے سے تباہ اور برباد ہوچکی تھیں اور اہل سیئہیا و پارتھیا، یونانیوں کا قلع قمع کرنے کے بعد خود بھی اہل کشان کے ہاتھوں مٹ چکے تھے، تاہم یونانی صنعت شمال مغربی ہند میں ازبھی زوروں پر تھی اور پانچویں صدی عیسوی تک بھی اس کا غلبہ کافی زبردست رہا اگرچہ اب ارسمیں زوال شروع ہو گیا تھا اور سال بسال اسکا اثر کم ہوتا جا رہا تھا۔

یونانی اثر کی اس دیر پائی اور آہستہ زوالی کی بہترین تشریح سکوں سے ہوتی ہے جن کی آرائشی اور طرز ساخت کی تاریخ خاص طور پر واضح اور مسلسل ہے (دیکھو نقشہ مسکوکات Plates II - III) ان قدیم سکوں کے تمام خط و خال یونانی ہیں۔ ان

بھی رہی ہی جو ایتھنز میں مقرر تھا، تحریریں بھی یونانی الفاظ میں ہیں، سکون پر جو تصاویر بنی ہوئی ہیں وہ بھی یونانی علم الاصنام سے ماخوذ ہیں، اور ان کی بناوٹ میں ایک خاص لطافت اور خوبی پائی جاتی ہے جو پریکسائیلز (Praxiteles) اور لسی پس (Lysippus) نامی یونانی مصوروں کے زمانے کی صنعت کو یاد دلانی ہے۔ علامہ برین یہ تصویریں اصل کی نہایت نفیس اور صحیح نقل پیش نظر کرتے ہیں۔ یہ نفیس حقیقت نمائی بلا شبہ یونانی ہی لیکن ہندو کدہ کاروں نے جو صنعت ان تصاویر میں دکھائی ہے وہ بھی اپنی مخصوص نوعیت رکھتی ہے۔ کچھ عرصے کے بعد جب یونانی حکومت ہندوستان میں مستحکم ہو گئی تو ایک نئی طرز نے یونانی طرز کی جگہ لے لی جو ملک کی تجارتی ضروریات کے لئے زیادہ موزن تھی۔ یہ طرز غالباً ایرانی سکون سے آرائی گئی تھی۔ اسمین یونانی تحریر کی بجائے سکون کی عبارت درزیانوں میں کردی گئی یعنی ایک طرف یونانی اور دوسری



14. ZOILUS.



15. MAUES.



16. AZES I.



17. RAJUVULA.



18. GONDOPHARNES.



19. HERMAEUS.



20. KADPHISES II.



21. BASILEUS MEGAS.



22. KANISHKA.



23. VASUDEVA.

طرف کھروشتی تحریر - آہستہ آہستہ دیگر یونانی خصوصیات کم ہوتی چلی گئیں اور ہندی عنصر بتدریج داخل ہوتا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تر و تازگی اور شادابی جو ان سکون کی تصاویر کی خصوصیت تھی زائل ہو گئی۔ الغرض انحطاط کا یہ عمل جاری رہا اور گو ازل ازل مختلط یونانیوں میں اس کا اثر نسبتاً کم تھا مگر چونکہ یونانیوں کی جگہ اہل سیٹھیا اور اہل پارتھیا نے اسی یہ انحطاط بھی تیزی کے ساتھ شروع ہو گیا۔ ان سکون کی شہادت اس ضمن میں خصوصیت کے ساتھ قابل قدر ہے۔ کیونکہ اسے ثابت ہوتا ہے کہ ہندی کندہ کار مغربی نمونوں کو جوں کا توں نقل کرنے کی بجائے اپنے ذاتی خیالات کا آزادانہ اظہار کرتے تھے۔ مزید برآں اسے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اگرچہ یونانی صنعت کو سرزمین ہند میں سیاسی تبدیلیوں کی وجہ سے ایک ناگزیر تغیر کا منہ دیکھنا پڑا تاہم ارسکا اثر ابھی مستحکم اور دیر پا تھا۔

(۱) کھروشتی رسم الخط شمال مغربی ہندوستان میں قریباً سنہ ۳۰۰ ق۔ م سے سنہ ۴۰۰ عیسوی تک رائج رہا۔ یہ بھی اردو فارسی کی طرح دائیں سے بائیں کو لکھا جاتا ہے اور آرامی رسم الخط سے نکلا ہے۔ ان کتبوں کی زبان پٹلی ہے جو قدیم سنسکرت سے بہت ملتی جاتی ہے۔ (مترجم)

بعینہ یہی حالت ارن منقش جواہرات کی ہی
 جر پنجاب اور شمال مغربی سرحد میں بکثرت پائے
 جاتے ہیں اور جنکی طرز ساخت کے تغیرات کی تاریخ
 سراسر سکون کی تاریخ سے ملتی جلتی ہی - مگر
 یونانی صنعت کے اثر کی شہادت کا سلسلہ ان جواہرات
 اور سکون ہی پر ختم نہیں ہوتا - بلکہ ان سے جو شہادت
 ملتی ہی اوسکی تصدیق۔ زمانہ قدیم کی اور بہت
 سی اشیاء سے بھی ہوتی ہی جو ہم تک پہنچی
 ہیں - ہاں انمیں ایک نمایاں فرق ضرور ہی جسکے
 لئے سیاسی حالات بہت کچھ ذمہ دار معلوم ہوتے ہیں -
 یہ فرق یہ ہی کہ ہندی پارتھیائی سک تو پارتھیائی
 نمونوں سے مشابہ ہیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہی
 کہ جن بادشاہوں نے یہ سک جاری کئے تھے وہ
 پارتھیائی نسل سے تھے - حالانکہ اوسی زمانے کی تعمیرات
 اور دیگر قدیم اشیاء پر اہل پارتھیا کے نیم وحشی اثر کا
 غلبہ نسبتاً بہت کم پایا جاتا ہی - ایشیائی یونانیوں
 کی عمارتی یادگاروں میں سے سوائے ارن سادہ اور بے
 نقش رنگار رہائشی مکانات کے جو ٹیکسلہ میں واقع
 ہیں اس وقت تک اور کوئی آثار برآمد نہیں ہوئے -
 لیکن وہ یادگاریں جو سیٹھی پارتھیائی عظمت کے زمانے
 میں اس جگہ تعمیر ہوئیں اس امر میں شک و شبہ

کی گنجائش نہیں چھوڑتیں کہ یونانی طرز تعمیر مدت سے ہندوستان کے اس حصے میں رواج پزیر ہو چکی تھی۔ اور گو نقش و نگار ہندی لباس میں ملبوس ہونے لگے تھے تاہم یونانی عنصر ابھی تک مشرقی طرز پر پوری طرح غالب تھا۔ چنانچہ اس زمانے کے ستوپوں کی آرایش و زیبائش اصل میں کارنتھی^۱ طرز پر مبنی ہی لیکن نقش و نگار میں ہندی عنصر کے اضافے سے کسی قدر ترمیم کر لی گئی تھی۔ ستوپوں کے علاوہ جو چند منادر آجکل زمین کے نیچے سے برآمد ہوئے ہیں انکی بھی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انمیں یونانی طرز کے ستون اور آرایشیں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر اس ستوپے کو دیکھئے جس کی تصویر پلٹ ۱۲ میں دی گئی ہے۔ یہ ستوپہ ایگز اول کے عہد حکومت میں تعمیر ہوا تھا اور غالباً چین مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ اور گو اسکی بناوٹ میں ہندی عناصر معمول سے زیادہ نمایاں ہیں مگر یہ عناصر یا تو کارنتھی ستونوں کے اوپر والی بریکٹوں کی صورت میں نظر آتے ہیں یا ان آرائشی

(۱) (Corinthian) یونانی طرز تعمیر کی ایک قسم جس میں ستونوں کے تاج یا پرکالے نہایت خوبصورت نقش و نگار سے آراستہ ہوتے ہیں [دیکھو Plate XII] (مترجم)

دروازوں اور محرابدار طاقچوں کی شکل میں جو ستونوں کے درمیان فی فاصلوں کو مزین کرتے ہیں -

جو کیفیت اس زمانے کے فن تعمیر کی ہی -
 رہی تصویر سازی اور دیگر صنعتوں کی بھی سمجھ لیجئے - یہ سارے فن یونانی تہذیب کے فیض یافتہ ہیں جس کا اثر ہندی صنعت پر ایسا گہرا اور مستقل تھا کہ اس کے زوال کی تکمیل کے لئے بھی صدیوں کی ضرورت پڑی - قدیم صنعت کی نفاست اور عمدگی کی توضیح در چیزوں سے بہت اچھی طرح ہوتی ہے جو سرکپ سے دستیاب ہوئی ہیں - ان میں ایک تو ہانہی دانت کا لٹکن ہے جس پر درویش دار انسانی تصویروں کے سر بنے ہوئے ہیں (دیکھو نقشہ - Plate XVI, 10) اور دوسری یونانی دیوتا ڈائیونیسس کے سر کی تصویر ہے (Plate I مقابلہ سر ورق) -
 انفرادی تصویر چاندی کے پترے کی بنی ہوئی ہے جس میں چہرے کے نقش کسی تھپے کے ذریعہ بنائے گئے ہیں - دیوتا کے سر کے گرد حسب معمول

(۱) قدیم ہندی دروازوں یا پہاڑوں کے نہایت خوبصورت اور مکمل نمونے سانچی واقعہ ریاست بھوپال میں موجود ہیں -
 ملکہ چین کے پیلو اور جاپان کے توری کے نقشے ہندی دروازوں (تیرنا) کے نقشوں سے لئے گئے ہیں - یہ نقشے ان ممالک میں یقیناً اوسوقت رائے ہوئے جب بدھ مذہب مشرق کی طرف پھیلا -

انگوری پیل ہی ، اس کے کان ساتیرا سے مشابہ ہیں اور ہاتھوں میں ایک ساغر^۲ (cantarus) ہی جس کے دونوں طرف دہتے لکے ہیں ۔ اس زمانے سے ذرا مابعد ، غالباً پہلی صدی قبل مسیح ، کی چارون میں کانسی کی زچہ ورتی سی خوشنما تصویر ہی ۔ جو نقشہ نمبر ۱۵ (Plate XV) پر دکھائی گئی ہے ۔ یہ ہارپو کریٹیز (Harpocrates) کی تصویر ہی جو اہل مصر میں خاموشی کا کہ سن دیوتا سمجھا جاتا تھا ۔ چنانچہ خاموشی کے اظہار کی خاطر اس نے اپنی انگلی لبوں پر رکھی ہوئی ہے ۔ اس بچے کی بنارت میں عجیب دلاویز سادگی اور اس کے انداز میں بے ساختگی اور کم گرتی کی ایک ایسی ادا پائی جاتی ہے جو یقیناً یونانی ہے ۔ اس عہد سے ذرا اور آگے ، یعنی سن عیسوی کے آغاز کے قریب کی دستکاری میں ، ہندی اور یونانی خیالات آپس میں بہت مل جل گئے ہیں اور صنعت پلے سے بھی زیادہ مخلوط ہو گئی ہے ۔ مثال کے طور پر اس طلائی دبیا کر دیکھئے جو بیماران واقعہ ملک افغانستان سے ملی ہے ۔ اس سے

(Satyr) - روسیوں میں جنگل یا نباتات کا دیوتا ہے جس کا نصف بدن انسان سے اور نصف بکری سے ملتا ہے (مترجم)
 (r) Cantarus - یونانی نمونے کا در دستوں والا ساغر

قندھاری طرز کی تصویریں یا تو چوڑے یا مٹی کی ہوتی تھیں یا پتھرا پر بنائی جاتی تھیں - مٹی کی تصاویر کو بعد میں آنچ دیکر پکا لیا جاتا اور تکمیل کے بعد ان کے اوپر رنگ و روغن یا طلائی ورق چڑھا دئے جاتے تھے - پتھر چونکہ زیادہ دیر پا چیز ہی اس لئے پشاور، لاہور، اور دیگر مقامات کے عجائب خانوں میں جو نہروں محفوظ ہیں وہ پتھر ہی کے ہیں - لیکن ٹیکسلہ میں پتھر کی تصاویر نے علاوہ ایک بڑی تعداد ایسے مجسموں کی بھی ملی ہی جو چوڑے سے بنائے گئے ہیں اور چند تصویریں مٹی کی بھی برآمد ہوئی ہیں - ان تصاویر سے قندھاری صنعت کی تاریخ اور ان اصطلاحی طریقوں کے متعلق جو قندھاری صنایع ان کی ساخت میں استعمال کیا کرتے تھے اسی معلومات میں معقول اضافہ ہوتا ہے -

(۱) ان تصاویر میں ایک خاص قسم کا نرم پتھر استعمال کیا گیا ہے - جس کی ساخت سلیٹنی یعنی طبق بر طبق اور رنگ سبزی مائل نیلا ہے - یہ بات ابھی تک پایہ تحقیق کو نہیں پہنچی کہ یہ پتھر کس جگہ ملتا ہے - لیکن عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ غالباً رادی سوات کے قرب و جوار سے آتا تھا - بہر حال ٹیکسلہ میں کوئی پتھر تصویر سازی کے مطلب کا نہیں ملتا - یہاں صرف دو قسم کا پتھر پایا جاتا ہے - ایک چوڑے کا (نیلا) پتھر جو اس قدر سخت ہے کہ سنگ تراش کے اوزار اس پر چل ہی نہیں سکتے اور دوسرا نرم کنچور جو صرف موٹے کام کے لئے موزوں ہے -

اب تک عام طور پر یہ تسلیم ڪيا جاتا ٿو - ته هندوستان ميان قنڊھاري صنعت عہد ڪپتا کي صنعت کي ابتداء - قبل ٻين ٽيسري صدي عيسويءَ دوران هي ميان مفقود ٿي چڪي ٿي اور جہان تک قنڊھاري صنعت کي پتہ ڪي تصاویر کا تعلق هي یہ خیال اس وقت تک بهي بعثيت مجموعي درست معلوم ٿو ٿا هي اس لئہ کہ قنڊھاري صنعت کي ڪوئي ايسي صورت دستياب نہي ٿو ٿي جو اپني خويرون لئہ لحاظ سے خاص اہميت رکھتي ٿو اور جس لئہ متعلق يقين لئہ ساڻہ یہ کہا جا سکے کہ یہ ٽيسري صديءَ بعد کي بني ٿو ٿي هي - ليکن برخلاف اس لئہ ٽيڪسلہ کي ڪھدالي سے اب اس حقيقت کا انڪشاف ٿو ٿا هي کہ از کم ٽيڙھہ صدي بعد تک بهي قنڊھاري صنعت خوب زور پر ٿي اور چرنے اور مٽي کي جو تصويرين اس وقت بذاتي جاتي ٿي ٿي پتہ کي قديم تصويرين لئہ مقابلہ ميان ٽيڙھہ کم دلکش اور خوبصورت نہ ٿي ٿي - یہ سمجھي ٿو ٿا کہ زمانہ مابعد کي تصويرين پھلي تصويرين سے بالکل مختلف طور کي ٿي ٿي - ان ميان نہ تو پتہ کي قديم تصويرين کي سي ادا

قندھاری طرز کی تصویریں یا تو چوڑے یا مٹی کی ہرتی تھیں یا پتھرا پر بنائی جاتی تھیں - مٹی کی تصاویر کو بعد میں آنچ دیکر پکا لیا جاتا اور تکمیل کے بعد ان کے اوپر رنگ و روغن یا طلائی ورق چڑھا دئے جاتے تھے - پتھر چونکہ زیادہ دیر پا چیز ہی اس لئے پشاور، لاہور، اور دیگر مقامات کے عجائب خانوں میں جو نمونے محفوظ ہیں وہ پتھر ہی کے ہیں - لیکن ٹیکسلہ میں پتھر کی تصاویر کے علاوہ ایک بڑی تعداد ایسے مجسموں کی بھی ملی ہی جو چوڑے سے بنائے گئے ہیں اور چند تصویریں مٹی کی بھی برآمد ہوئی ہیں - ان تصاویر سے قندھاری صنعت کی تاریخ اور ان اصطلاحی طریقوں کے متعلق جو قندھاری صنایع ان کی ساخت میں استعمال کیا کرتے تھے اسی معلومات میں معقول اضافہ ہوتا ہے -

(۱) ان تصاویر میں ایک خاص قسم کا نرم پتھر استعمال کیا گیا ہے - جس کی ساخت سلیٹی یعنی طبق بر طبق اور رنگ سبزی مائل نیلا ہے - یہ بات ابھی تک پایہ تحقیق کو نہیں پہنچی کہ یہ پتھر کس جگہ ملتا ہے - لیکن عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ غالباً رادی سوات کے قرب و جوار سے آتا تھا - بہر حال ٹیکسلہ میں کوئی پتھر تصویر سازی کے مطلب کا نہیں ملتا - یہاں صرف دو قسم کا پتھر پایا جاتا ہے - ایک چوڑے کا (نیلا) پتھر جو اس قدر سخت ہے کہ سنگ تراش کے اوزار اس پر چل ہی نہیں سکتے اور دوسرا نرم کچھڑ جو صرف موٹے کام کے لئے موزوں ہے -

اب تک عام طور پر یہ تسلیم کیا جاتا تھا - کہ هندوستان میں قندھاري صنعت عہد گپتا کي صنعت کي ابتداء سے قبل یعنی تیسري صدي عيسوي کے دوران ہی میں مفقود ہو چکي تھي اور جہاں تک قندھاري صنعت کي پتھر کي تصاویر کا تعلق ہی یہ خیال اس وقت تک بھی بحیثیت مجموعي درست معلوم ہوتا ہی اس لئے کہ قندھاري صنعت کي کوئي ايسي مررت دستیاب نہیں ہوئی جو اپني خوبیرن کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتي ہو اور جس کے متعلق یقین کے ساتھ یہ کہا جا سکے کہ وہ تیسري صدي کے بعد کي بنی ہوئی ہی - لیکن برخلاف اس کے ٹیکسلہ کي کھدائی سے اب اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہی کہ کم از کم قدیمہ صدي بعد تک بھی قندھاري صنعت خوب زور پر تھي اور چونے اور مٹی کي جو تصویریں اس وقت بنائی جاتي تھیں وہ پتھر کي قدیم تصویرن کے مقابلے میں کچھ کم دلکش اور خوبصورت نہ تھیں^۱ - یہ سچ ہی کہ زمانہ مابعد کي تصویریں پہلي تصویرن سے بالکل مختلف طرز کي ہیں - ان میں نہ تو پتھر کي قدیم تصویرن کي سی ادا

(۱) ملاحظہ ہو تصاویر ۲۲ و ۲۷ و ۲۸

اور شان ہی ، نہ اونکے خط و خال کی سی لطافت و نراکت ، اور نہ ہی مجموعوں کی ترتیب میں خاص اہتمام اور تخیل سے کام لیا گیا ہی ۔ لیکن اسمیں بھی شک نہیں کہ ان تصاویر کی صنعت زیادہ آزادانہ اور طبعزاد ہی اور چونکہ یونانی روایات سے اس صنعت کو بہت کم تعلق ہی اس لئے ان تصویروں میں علمی پہلو بھی کم ہی ۔ حقیقت میں ان تصاویر کا قدیم تصویروں کے ساتھ مقابلہ کرنے سے یہ خیال پیدا ہوتا ہی کہ قدیم تصویریں سمجھ دار اور اعلیٰ درجے کے ارستاد کاریگروں کی بدائی ہوئی ہیں جو اپنے پیشے کی روایتی ہدایات کے مطابق ، اور تصاویر کے مقصد کو بخوبی سمجھ کر ، محنت اور شوق سے کام کیا کرتے تھے ۔ اور بعد کی تصویریں ہرشیار کاریگروں کی دستکاری کا نتیجہ ہیں جنہیں اپنے کام میں خوب مہارت اور مصالحہ پر پوری قدرت تو حاصل تھی لیکن صنعت کے مطابق و مقاصد سے کما حقہ واقف نہ تھے ۔

یہ تصویریں اپنی وضع قطع اور بفارٹ کے اکثر خط و خال میں اس زمانے کی رومی تصویروں سے بہت ملتی جلتی ہیں ۔ چنانچہ اسی مشابہت کی بنا پر بعض مصنفین کو یہ خیال بھی پیدا ہوا ہی کہ

رومی صنعت ر تہذیب نے اپنا سکہ شمالی ہند تک بٹھا رکھا تھا ۔ لیکن یہ خیال ایک اصولی غلطی پر مبنی ہی جو (عہد قیصرہ کی) رومی صنعت کی ابتدا اور رومی اور مغربی ایشیا کی یونانی صنعت کے باہمی تعلقات کے بارے میں پیدا ہوا ۔ حقیقت یہ ہی کہ قدیم دنیا میں شاہان سلجوق کے زمانے سے لے کر اس وقت تک صرف مغربی ایشیاء ہی ایسا ملک تھا جو صنعتی تگر در کا مرکز رہا تھا اور اس تگر در کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کار مغربی ایشیاء کی سرزمین ایک ایسی بھٹی بن گئی جس میں یونانی ، آلیونی ، پارسی اور عراقی صنعتیں ڈھل کر ایک ہو گئیں اور پھر مغربی ایشیا سے صنعت کی نہرین بہ بہ کر نکلیں جن میں سے کچھ تو مغربی جانب سلطنت روم میں جا پہنچیں اور کچھ مشرق کی طرف آکر پارتھیا ، ترکستان اور ہندوستان کو سیراب کر گئیں ۔ یہ فرض کرنا بڑی غلطی ہی کہ رومی خیالات نے یونان اور ایشیا کی تصویر سازی کی صنعت پر کسی بڑی حد تک اپنا اثر ڈالا ۔ بلکہ حقیقت میں معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا اور رومی صنعت کا یونانی صنعت کے ساتھ رہی تعلق تھا جو قندھاری

صنعت کا یونانی صنعت کے ساتھ - دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ قندھاری صنعت ، رومی صنعت کی بیٹی نہیں بلکہ اوسکی بہن یا ریاہ صحیح الفاظ میں اوسکی قریبی بہن ہی - اس لئے کہ درنوں کا شجرہ نسب ایک ہی جد اعلیٰ سے جا ملتا ہی - پس اگر رومی اور قندھاری صنعتوں میں ایک خاندانی مشابہت پائی جائے تو ہمیں متعجب نہ ہونا چاہیئے -

ہندوستان پر یونانی صنعت کا اثر یہ سوال کہ یونانی صنعت نے ہندوستان کی صنعت پر کیا اثر ڈالا - ایک ایسا سوال ہی جس پر مقدمین میں بہت اختلاف رہا ہی - بعض تو کہتے ہیں کہ یہ سوال کچھ اہمیت نہیں رکھتا اور نظر انداز کیا جاسکتا ہی - مگر دوسرے فریق نے نزدیک یہی سوال تمام ہندی صنعت کے تار و پود کی جڑ بنیاد ہی - لیکن اصلیت اور حقیقت ، جیسا کہ اکثر ہوتا ہی ، درنوں کے بین بین ہی - شمالی اور وسطی ہندوستان میں یونانی صنعت نے قدیم قومی صنعت کو فروغ دینے میں بہت بڑا حصہ لیا اور نہ صرف اصطلاحی مشکلات کو صاف کر دیا بلکہ نئے اور جاندار خیالات سے اوسکی نشو و نما میں بھی نئی روح پھونکی - برخلاف اس

کے شمال مغربی خطے میں اور اسکی سرحد کے آس پاس اس صنعت نے صدھا سال تک اپنا سکہ جمائے رکھا اور ملکی صنعتی روایات کو بالکل پس پشت ڈال دیا اگرچہ اسمیں شک نہیں کہ جو صنعتی نمونے ارسنے آپ پیش کئے رہ بجائے خود بڑی خوبی کے ہیں اور یونانی ذکاوت کے سمجھنے میں قابل قدر امداد دیتے ہیں -

مگر رفتہ رفتہ شمال مغربی ہند کی صنعت میں بھی ہندی عناصر داخل ہوتے گئے اور آخر کار ارس نے ترقی کرتے کرتے قندھاری صنعت کی شکل اختیار کر لی جس نے تمام مشرقی ممالک میں اہل بودھ کی صنعت پر اپنا لازوال نشان چھوڑا ہی - لیکن باوجود اس عالمگیری کے یونانی صنعت ہندوستان میں حقیقی طور پر کبھی اوسط طرح پاؤں نہ جما سکی جس طرح اٹلی یا مغربی ایشیا میں ارسنے اپنا تسلط بٹھا لیا تھا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ یونانی اور ہندی طبیعتیں بالکل متضاد واقع ہوئی تھیں - یونانیوں کے لئے انسان، انسانی حسن، اور انسانی قوت متخیلہ ہر ایک چیز سے بالا تر تھے اور مشرق میں بھی حسن اور قوت متخیلہ کی پرستش ہی یونانی صنعت کی رہنما رہی - لہکن ہندی دل رومناغ ان خیالات کو قبول نہ کر سکتے تھے ہندی تخیل فانی کی بجائے غیر

فانی اور محدود کی بجائے غیر محدود تک پہنچتا تھا۔ یونانی دماغ علم اخلاق کی جانب مائل تھا تو ہندی دماغ روحانیت کی طرف۔ اول الذکر معقولیت کا خواہاں تھا تو موخر الذکر جذبات میں غرق۔ ان بلندہ تخیلات اور ان روحانی جذبات پر ہندی صنعتوں نے کچھ عرصے کے بعد اور اضافہ یہ کیا کہ انہیں صورت اور رنگ کی عبارت میں وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن یہ اضافہ خاندان گپتا کے وسیع عہد حکومت میں اس وقت ہوا جب کہ صنعت اور تخیل میں بہت قریبی اتصال قائم ہو چکا تھا اور دولوں کو نئی تقویت حاصل ہو چکی تھی۔

روح کو مادے کا لباس پہنانے کا بلندہ اور بقول بعض مضحکہ انگیز خیال عہد وسطے سے قبل کبھی ہندی دل و دماغ کے تصور میں بھی نہ آیا تھا۔ ہندی صنعتوں کے لئے صنعت ایک بالکل علیحدہ چیز تھی یعنی وہ ایک ایسا مادی اور موثر الحواس اظہار تھا حسن کا جو ہندوستانیوں کے ذوق صحیح کو تو بہلا معلوم ہوتا تھا لیکن قوت متخیلہ یا رمز تصرف کو اس میں مطلق دخل نہ تھا۔ حقیقت یہ ہی کہ تصویر سازی کی صنعت میں اہل ہند کو سادہ اور عالمگیر الفاظ میں اپنی

مذہبی روایات اور تواریخ کے اظہار کا موقعہ ہاتھ آگیا تھا اور چونکہ یونانی صنعت میں یہ امور نہایت وضاحت کے ساتھ اردلکش طریق پر ادا کئے جاتے تھے اس لئے اہل ہند نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے بڑی خوشی سے اس کا خیر مقدم کیا اور نہایت ذوق شوق سے سیکھا - اس کے سوا اور کوئی مقصد ان کے مدنظر نہ تھا - یعنی نہ تو انہیں یونانی خیالات ہی سے ہمدردی تھی اور نہ وہ اس صنعت کو اپنے روحانی جذبات کے اظہار کا ذریعہ ہی سمجھتے تھے -

باب ۴

دھرماراجیکا ستوپہ^۱

آثار ٹیکسلہ^۲ کی کیفیت بیان کرنے میں ہم پہلے دھرماراجیکا ستوپہ سے شروع کر کے ہتھپال کی پہاڑی

(۱) اس میں کلام نہیں کہ ابتداً ستوپ ٹیلون کی شکل میں مردوں کو دفن کرنے کی غرض سے بنائے جاتے تھے۔ لیکن اہل بدھ کے ہاں ستوپ عموماً بدھ یا بدھ کے حواریوں کے تبرکات کو محفوظ رکھنے کی خاطر یا کسی خاص متبرک مقام پر بطور یادگار تعمیر ہوتے تھے۔ کسی ستوپ کی ظاہری وضع قطع کو دیکھ کر یہ بتلانا کہ اُسکے اندر تبرکات رکھے ہوئے ہیں یا نہیں، بالکل ناممکن ہی۔ اہل بدھ کے نزدیک ستوپ کی تعمیر ایک ایسا کارخیز ہی جس کے کرنے سے انسان نجات یا ”سکون ازلی“ کی منزل مقصود کے قریب قریب پہنچتا ہے۔ انگریزی زبان میں ”ٹوپ“ کا جو لفظ موجود ہے وہ لفظ تھوپ سے مشتق ہے جو سنسکرت میں ستوپ کا مترادف ہے۔ ملک ہرما میں ستوپ کو عموماً پگودا اور جزیرہ لٹکا میں ڈاکو کہتے ہیں۔ موخرالذکر سنگھالی زبان کے دو الفاظ یعنی ”دھاتو بمعنی تبرک اور گربھ بمعنی جگہ“ سے مشتق ہے۔ نیپال میں اس کو چٹیا کہتے ہیں۔ ستوپ کی طرح اس لفظ کے معنی بھی اصل میں دھیر ہی کے تھے لیکن بعد میں اس کا اطلاق ہر قسم کی عبادت گاہ پر ہونے لگا [ستوپ کی تعمیر و تکریم کے مفصل حالات کے لئے دیکھو مہارنس صفحات ۱۶۹ و مابعد]

(۲) جو کھنڈرات اب ٹیکسلہ میں برآمد ہوئے ہیں ان سب کو دیکھنے میں مکمل دردن خرچ ہوتے ہیں دھرماراجیکا ستوپہ یعنی چٹروپ، سرکپ، چندیل، موموہ، مرادر اور جولیپاں جاتے

پورے ہوئے ہوئے ستوپہ ندال پر چائیکے اور رھان سے
 شہر سرکپ میں ہوتے ہوئے مندر جندپال اور اوسکے
 شمالی جانب در چھوٹے چھوٹے ستوپوں کے کھنڈرات کا
 معاینہ کریں گے۔ اوسکے بعد ہم شہر سرسکھہ اور اورن بودھہ
 یادگاروں کی جانب روانہ ہونگے جو لال چک اور بادپور میں
 واقع ہیں۔ اور اخیر میڈیم مواضع موہڑہ مرادو رجولیان کے
 ستوپوں اور خانقاہوں کا حال بیان کریں گے جو آج تک

(سلسلہ فرٹ نوٹ صفحہ گذشتہ)

کے لئے بختہ سرکین موجود ہیں۔ ٹیکسہ کے سٹیشن
 پر ٹانگے عموماً مل جاتے ہیں لیکن چلے سے انتظام کر لینا
 زیادہ مناسب ہی۔ اس بارے میں نیز دیگر معاملات میں
 اوس اور سیر سے جو آرکیولوجیکل ہنگامے پر رہتا ہی، ہر
 امداد جو اوسکے امکان میں ہی، مل سکتی ہی۔ لیکن اگر
 سیاح صرف پانچ چھ گھنٹے ہی انداز کر سکتا ہی تو بہترین تدبیر یہ
 ہوگی کہ چلے دھرماراچیکا سترپے تک سراری پر آئے پھر پہاڑی راستے
 سے قریباً سوا میل کا سفر پا پیادہ طے کر کے بعد کمال ستوپہ دیکھے
 اور رھان سے اتر کر شہر سرکپ میں چلا جائے۔ اس اثناء میں سواری
 سرکپ کے شمالی پہلو پر پہنچ جائے۔ سرکپ دیکھنے کے بعد سیاح
 اوس سواری کے ذریعے مندر جندپال اور پھر رھان سے آثار موہڑہ
 مرادو رجولیان تک جاسکتا ہی۔ آرکیولوجیکل ہنگامے میں جو عجائبات
 موجود ہیں اگر سیاح کو اوس وقت اونکے دیکھنے کی اجازت
 ہو تو بہتر ہوگا کہ وہ عمارات مذکور کو دیکھنے کے بعد اونکے
 معاینہ کرے۔

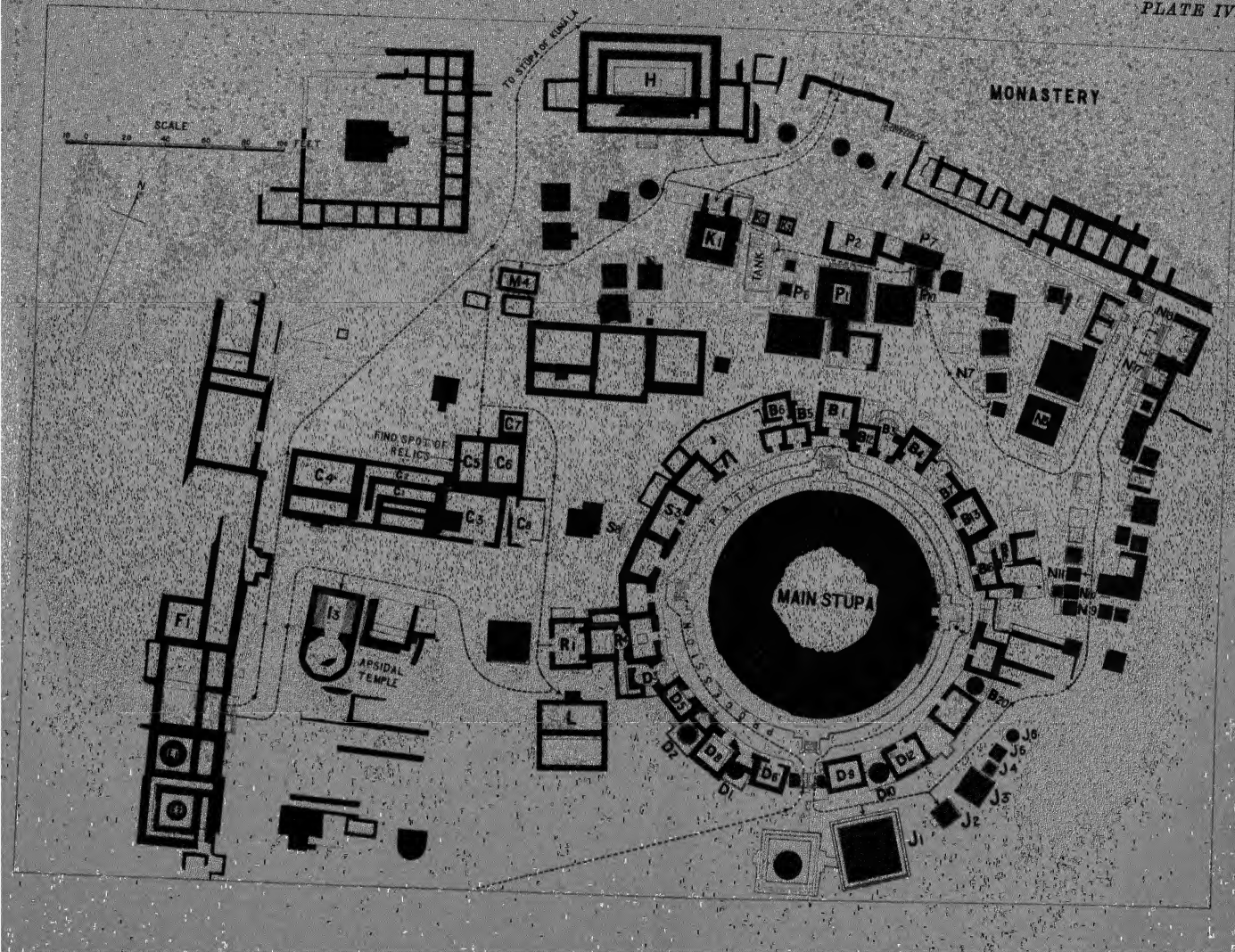
نہایت اچھی حالت میں محفوظ اور بعض امور کے لحاظ سے خاص طور پر قابل ذکر ہیں -

دھرمراجیکا ستوپہ^۱ عوام میں چیر گروپ کے نام سے مشہور ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ کسی سابق محقق آثار قدیمہ نے اس کے وسط میں کھدائی کر کے ایک وسیع شگاف کر دیا تھا (دیکھو نقشہ ۹ - Plate IX) - یہ ستوپہ تمرا نالہ کی سطح سے بہت اوپر ایک بلند میدان مرتفع پر واقع ہے - اہل بودھ کے قبضے میں آنیسے پیشتر اس جگہ غالباً کوئی گارن آباد تھا - چنانچہ اس قدیم زمانے کی یادگار ' یرنانی بادشاہ زائیلز (Zoilus) کے عہد کے وہ ۲۸ مکے ہیں جو عمارت H^۱ کی بنیادوں کے قریب دستیاب ہوئے ہیں . ستوپہ کلان میدان مرتفع کے وسط میں واقع اور بہت شکستہ حالت میں ہے - پچاس سال کا عرصہ ہوا سر الکزیندر کننگہم نے اس عمارت کو دیکھ کر کہا تھا کہ اس کا صرف اندرونی حصہ برواہی سے محفوظ رہا ہے لیکن حال کی کھدائی میں اس عمارت کی بنیادوں کے آس پاس سے قریباً

(۱) بخلاف سوک جو دھرمراجیکا ستوپہ کو جاتی ہے بہت چکر دار اور قریباً درمیل لمبی ہے لیکن بہر کے مشرق کی طرف ایک قریب کا رستہ بھی ہے جو تمرا نالہ میں سے گزرتا ہے -

PLAN OF THE DHARMARAJIKA STÜPA.

PLATE IV.



تیس فٹ ملبہ ہٹایا گیا ہی جس سے عمارت کے رکار کا بہت سا حصہ اچھی حالت میں برآمد ہوا ہی اور اور بھی بہت سی دلچسپ عمارتیں مثلاً سترپے ، مذدر اور پجاریوں اور بھکشورن کے رہنے کے مکانات بھی رونما ہوئے ہیں ۔ یہ عمارات کم از کم چار صدی کے عرصے پر پہنچتی ہوئی ہیں اور مقامی فن عمارت کی تاریخ کے لئے نہایت اہم معلومات بہم پہنچاتی ہیں ۔ علاوہ برین رہ سکے اور دوسری چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی ، جو ان عمارات کی کھدائی کے وقت برآمد ہوئیں ، بہت قابل قدر ہیں اس لئے کہ وہ اس قدیم زمانے کی تاریخ کے متعلق اکثر مسائل کے حل کرنے میں مدد دیتی ہیں ۔

سترپہ کلان کی اصل عمارت ، جو اس وقت برآمد ہوئی سترپہ کلان ہی ، شکل میں مدور ہی اور اس کے گرد ایک بلند چبوترہ ہی جس کے چاروں طرف چار زینے بنے ہوئے ہیں ۔ سترپے کی اندرونی ناہموار چٹائی میں انگھڑ پتھر استعمال کئے گئے ہیں اور اس کو تن سے پانچ فٹ تک موٹی دیواروں سے مستحکم کیا گیا ہی جو وسط میں جاکر مل جاتی ہیں ۔ یہ دیواریں سترپے کی بنیادوں تک پہنچنے کی بجائے چبوترے کے اوپر ہی ختم ہو جاتی ہیں اور صریحاً

کسی بعد کی مرمت سے تعلق رکھتی ہیں جو غالباً اہل کشان کے عہد حکومت میں عمل میں آئی تھی۔ ستوپے کی بیرونی چٹائی میں بڑے بڑے پتھر لگے ہوئے ہیں جنکے مابین ساز اور ستونوں کی غرض سے ترشے ہوئے کنجور استعمال کئے گئے ہیں۔ کسی زمانے میں ستوپے کی عمارت چرنے کی استرکاری اور رنگوں سے مزین تھی۔ چارترے سے کچھ اوپر ستوپے کی چٹائی میں جو پتھر اور کنجور کا زیبالشی کام تھا اسکا ایک حصہ مشرقی پہلو پر بہت اچھی حالت میں ملا ہے۔ یہ کام چوتھی صدی عیسوی سے تعلق رکھتا ہے اور اسکی ممتاز خصوصیات اسکے آرائشی ساز کی نمایاں گولائیاں اور طاقچوں کی مخصوص طرز ساخت ہیں۔ طاقچے بالترتیب محرابوں اور قہلموں نازدار دروازوں کی شکل میں ہیں اور انکے درمیان کارنتھی طرز کے ستون بنے ہوئے ہیں (تیسری چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی کے اور چھوٹے چھوٹے ستوپے جو اس مقام پر ملے ہیں انپر بھی اس نمونے کا زیبالشی کام پایا جاتا ہے)۔ اس ستوپے کی موجودہ حالت سے ظاہر ہے کہ اصل عمارت سیٹھی پارتھیالی

(۱) کنکر کی قسم کا ایک نرم پتھر جو ٹیکسلہ کے نواح میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ (مترجم)

عہد میں تعمیر ہوئی تھی اور اوسکی ترمیم و توسیع کچھ تو عہد کشان میں عمل میں آئی اور کچھ چوتھی صدی عیسوی میں -

چوترا اور رہ کشادہ رستہ ہو ستوپے کے گرد راقع ہی دونوں زمانہ قدیم میں طواف یا پردکھشنا کا کام دیتے تھے اور دستور یہ تھا کہ زائرین ستوپے کو اپنی دائیں جانب رکھ کر اوس کے گرد چکر لگایا کرتے -

آجکل اہل بودھ عام طور پر کسی ستوپے یا دھرمی مقدس عمارت کے گرد تین دفعہ طواف کرتے ہیں -

لیکن اگر منہ مان رکھی ہو تو سات بار ، چودہ بار ، بلکہ بعض اوقات ایک سو آٹھ بار بھی اس طرح طواف کرتے ہیں - پردکھشنا کا قدیم فرش چوڑے اور ریت سے بنا ہوا ہے - اور اوسکے شمال مغربی ربع کا ایک حصہ سڈکھ کی چوڑیوں سے مزین ہے جن میں سے بعض سالم ہیں اور بعض نصف یا ربع دائرہ کی شکل میں - چوڑیوں کو اس طرح ترتیب دیا ہے کہ ہندسی شکلیں بنادی ہیں اس فرش کے اوپر تین انچ کے قریب ملبہ چڑھا ہوا تھا جس پر چوڑے کا ایک اور فرش تھا - اس

(۱) اس زبانشی کم اور محفوظ رکھنے کی غرض سے مٹی کے ٹھانپ دیا گیا ہے -

دوسرے فرش پر جو ملبہ جمع تھا ارس میں سے کانچ کے چوکوں کے بہت سے ٹکڑے برآمد ہوئے اور اغلب یہ ہی کہ طواف کے تمام رستے کی فرش بندی کسی زمانے میں کانچ کے چوکوں سے کی گئی تھی - اور بعد میں جب فرش مذکور فرسودہ ہو گیا تو بہت سے چوکے یہاں سے اکھاڑ کر کمرہ (F¹) میں پہنچا دئے گئے جہاں بے ترتیبی کے ساتھ فرش میں لگے ہوئے ملے ہیں -

ستوپے کے مشرقی زینے کے قریب ہی بالین جانب ایک مینار کا زیریں حصہ کھڑا ہی - سرکپ کے ستونوں کی طرح غالباً اس مینار کے اوپر بھی کسی زمانے میں شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی (دیکھو صفحہ ۱۳۹) - اور اسمین کلام نہیں کہ اس قسم کے مینار آشوک کے مشہور و معروف میناروں سے نقل کئے گئے ہیں جو اکثر بدھ مذہب کے بڑے بڑے ستوپوں کے قریب قائم کئے جاتے تھے - پردکھشنا سے جو چھوٹی چھوٹی قدیم چیزیں ملی ہیں ان میں صرف چند قدماہاری طرز کے مجسمے اور سکے قابل ذکر ہیں - ارل الذکر کی مثال بودھی ستوا (شا کی

(۱) بودھی ستوا کے لغوی معنی ایک ایسی ہسلی کے ہیں -

جسکی غرض و غایت معرفت یا حق شناسی ہو - گوتم اپنے

منہی گزتم ؟) کی وہ تصویر ہی جس میں وہ اپنے
خدا سمیت ایک شامیانے کے نیچے بحالت ایبے مدر
کہتا ہی - ثانی الذکر یعنی سکے جو تعداد میں ۳۵۵
ہیں ، مغربی زینے کے قریب کنجور کی ایک سل میں
چھپائے ہوئے ملے تھے - انمیں ایزز ثانی ، سوڈر میگس ،
ہوشک ، راسردیو اور ہندی ساسانی یا کشانی
ساسانی عہد کے نمونے شامل ہیں -

ستوبہ کلان کے گرد
چھوٹے مدور ستوبوں
کی تعمیر

یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس میدان
مرتفع پر سب سے پہلے ستوبہ کلان کی تعمیر وقوع
میں آئی تھی - اسکی تعمیر کے وقت اس پاس
کی زمین کو ہموار کر کے اوسپر بالوریت کی تہ جمالی
گئی اور اوسپر چونے کے پلستر کا فرش بڈا دیا گیا -
کچھ عرصے کے بعد اس فرش پر ، یا بلکہ اوس
(سلسلہ فرٹ نوٹ صفحہ گذشتہ)

تمام گزشتہ جنموں میں بودھی ستوبا اور اپنی تاریخی
زندگی میں اوس وقت تک بدھی ستوبا رہا جب تک کہ وہ
درجہ حق شناسی حاصل کرے بدھ نہ بن گیا - شمالی یا
مہایانی فرق کے نزدیک ، گوتم کے علاوہ اور بھی بے شمار
بودھی ستوبا ہیں جن میں کچھ تو انسان ہیں اور کچھ
آسمانی ہستیاں - انمیں سے مشہور نام یہ ہیں :— آلوکی تیشورا -
مہجوسری - ماراجی - سمیت بہدر - رجراپانی اور میڈریا -
آخر الذکر کا ظہور ابھی ہونے والا ہی اور وہ دنیا کے موجودہ
دور کا آخری بدھ ہوگا -

ملیم پر جو ہر روز ایام فرش مذکور پر جمع ہو گیا تھا ، مرکزی ستوپے کے گرد بہت سے اور چھوٹے چھوٹے ستوپے تعمیر ہوئے جنہیں سے ذیل کے گیارہ ستوپے اس وقت تک آشکار ہو چکے ہیں ۔

R^4 - S^8 - B^6 - B^3 - B^7 - B^{16} - B^{20}

D^{10} - D^1 - D^2 اور D^3 - نقشہ (Plate IV) میں یہ نمبر

مغربی جانب سے شروع ہوتا ہے۔ ان چھوٹے ستوپوں کے سطحی نقشے ابتداءً گول تھے مگر بعد میں بعض —

مثلاً D^3 اور R^4 — کے گرد مربع کرسیاں بنا کر

اونکی توسیع کردی گئی ۔ ان کی اندرونی چٹائی

میں انگڑ پتھروں کی بہوتی اور بیرونی جانب مربع

کنچرور لگے ہوئے ہیں اور کرسیوں پر ” کولا اور غلطہ “

کے سوا اور کسی قسم کا زیبائشی کام ان میں

نہیں پایا جاتا ۔ ان میں سے بعض ستوپوں کے اندر سے

تبرکات برآمد ہوئے ہیں جو اونکی بنیادوں سے

پانچ چھ فٹ نیچے مدفون تھے ۔ یہ تبرکات کس

قسم کے تھے اس کی توضیح ذیل کی دو مثالوں سے

بخوبی ہوسکتی ہے :-

۱ — ستوپہ B^6 کے تبرکات کا خانہ چھوٹے چھوٹے

پتھروں سے بنا ہوا تھا (۱) اور اوسکے اوپر پتھر کی ایک بڑی

سل رکھی تھی ۔ اس خانے کے اندر سے سنگ صابون

(۱) یہ ستوپہ اب نظر نہیں آتا ۔

کي ایک ڈبیا ، اور نہایت حمدہ نیلگون پتھر کا
 بنا ہوا ایک چھوٹا سا ستوپہ برآمد ہوا ۔ ڈبیا چار
 انچ اونچي ہی اور خراب پر چڑھا کر بنائی گئی
 ہی ۔ اوسکے اندر سے سفید کانسی کی ایک اور
 ڈبیا بقدر ۱۲ انچ اونچي نکلی ۔ جسکی رفع قطع
 بالکل ستوپے کی شکلی سے مشابہ ہی اور اوسکے اوپر
 ایک چھتری بنی ہوئی ہی ۔ اس چھتری ڈبیا کے
 اندر سے کچھ جلی ہوئی ہڈی اور کچھ راکھ اور
 سونے ، یشب ، مورتی اور ہڈی کے چند منکے دستیاب
 ہوئے ۔ نیلگون پتھر کے چھوٹے سے ستوپے کے نیچے کی
 طرف ایک خلا تھا جس میں اعلیٰ بلور ۔ یشب ۔
 سنگ سلیمانی ۔ یاقوتِ رمانی ۔ نیام ۔ عقیق ۔
 فیروزہ ۔ سبز جیسوار ۔ لہسنیا ۔ صدف ۔ شیشہ
 پکھراج ۔ اور ہڈی کے عمدہ عمدہ سوراخدار دائروں
 اور نگینوں کی ایک خاصی تعداد دستیاب
 ہوئی ۔ انمیں سے بعض دائرے مختلف جانوروں یا
 پرندوں مثلاً شیرببر ، سنگ پشت ، مینڈک ، اور
 راج ہنس کی شکل کے ہیں ۔ بعض کی صورت ہلال

یا ترشول^۱ سے ملتی جلتی ہی - اور بعض کثیرالاضلاع^۲ بادام یا دھولے سے مشابہ ہیں - اس ستوپہ نما دبیا کی ظاہری شکل و صورت سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اصل میں کسی اور قدیم عمارت میں رکھی گئی ہوگی اور جب وہ عمارت عدم مرمت کے سبب زبیران ہوگئی تو اسکو اس ستوپے میں لے آئے جس میں سے وہ اب ملی ہی - لیکن یقینی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ جواہرات جو اسکے اندر سے مستہاب ہوئے اسی قدیم زمانے سے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں -

(۲) ستوپہ S^۳ کے تبرکات کے خانے سے مٹی کے چار چراغ جو اس کے چاروں گوشوں میں رکھے ہوئے تھے ، نیز سنگ صابون کی ایک دبیا اور قرانی بادشاہوں مائیز اور ایزز اول کے عہد کے چار سکے برآمد ہوئے - سنگ صابون کی دبیا میں سونے کی ایک چھوٹی سی دبیا ، سونے کی تین سیفتی پن

-
- (۱) ترشول یا تری رتن (تری رتن = تین رتن یا گوہر) - بدھ مذہب کی تثلیث کی علامت ہے - اس سے یہ تین چیزیں مراد ہیں - (۱) بدھ (۲) دھرم یعنی قانون اور (۳) سنگھا یعنی مذہبی برادری

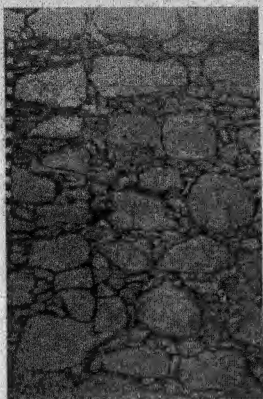
(safety pins.) اور نیلم ، بلور ، یاقوت اور لعل کے دانے رکھے ہوئے تھے ۔ اور سونیکے دیبا میں ہڈی اور یاقوت کے منکے ، چاندی کے پترے ، مونکے کے ٹکڑے ، اور ذرہ سی یادگاری ہڈی بند تھی ۔ ماہ فروری سنہ ۱۹۱۷ ع میں لارڈ چیمسفورڈ نائب السلطنت کشور ہند نے یہ تبرکات جزیرہ لکھا کے اہل بردہ کو تحفہ پیش کئے تھے جنہوں نے شہر کانڈی میں اپنے مندر دند مرلگوا (مندر دندان بدھ) میں ان کو بہ احترام تمام رکھ لیا ہی ۔

مذکورہ بالا چھوٹے چھوٹے ستوپوں کے بعد ستوپہ کلان کے گرد چلے تو وہ چار دروازے بنائے گئے جو ستوپے کے زینوں کے بالمقابل واقع ہیں اور انکے بعد وہ کمرے جو اپنی وضع قطع اور مقصد کے لحاظ سے ان مندروں سے مشابہت رکھتے ہیں جو جمال گرہی واقعہ صوبہ سرحدی میں برآمد ہوئے ہیں ۔ یعنی ان کمروں میں اہل بردہ مذہبی تصاویر رکھا کرتے جن کا مذہ ہمیشہ ستوپہ کلان کی طرف ہوا کرتا ۔ ملک برما میں کسی ستوپے یا اور چیز کو جو اصل میں ثواب کی خاطر بذاتی گئی ہو برباد اور تباہ کرنا بدھ

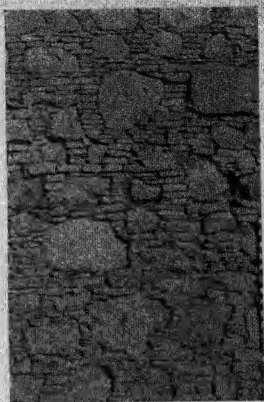
چھوٹے چھوٹے
مندروں کا حلقہ

مذہب کے عقائد کے مذافی سمجھا جاتا ہی - اس سے ہم بہ آسانی یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ قدیم ہند کے اہل بردہ کا بھی یہی خیال ہوگا - چنانچہ جس وقت یہ مندر تعمیر کئے گئے تھے تو چھوٹے چھوٹے ستونوں کو جو اس وقت موجود مگر نہایت ہی خستہ حالت میں تھے اسی طرح رہنے دیا اور انکے درمیانی فاصلوں میں ملبدہ بھر کر نئے مندروں کی دیواریں انکے اوپر تعمیر کر دی گئیں -

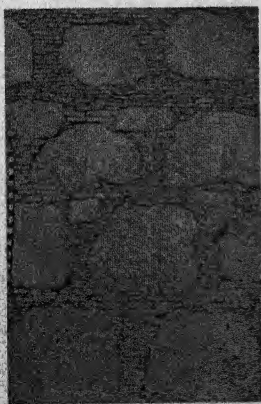
فن تعمیر کے نمونے ان مندروں میں سب سے قدیم مندر اور نیزہ قدیم دیواریں جو دروازوں کے پہلوؤں پر واقع ہیں پہلی صدی عیسوی کے آخری نصف حصے میں تعمیر ہوئی تھیں - یہ مندر اور دیواریں فن معماری کی ایک خاص اور ممیز طرز پر بنی ہوئی ہیں جس کو اصطلاح عام میں ڈائیپر (diaper) کہتے ہیں - جس عہد سے ان مندروں کا تعلق ہی اس زمانے میں اس طرز تعمیر کی خصوصیت یہ تھی کہ کسی قدر گول اور چھوٹے چھوٹے پتھروں کو ایک دوسرے سے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر رکھ کر انکے درمیانی فاصلوں کو نہایت صفائی اور نفاس کے ساتھ پتھروں کی بہت چھوٹی چھوٹی اور باریک کٹلن سے بھر دیا جاتا تھا - اس طرز کی مثالیں مندر B¹⁵ - B¹⁶ - اور D⁹ میں دیکھی جاسکتی ہیں -



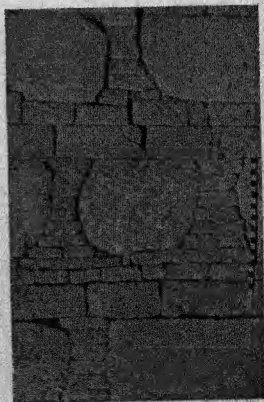
1. RUBBLE.



2. SMALL DIAPER.



3. LARGE DIAPER.



4. SEMI-ASHLAR.

پہلی صدی عیسوی کے آخری حصے میں
 ڈائیپر خروہ یعنی چھوٹے چھوٹے پتھروں والی طرز مفقود
 ہو گئی اور اسکی جگہ ایک نئی طرز نے لے لی -
 جس میں بڑے بڑے پتھر استعمال کئے جاتے تھے -
 فن معماری کی یہ تیسری طرز تھی جو اس
 مقام پر راج پذیر ہوئی - یہ طرز قدیم مندروں کی
 مرمت اور بعد کے بنے ہوئے مندروں میں پائی جاتی
 ہے اور کمرہائے D^۵ اور D^۶ میں اسکی بہت اچھی
 تشریح ملتی ہے - ہر زمانہ اس تیسری طرز کی
 عمارات بھی تیار ہواں ہو گئیں اور اونکے درمیانی
 فاصلے خود اونہی کے ملنے سے بھر گئے اور اونکے اوپر
 اصلی فرش سے بھی چند فٹ کی اونچائی پر بالکل
 نئی طرز کے اور مندر تعمیر کئے گئے - اس چوتھی طرز
 میں ڈائیپر اور ایشلر (ashlar) کی طرز تعمیر مشترک
 کر دی گئی - یعنی ڈائیپر کے ساتھ ہی ترشے ہوئے
 پتھر بھی استعمال کئے گئے جنہیں تراش کر قریباً
 مستطیل شکل دے لی جاتی تھی - یہ طرز تیسری
 چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی میں رائج تھی
 اور قدیم مندروں کے بالائی حصوں کی مرمت اور
 نئے مندروں کی تعمیر میں استعمال ہوئی ہے (دیکھو
 عمارات B^۱ و B^{۱۳}) - اس طرز کی ابتدائی مثالوں میں تر

ڈائپر کلان کے ایک رومے کے بعد ترشے ہوئے پتھروں کا صرف ایک ہی رومہ لگایا جاتا تھا لیکن بعد کی عمارتوں میں دو در اور تین تین رومے بھی لگائے گئے ہیں۔

الغرض ستویہ کلان کے گرد ہمیں فن تعمیر کی چار بالکل مختلف اور واضح طرزین ملتی ہیں (دیکھو نقشہ ۵ - Plate V)۔ اول تورانی پارتمیائی عہد کا ریل نمونے کا کام جس میں کنچور اور پتھر استعمال کئے گئے ہیں۔ دوم نفیس اور باریک ڈائپر خورد کا وہ کام جو پہلی صدی عیسوی میں راج یزیر ہوا۔ سوم دوسری صدی عیسوی کا ناعمور اور بہاری ڈائپر کلان کے نمونے کا کام۔ اور چہارم تیسری صدی اور بعد کی صدیوں کی وہ نیم ایشلر (semi-ashlar : semi-diaper) طرز جس میں کچھ تو ڈائپر کا کام ہی اور کچھ ترشے ہوئے چوکر پتھروں کا۔ ان چار مسلسل طرزوں کی چنائی، دھرمارجیکا سترہ کی عمارات میں نیز شہر سرکپ اور دیگر مقامات میں بکثرت پائی جاتی ہے۔

چھوٹی چھوٹی قدیم چیزیں جو ان مندروں میں سے دستیاب ہوئیں وہ عموماً آخری زمانے کی عمارات کے اندر سے

چھوٹی چھوٹی قدیم
اشیاء

ملمی ھین - اور ارنمبن زیادہ تر چوٹے اور پختہ مٹی
 کی مورتیں ھین جنکی عمدہ مثالیں پلیٹ ۶ کی شکل
 ب ر چ (Plate VI, b-c) میں دی گئی ھین :-

(b) پختہ مٹی کا سر :- $1\frac{1}{4}$ انچ بلند ھی -
 اسکے خطر ر خال کی بذات اور بالوں کی
 آراستگی نمایاں طور پر یونانی صنعت
 کو یاد دلاتی ھی -

(c) بودھی ستوا کا چوٹے کا سر :- اونچائی
 میں ۹ انچ ھی - اسکے بال ، ارشنیشا (۱)
 سے نیچے ، لٹون کی شکل میں بنے
 ہوئے ھین اور انجام پر حلقوں کی صورت
 اختیار کر لیتے ھین - بالوں کی ساخت
 کو دیکھ کر کانسی کے کام کا گمان ہوتا
 ھی - یہ سر مندر (B^{12}) سے دستیاب
 ہوا تھا -

مندر (S^3) کے جذوب مغربی کونے میں ایک
 کرسی دار چبوترے کے آثار باقی ھین جس کی

(۱) ارشنیشا (ushnisha) کے معنی ھین ”تارک سر کا ابھار“ -
 یہ بڑی شخصیت (مہاپرش) کی علامت سمجھی جانی تھی -

بہرتی میں صرف مٹی بہری ہوئی تھی - اس
بہرتی میں سے بہت سی مٹی کی مہربن نکلی ہیں
جنہر عہد گپتا کی طرز تحریر میں بدھ مذہب کا
کلمہ منقوش ہی جو یے دھرمما ہیتر پرہوا سے
شروع ہوتا ہی - اس قسم کی مہربن اکثر بدھ
مذہب کے قدیم ستوپوں میں بلکہ بعض اوقات
مجسموں میں بھی پائی گئی ہیں -

نقشہ ۴ (Plate IV) میں نقطہ دار خطوط دئے ہوئے
ہیں - ان کی پیروی کرنے سے ہم ستوپہ کلان کے جنوبی
دروازے سے پردہ کشنا میں داخل ہو کر اول سترپے
کا طراف کرینگے اور پھر اسی دروازے سے باہر نکل
آئینگے - اب اگر ہم بائیں طرف جائیں تر اپنی دائیں
جانب ہمیں ایک اور بڑا ستوپہ نظر آئیگا جس کو
نقشے میں (J¹) سے تعبیر کیا گیا ہی - اس کی کرسی
۳۲ فٹ ۴ انچ مربع اور تین درجوں میں منقسم ہی
جن میں سے ہر ایک درجہ نیچے والے درجے سے چھوٹا
ہی - کسی زمانے میں کرسی کے اوپر ایک
مدور ڈھوانڈا اور گنبد اور گنبد کے اوپر چھتری تھی
لیکن اب ان چیزوں کے نشانات معدوم ہو چکے ہیں -
معلوم ہوتا ہی کہ قدیم زمانے میں اس ستوپے
کی چند بار وسیع پیمانے پر ترمیم ہو چکی ہی

ستوپہ J¹

کیونکہ جو نقش و نگار اس پر موجود ہیں وہ دو مختلف زمانوں کے ہیں - شمالی جانب کے زیریں درجہ کا زیبالشی کام قدیم زمانے سے تعلق رکھتا ہے - اس کام میں انسانی تصاویر کے مجموعوں کے درمیان کارنتھی ستون بند ہوئے ہیں ' مورٹین چو نے کئی ہیں اور ارسنی مصالحہ سے ستوپے کے چاروں رخسار مکمل کئے گئے ہیں - مورٹین مین دکھایا گیا ہے کہ وسط میں بدھ آلتی پالتی مارے بیٹھا ہے اور ارسکے دونوں جانب ایک ایک خادم ہندی ترائی لباس پہنے کھڑا ہے - ستوپے کی مرمت کے وقت یہ تصویریں بہت خستہ حالت میں تھیں اس لئے اس بالائی افریز (۱) کو جو ستونوں کے اوپر بنی ہوئی تھی اپنی جگہ سے نیچا کر کے ان تصویروں کے برابر لے آئے اور بدھ کی ان تصویروں کے کندھوں پر رکھ دیا جنکے سر ضائع ہو چکے تھے - اس کے علاوہ مشرقی اور جنوبی پہلوؤں پر چھوٹے چھوٹے ستونوں کا ایک نیا سلسلہ اڑھایا گیا جس کے اوپر افریز اور پرکالوں کے درمیان بریکٹ (۲) بنائے گئے - ان

(۱) یہ لفظ رسالہ "المشرق" مطبوعہ بیروت میں اکثر استعمال ہوا ہے - انگریزی لفظ (frieze) ہے - (مترجم)

(۲) آگرہ کے سنگ تراش بریکٹ (bracket) کو گھڑی یا موڑی بوی کہتے ہیں (مترجم)

دورن پہلوڑن پر بدھ کا کوئی مجسمہ نہیں
ہی -

دوسرے درجے کی زیبائش بھی بظاہر بعد کے زمانے
کی توسیع سے تعلق رکھتی ہے۔ اوسمیں یکے بعد
دیگرے ہاتھیرن کی قطاریں اور انسانی شکل و صورت
کے ستون (Atlantes) ہیں جن کے مضحکہ انگیز
انداز اور بعد کے زمانے کی گری ہوئی صنعت خاص
طور پر قابل ملاحظہ ہیں -

یہاں سے ذرا اور مشرق کی طرف چلین تو ستوپہ
J² ملیگا - اس ستوپے میں سے چند ایسی قدیم
چیزیں دستیاب ہوئی ہیں جو خاص طور پر دلچسپ
ہیں - تبرکات کا خانہ سطح فرش سے دو فٹ اونچا
اور عمارت کے عین وسط میں واقع تھا - اس میں سے
سنگ صابن کی ایک ڈبیا ملی جو شکل و شبہات
میں یونانی صندوق تبرکات (pyxis) سے ملتی جلتی
ہی - اس کے اندر ایک چاندی کی ڈبیا اور چاندی
والی میں ایک چھوٹی سی سونے کی ڈبیا تھی
جسکے اندر ہڈیوں کے چند باریک باریک ٹکڑے رکھ
ہوئے تھے - سنگ صابن والی ڈبیا میں چند منکے
بھی تھے لیکن چونکہ اونکے ساتھ کوئی سکہ نہیں ملا

ستوپہ J²

اسلئے سترپے کی تعمیر کے زمانے کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔ اس قبیلہ کی وضع قطع ارس قبیلہ سے بہت مشابہہ ہے جس کو چند سال ہوئے مصنف ہذا نے موضع چار سدہ (ضلع پشاور) میں غزنویوں سے برآمد کیا تھا اور جس کے ساتھ عہد زائونیسز (Zeionises) کا ایک سکہ بھی تھا۔ لیکن ستوبہ (J^2) کے ساز اور دیگر زیبا نشی خط و خال سے پایا جاتا ہے کہ وہ شاہ زائونیسز سے بعد کے زمانے کا بنا ہوا ہے۔

ستوبہ ہائے (J^3) سے آگے شمالی جانب چل کر ہم ارس کے قسم کے ستوبوں کے ایک اور مجموعے پر پہنچتے ہیں۔ یہ سب کے سب مربع الشكل اور نیم ایشلر طرز کے مطابق بنے ہوئے ہیں اور ان کے موجودہ بقیات (سطح زمین سے) بقدر ۳ فٹ یا کچھ کم بلند ہیں۔ ستوبہ (N^{11}) کے اندر سے سادہ سرخ مٹی کا ایک گہرا برآمد ہوا تھا جس میں شاہر ثانی (سدہ ۳۰۹ تا ۲۷۹ م) کے عہد کے ۱۵ تانے کے سکے رنجے ہوئے تھے۔ ستوبہ (N^{10}) سے ایک اور مٹی کا برتن ملا جو اگرچہ بڑی طرح شکستہ ہو چکا تھا مگر ارس کے مٹی میں سے مرنے، لاجورد، سدہ اور کانچ کے آثار مذکور نکل آئے۔ ستوبہ (N^9) سے بھی چند مٹے دستیاب ہوئے۔

ستوبہ ہائے (N^{13})

منادر (N¹⁸)

ان ستونوں سے ذرا اور شمال اوچل کر ایک کشادہ
 راستہ ملتا ہے جس کے دونوں جانب ستوپے اور
 مندر بنے ہوئے ہیں۔ یہ رستہ ارس خانقاہ کی طرف
 جاتا ہے جو میدان مرتفع کے شمالی حصے میں
 واقع تھی اور ابھی تک کہودی نہیں گئی۔ رستے
 کے دونوں طرف جو مندر ہیں ان میں سے (N¹⁷)
 اور (N¹⁸) باوجود اپنی خستہ حالت کے اسوقت بھی
 شاندار ہیں۔ دونوں مندر چوتھی یا پانچویں صدی
عیسوی کی نیم ایشیائی طرز کے مطابق بنے ہوئے ہیں۔
 ان میں بدھ کی چند صورتوں کے بچے بچائے حصے
 ملتے ہیں جن میں صدر کی صورتیں، جو دروازوں
 کے عین سامنے ہیں، غیر معمولی قدر قامت کی
 تھیں۔ مندر (N¹⁸) میں جو مجسمہ تھا اس کے صرف
 پاؤں اور لباس کا حصہ زمین باقی رہ گئے ہیں۔ لیکن
 پاؤں کی ناپ سے (جو ایڑی سے انگلی تک پانچ
 فٹ تین انچ ہے) اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پوری تصویر
 ضرور پینتیس فٹ کے قریب بلند ہوگی اور اس لئے
 مندر خود چالیس فٹ سے کم اونچا نہ ہوگا۔ ان
 تصویروں کا اندرونی حصہ ارس زمانے کی اور تصویروں
 کی مانند کنچر، مٹی، یا پتھر اور مٹی سے بنایا
 گیا ہے اور چونے کی استراکائی، جس سے تصویر کے



(a)



(b)



(c)



(d)

TERRACOTTA AND STUCCO HEADS FROM THE
DHARMARAJIKA STUPE.

خط و خال نمایان کئے گئے ہیں، خالص قلعی کے چوٹے کی ہی - بعض ایسی - مثالیں بھی ملی ہیں جن میں سرخ رنگ اس وقت تک بتوں کے لباس پر موجود ہی اور اس میں کلام نہیں کہ سنہری اور دیگر قسم کے رنگ و رخن بھی ان تصویروں کی آرائش و زیبائش میں استعمال کئے جاتے تھے - انہیں سے بعض چھوٹی مورتوں کے پاروں کی بنارت میں حسن ساخت کا بہترین نمونہ نظر آتا ہے - تصویروں کے چند سر اور ہاتھ جو ان مندروں کے سوختہ ملے میں سے دستیاب ہوئے تھے انہیں سے ایک سرجو $13\frac{1}{4}$ انچ اونچا اور اس زمانے کی مرزجہ طرز کے مطابق بنا ہوا ہے غالباً اس مورت کا ہے جو مندر (N¹⁷) میں کھڑی ہے (دیکھو Plate VI, a)

یہاں سے ذرا پیچے ہت کر ستوپہ (N⁶) کے پاس سے ہوتے ہوئے مغرب کی جانب چلیں تو ہم ستوپہ (N⁷) ستوپہ N⁷ پر پہنچ جائیں گے - یہ ستوپہ کسی قدیم عمارت کے آثار پر تعمیر کیا گیا ہے - اس کے تبرکات کا خانہ صاف ستھرے کنجور رنکا بنا ہوا ہے اور منجملہ دیگر تبرکات کے اس کے اندر سے سفید بلور کا ایک شیر ملا جسکی تصویر پلیٹ ۱۶ شکل ۱۱ (Plate XVI, 11) میں دی ہوئی ہے - اس شیر کے نیچے سنگ قندھار کی ایک دہلیا

رکھی تھی جس میں سفید کانسی کی ایک اور ڈبیا تھی اور اس میں ہڈی کے چند بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کسی مصنوعی نیلگون مرکب کا ایک چمکدار منکا اور دو سچے مرتی تھے۔

ستوپہ (P⁷) اور (P¹⁰) کی درمیانی جگہ میں سنگ قندھار کی، اور قندھاری طرز کے مطابق بنی ہوئی، ایک شکستہ تصویر بائی گلی جس میں ایک بند کر مہاتما بدھ کے سامنے شہد پیش کرتا ہوا دکھایا ہے۔ اس تصویر سے ذرا اور نیچے مٹی کی ایک چھوٹی سی ہڈیا تھی جس میں سلطنت کشان کے دور آخر کے پانچ طلائی سکے، سونیکے ایک ٹھوس اور موتیوں والی مڑکی، چند سادے یا خیاردار طلائی منکے، اور سونیکا دندائے دار حاشئے والا ایک شکستہ زیور تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشیاء اسوقت یہاں رکھی گئیں جسوقت متصلہ عمارات کرکردب دبا چکی تھیں۔

عمارات (P¹) و (P²) اس مقام سے کسی قدر جانب غرب عمارات (P¹) اور (P²) کے درمیان ایک تنگ سی گلی ہے۔ عمارت (P¹) تو زمانہ کشان کا ستوپہ ہے اور (P²) بعد کے زمانے کی طرز تعمیر کا مندر۔ درمیانی گلی میں بدھ کی دو بڑی بڑی مورتیں پتھر

کی کرسی پر رکھی ہوئی ہیں - بدھ اَلتہی پالتی مارے بیٹھا ہی اور اوسکے ہاتھ بحالت استغراق گردن میں رکھے ہیں - افسوس ہی کہ ان تصویروں کے سر ضائع ہو چکے ہیں -

یہاں سے چل کر ہم ایک کھلے میدان میں پہنچتے تالاب ہیں جس میں ایک تالاب واقع ہے - اس تالاب کے شمالی اور مشرقی پہلوؤں پر چار چھوٹے چھوٹے ستوپے ہیں جو اسلئے دلچسپ ہیں کہ ان کا تعلق اہل کشان کے زمانے سے ہے جس کی تعیین میں بہت لچھے اختلاف پایا جاتا ہے - تالاب کی دیواروں کی چٹائی بہت بھدی اور ارنپر چونے کا پلاستر ہے - شمالی جانب بختہ سیرہیان لگی ہیں جو تالاب کی تہ تک چلی گئی ہیں - (K^2) اور (K^3) ستوپوں کی بنیادیں اس زینے کے مالائی سرے سے آگے بڑھی ہوئی ہیں یعنی زینہ کا ایک حصہ ان کے نیچے دبا ہوا ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تالاب مذکور ان ستوپوں کی تعمیر سے قبل ہی غیر مستعمل ہو کر مابہ مٹی سے بھر گیا تھا - لیکن چونکہ تالاب پہلی صدی عیسوی یعنی تورانی پارٹیائی عہد میں تعمیر ہوا اس لئے رثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ستوپے نویں صدی

عیسوی سے قبل تیار نہیں ہوئے بلکہ ممکن ہی کہ اس سے بھی بہت بعد کے زمانے میں بنے ہوں۔

ستوپہ (K^3) کے اندر سے ایک برتن دستیاب ہوا تھا جس میں کچھہ راکھ اور عہد کشک کے تین سکے رکے تھے۔ ستوپہ (P^6) بھی بظاہر اسی زمانے کی عمارت ہی جس سے (K^3) کا تعلق ہے۔ اور اس میں سے بھی ایک مٹی کا ظرف اور ہوشک اور واسودیو کے دس سکے برآمد ہوئے جن میں سے پانچ سکے اور کچھہ راکھ تو برتن کے اندر تھی اور پانچ سکے باہر۔ تاریخ ٹیکسلہ کی تزیین کے طویل سلسلے میں یہ واقعہ ایک اہم کڑی کا کام دیتا ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل کشان کا زمانہ اہل پارٹھیا سے قبل نہیں بلکہ بعد میں واقع ہوا۔

ستوپہ (K^1) تالاب کے مغربی پہلو پر ستوپہ (K^1) بھی توجہ کا مستحق ہے۔ اس میں کارس اور دیگر جزئیات کے علاوہ جن یونانی اثر خاص طور پر نمایاں ہیں بدھ کی وہ تصویر بھی قابل دید ہے جو ستوپے کے شمالی پہلو پر طاقچے میں بنی ہوئی ہے۔

ستوپہ (K^1) کی تعمیر سے کچھ عرصہ بعد اوسکے شمالی جانب چند چوڑے چوڑے کمرے (غالباً مندر)

اور بنائے گئے۔ ان کے دروازے شمال کی طرف ہیں اور سب کمرے ایک ہی کرسی پر قائم ہیں۔ کرسی پر چھوٹے چھوٹے ستون اور ستونوں کے درمیانی فاصلوں میں طاقچے ہیں جن میں بدھ کی صورتیں رکھی ہوئی ہیں۔ یہ طاقچے معرابوں یا دھاران باڑن دار دروازوں سے مشابہ اور بعینہ اسی نمونے کے ہیں جیسے ستوپہ کلان کے چبوترے کے اوپر بنے ہوئے ہیں۔

اس مقام کے شمال میں ایک بلند میدان ہی جس پر چڑھکر ان عمارتوں کا اور گرد و نواح کا نظارہ دیکھنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا (دیکھو - Plate IX)۔ نو سال کا عرصہ ہوا کہ کھدیی ہوئی رقبہ کی سطح اس میدان کی سطح سے کچھ ہی نیچے تھی۔ اور اگر اب ہم اس میدان کے کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اس ملبہ کی مقدار کا معقول اندازہ کر سکیں گے جو اٹھائے حفريات میں ان عمارات کو آشکار کرنے کے لئے یہاں سے اٹھانا پڑا ہی۔ خود ستوپہ کلان کے گرد جس جگہ تک یہ ملبہ چڑھا ہوا تھا اس کا نشان عمارت کے پہلوؤں پر صاف نظر آنا ہی۔

جو کھنڈرات ابھی اس میدان مرتفع کے نیچے دے ہوئے ہیں وہ کس قسم کے ہونگے۔ اس کا اندازہ ان بوندہ عمارات سے ہو سکتا ہی جو اسی نواح میں

دیگر مقامات پر موجود ہیں - اگر ہم اس راہ کی اور
 بلندیوں کی طرف نظر درجائیں تو معلوم ہوگا کہ انہیں
 سے بہت سی بلندیوں پر قدیم کھنڈرات کے سلسلے واقع
 ہیں اور ہر سلسلے میں پہاڑ بہ پہاڑ ایک گول
 اور ایک مربع اُبلہ نظر آتا ہے - انہیں مدور تیلے کے
 نیچے تو عموماً کسی ستوپے کے کھنڈرات اور مربع ڈھیر
 کے تیلے کسی خانقاہ کے آثار دے ہوئے ہیں - بعینہ
 یہی حالت دھرمارا جیکا ستوپے کی تھی جو ٹیکسلہ
 میں اہلی قسم کی سب سے بڑی سے عمارت سمجھی
 جاتی تھی - یہاں بھی ہمیں ماننا پڑیگا کہ ستوپے
 کی مقدس عمارت کے قریب ہی پجاریوں اور بھکشوؤں
 کی رہائشی ضروریات کا بھی کماحقہ انتظام کیا
 گیا ہوگا - اور چونکہ شمالی میدان مرتفع کی جائے رقوم
 اور اسکی ظاہری ہیئت اور رضع قطع سے صاف طور پر
 پایا جاتا ہے کہ وہ مکانات ضرور اسی مقام پر واقع
 تھے پس اس میدان کے مشرقی پہاڑ پر جو بلند اور
 مستحکم دیواریں برآمد ہوئی ہیں وہ یقیناً انہی
 مکانات سے تعلق رکھتی ہیں - لیکن بعض مقامات
 پر آزمائشی کھدائی کر نیسے جو نتائج برآمد ہوئے
 ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ امر مشتبہ معلوم ہوتا ہے
 کہ اس رقبہ کی کھدائی سے کوئی مفید نتیجہ برآمد
 ہو سکیگا -

اس میدان سے لیچے اتریں تو دائیں طرف مندر (H¹) رانغ ہی . یہ مندر غالباً اس غرض سے تعمیر کیا گیا تھا کہ ارسمین بدھ کی ایسی مورت رکھی جائے جو اس کی ازم کی حالت کا نقشہ پیش کرے اس عمارت کی تعمیر میں تین مختلف طرز کی چٹائی سے صاف ظاہر ہے کہ تمام عمارت ایک ہی وقت میں پایہ تکمیل کو نہیں پہنچی تھی . قدیم مندر یعنی اصلی عمارت کی چٹائی ڈائیور خورد نمونے کی ہے . لیں بعد ازاں ڈائیور کلان کی طرز کی در دیواریں اس میں اوز ایزاد کی گئیں . اینٹ تو مندر سے بالکل ملحق اور محض اس کے استحکام اور توسیع کی غرض سے اور دوسری پردکھشنا اور دیورزی کے گرد احاطہ کرنے کے لئے . کچھ عرصہ کے بعد جب سطلم زمین چند فٹ اونچی ہو گئی تو مندر کی عمارت میں کچھ اور اضافہ کئے گئے جنکی چٹائی نیم ایشلر طرز کی ہے . اور ان سے بھی کچھ عرصہ بعد بعض دیگر ترمیمات عمل میں آئیں . اس عمارت سے جو چھوٹی چھوٹی قدیم چیزیں برآمد ہوئی ہیں ان میں سب سے دلچسپ یونانی بادشاہ زوایلس (Zoilus) کے عہد حکومت کے اٹھالیس کھوٹی چاندی کے سکے ہیں . (دیکھو نقشہ مسکوکات - Plate III, 14) . یہ سکے قدیم

مندر کی بنیاد کے نیچے سے دستیاب ہوئے تھے اور معلوم ہوتا
ہی کہ اہل بوندھہ کے اس مقام پر قابض ہونیسے
پیشتر اس جگہ رکیے گئے تھے۔

Pits M^۴ دوگرہ

یہ دونوں گڑھ چرنہ ملانے کے لئے استعمال کئے
جاتے تھے اور ان کی دلچسپی کی خاص وجہ یہ
ہی کہ ان سے قندھاری صنعت کے عروج کے زمانے
کا کسی قدر پتہ چلتا ہی۔ انکے فرش میں سنگ
قندھار کی مررتیں لگی ہوئی ملی ہیں۔ جو فرش
پر الٹی جمائی گئی تھیں اور انکے نیچے کی طرف
ابھران تصویروں کے نشان اب تک موجود ہیں۔
چونکہ فرش میں لگے جانے سے قبل یہ نقش بہت
فرسودہ اور خستہ ہو گئے تھے اس لئے ہم رتوق کے ساتھ
کہہ سکتے ہیں کہ ان تصویروں کی مہبت کاری اور
گڑھوں کی تعمیر میں ایک صدی بلکہ اس سے بھی
زیادہ عرصے کا وقفہ حائل ہوا ہوگا۔ لیکن گڑھوں کی
دیواروں کی طرز تعمیر سے پایا جاتا ہی کہ وہ تیسری
یا چوتھی صدی عیسوی میں بنائے گئے تھے۔ پس
یہ ابھران نقش کسی طرح دوسری یا تیسری صدی
عیسوی سے بعد کے زمانے کے نہیں کہے جاسکتے
بعینہ اسی قسم کی شہادت کمرہ B¹⁷ سے بھی دستیاب
ہوئی ہی جو ستوپہ کلان کے مشرقی جانب واقع ہی۔

(G¹) سے (G⁴) تک جو مکانات کا پیچ در پیچ سلسلہ ہی رہ در اصل چند مختلف زمانوں کے مندر ہیں جنکی طرز تعمیر بھی ایک دوسرے سے مختلف ہی - عمارتی نقطہ خیال سے تو یہ مندر چندان قابل التفات نہیں لیکن مندر (G⁵) جو ستوبہ کلان کے ٹھیلک مغرب میں واقع ہی، خاص ترحہ کا مستحق ہی، اس لئے کہ اس میں سے ایک ایسی دلچسپ یادگار دستیاب ہوئی جو هندوستان سے برآمد شدہ آثار کے بہترین زمرے میں شمار کئے جانے کی مستحق ہی - یہ یادگار مندر کی عقبی دیوار کے قریب اصلی فرش سے ایک فٹ نیچے ملی اور سنگ صابون کی بنی ہوئی ایک ڈبیا کی صورت میں ہی جسکے اندر ایک اور چاندی کی ڈبیا اور آخرالذکر میں چاندی کا ایک لکھا ہوا پترا اور ایک سونیکھی ڈبیا ملی جس میں ذرا سی ہڈی رکھی ہوئی تھی - وہ پترا کی سل جو اس امانت کے اوپر رکھی گئی تھی ایام قدیم ہی میں چھوٹے گرجانیکے باعث ٹکڑے ٹکڑے ہوچکی تھی اور اس کے صدمے سے سنگ ماہون اور چاندی کی ڈبیاں ٹوٹ گئی تھیں - لیکن سونے کی ڈبیا کو کچھ نقصان نہیں پہنچا تھا - پترا کے کنارے کے چند ٹکڑے بھی ٹوٹ گئے تھے مگر خوش قسمتی سے

وہ سب کے سب وہیں سے مل گئے (دیکھو نقشہ - Plate VII) - اس پتھر پر جو کتبہ کندہ ہی وہ کھرسٹھی رسم الخط میں لکھا ہوا ہی اور سنہ ۱۳۶ (مطابق قریباً سنہ ۷۸ عیسوی) کا ہی - اس میں تحریر ہی کہ یہ ہڈیاں مہاتما بدھ کی ہیں - کتبہ کا ترجمہ حسب ذیل ہی :-

” ماہ اساتذہ سال ۱۳۶ سنہ ایزرا کی پندرہویں تاریخ کو یورا سکیز پسر لڑا فریا ساکن بلم حال آباد قصبہ نوچا نے مقدس ہستی کی ان ہڈیوں کو نہایت خلوص کے ساتھ محفوظ کیا - یوراسکیز نے ”مقدس ہستی“ کے تبرکات کو بردھی ستوا کے مندر واقعہ دھرممارا جیکا ستوپہ میں بحفاظت تمام رکھا جو ٹیکسلہ ضلع تدروا میں

(۱) پروفیسر کنو (Konow) نے باتباع پروفیسر ہنڈار کر لکھا ہی - کہ ہراکرت میں لفظ آریاۃ زبان سنسکرت کے لفظ ادیاۃ کا مترادف ہی - اور اس کا ترجمہ یوں ہی ”ماہ اساتذہ کے پیر حصے کی پندرہویں دن“ (۲) یا شاید امانت فریا

(۳) ہوائر صاحب (M. Boyer) کا خیال ہی - کہ کنووا اس مندر کا نام (سنسکرت کنوویاۃ = قربانی جسم) ہی - پروفیسر کنو اس لفظ کو مندر کی بانیہ کا نام خیال کرتے ہیں -

واقع ہی - ان تبرکات کو اس طرح محفوظ کرنے سے یہ مقصد پیش نظر ہی کہ اس کار خیر کی برکت سے بادشاہ اعظم ، شاہ شاہان ، دیوتا صفات بادشاہ کشان کو صحت کلی نصیب ہو - نیز یہ کار خیر تمام بدھوں ، رشیوں اور تمام اہل ادراک ہستیوں اور بانی کے والدین ، دوستوں ، صلاحکاروں اور اعزاء و اقرباء کے اعزاز میں اس غرض سے انجام دیا گیا ہی کہ خود بانی کو کامل صحت نصیب رہے - کاش کہ اس نذرانے کی برکت سے اس زندگی کے بعد نراران میسر ہو جائے "

کمرہ (G⁴) کے سب سے بڑائی فرش پر بہت سے ترشے ہوئے کنجور ملے جو اصل میں کسی چھوٹے ستوپے کے اجزا تھے - یہ پتھر فرش پر ایسے بے طرح بکھرے پڑے تھے کہ انکو نڈ سرے سے ترتیب دیکر ستوپے کی وضع قطع معلوم کرنے کی کوشش محض بے سود تھی - ان میں کنجور کی ایک سل کے اندر سے سنگ صابون کی بنی ہوئی " آثار " رکھنے کی در دبیان برآمد ہوئیں - جن میں سے ایک کے اندر ہاتھی دانت کی ایک چھوٹی سی دبیا تھی اور ہاتھی دانت کی دبیا میں ایک بہت چھوٹی سرنے کی دبیا جس پر بے قول سی

ہندسی شکلیں اور پھول پتی کی تصویریں منقش تھیں۔ سونے کی ڈبیا میں جلی ہوئی ہڈی کا ایک ٹکڑا، ایک طلائی منکا، اور مختلف جسامت اور شکل کے بہت سے چھوٹے چھوٹے موتی رکھے ہوئے تھے۔ دوسری ڈبیا میں سے، جو یونانی صندوق تبرکات کی مشکل تھی، چاندی کی ایک چھوٹی ڈبیا برآمد ہوئی جس پر ہمدے سے نقش انہ ہوئے تھے۔ اس کے اندر ایک اور چھوٹی طلائی ڈبیا تھی جس میں سونے کے چند باریک پترے اور جلی ہوئی ہڈی کے درگزر رکھے تھے۔

منجملہ دیگر عقائد کے ان مکانات (G^{18}) سے مٹی کا رہ ڈازھی والا سر بھی برآمد ہوا ہے جس کی تصویر (Plate VI, d) میں دی ہوئی ہے۔ اس سر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی طرز ساخت اڑائل قرون وسطیٰ کی رسمی طرز سے بالکل الگ اور مختلف معلوم ہوتی ہے۔

(مندر R^1)

ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ چھوٹے گول ستوپے (R^4) کی تعمیر کے بعد اس کی چند بار ترمیم و توسیع ہوئی۔ چنانچہ پہلا اضافہ جو اصلی عمارت پر کیا گیا وہ خوبصورت ترشے ہوئے کنجوروں کے

ایک مربع چبوترے کی صورت میں ہوا جس کو کارنتھی طرز کے نازک ستونوں اور ایک سادہ دندائے دار کارنس سے مزین کیا گیا تھا - اسکے بعد وہ در مربع چوبیاں بڑھائی گئیں جو اس چبوترے کے مغربی جانب بنی ہوئی ہیں اور ساتھ ہی ستوپے کے شمال مغربی اور جنوب مغربی گوشوں سے در چھوٹی چھوٹی دیواریں سیدھی باہر تک کھینچ کر مغربی دیوار کے سامنے ایک چھوٹی سی دیوڑھی بنادی گئی اور کچھ عرصے کے بعد مغرب کی طرف اور اضافہ کر کے اس دیوڑھی یا مندر کو در چند کر لیا گیا - اس عمارت میں خاص توجہ کے قابل وہ خستہ مگر خوش تناسب تصاویر کے مجموعے ہیں جو چوکیدوں اور دیوڑھی کی شمالی اور جنوبی دیواروں کی درمیانی تگ گلیں میں بنے ہوئے ہیں - ان میں سے ایک مجموعے میں جو جنوبی چوکی کے جنوبی رخ پر بنا ہی اس وقت کا منظر دکھایا ہی جبکہ گرتہ بدھ کیل رست سے روانہ ہوا ہی - بدھ کے ہمراہ عصا بردار (رجرا پانی) بھی ہی جس کی تصویر ایسے موقعوں پر قدیماری نقوش میں عام طور پر بنائی جاتی تھی - دوسرے مجموعے میں جو شمالی چوکی کے شمالی رخ پر ہی بدھ کے گہوڑے کتھک کو اپنے آقا سے رخصت ہوتے ہوئے دکھایا ہی -

دیکھئے جانور شہزادہ کوتم کے قدسوں کو دوسرے دیجے کے لئے جھکا ہوا ہی اور ایک طرف چٹنگ سائیس اور ایک اور شخص اور دوسری طرف سے "عہد برار" ہرزے کی جانب دیکھ رہے ہیں۔

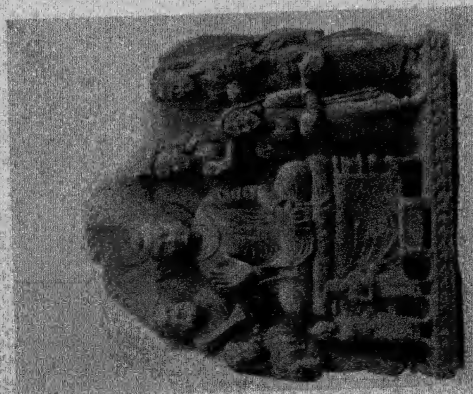
ان تصویروں کے علاوہ چہنے اور مٹی کی مورتوں کے بے شمار سر بھی اوس ملبہ میں سے برآمد ہوئے جو اس مندر کے اندر اور اس کے ارد گرد جمع ہوئے تھا۔

عمارت (L)

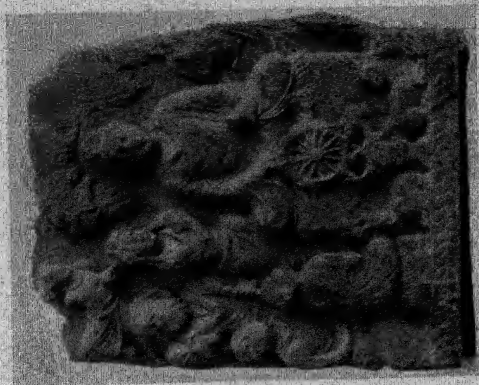
عمارت (L) جو مندر (R¹) کے عین جنوب میں واقع ہے دراصل دو کمروں والا مندر تھا اور ایک بلند کرسی پر تعمیر کیا گیا تھا جس کے شمالی جانب ایک زینہ بنا تھا۔ اس وقت اس عمارت کی صرف کرسی کی دیواریں ہی باقی رہ گئی ہیں جو عہد کشان میں ڈائپر کان کے نمونے پر تعمیر ہوئی تھیں۔ لیکن عمارت کے آس پاس سے بہت سی قدحاری تصاویر ملی ہیں جو کسی زمانے میں بالائی عمارت کی زینت و زینت کا کام دیتی تھیں۔ یہ تصاویر بلاشبہ عمارت مذکور کی ہم عصر اور عہد کشان ہی کی بنی ہوئی ہیں۔ انمیں سے دو مرقعوں کی عکسی تصویریں پلیٹ ۸ پر دی ہوئی ہیں۔ جذبی تشریح حسب ذیل ہے :-

(Plate VIII, a) - یہ تصویر اونچائی میں

DHARMARAJIKA STUPA.



(a) OFFERINGS TO BUDDHA AFTER
HIS ENLIGHTENMENT.



(b) THE FIRST SERMON.

۱۹ انچ ہی اور غالباً ارس وقت کا نظارہ پیش کرتی
 ہی جب کہ حصول معرفت کے بعد بدھ کی
 خدمت میں نذرانے پیش کیئے جارہے تھے - وسط
 میں بدھ نے ، جو ایک گدی دار تخت پر آلتی پالتی
 مارے بیٹھا ہی ، اپنا دایاں ہاتھ اظہارِ امان (ابج مدرا)
 کے انداز میں اڑٹھا رکھا ہی - ارس کے دائیں جانب
 عصا بردار دائیں ہاتھ میں عصا لیئے کھڑا ہی - سامنے
 تین یا تری عورتیں ہیں جنکے ہاتھوں میں یا تو
 نذرانے کے پھول ہیں یا کوئی اور نا معلوم شے - بائیں
 طرف چار اور عورتیں ہیں جن میں سے تین کے ہاتھوں
 میں نذرانے ہیں اور چوتھی پرستش کی وضع میں
 ہاتھ جوڑے کھڑی ہی -

(Plate VIII, b) - یہ تصویر بھی ۱۹ انچ بلند مگر
 مقابلہٴ خستہ حالت میں ہی - اس میں بڈارس کے
 قریب ”مرغزار آہر“ کے اندر بدھ کے پہلے رُخ کی
 کیفیت دکھائی ہے - وسط میں پتوں کے سائیبان
 کے نیچے بدھ آلتی پالتی مارے تخت پر بیٹھا ہی
 اور اپنے دائیں ہاتھ سے دھرم چکر کو گھما رہا ہے - یہ

(۱) دھرم چکر - ”قانون کی چرخہ“ - بڈارس کے قریب
 ”ہرن میدان“ (سنسکرت - مرگ دار) میں بدھ نے حصول

چکر ایک ترسول (تري رتن) اور ٹکا ہوا ہی جو خود ایک چھوٹے سے ستون پر رکھا ہی - ستون کے دونوں طرف در ہرن بنے ہیں جو وعظ کی جائے رقوم یعنی سارفاتہ کے ”مرغزار آہو“ یا ہرن میدان کا اظہار کرتے ہیں - بدعہ کے دائیں دائیں ایک ایک بوندھی ستوا ہی - پس پشت ، دائیں جانب عصا برار دائیں ہاتھ میں چوڑی اور بائیں ہاتھ میں عصا لئے کھڑا ہی - سامنے در جوگی بیٹھ ہیں اور اوپر ایک آسمانی گویا (گندھرا) اوڑھا ہی -

لیکن باوجودیکہ قذوہاری تصاویر کی بہت تری تعداد اس مقام سے دستیاب ہوئی ہی ان میں شان و نادرہی کسی پر کوئی تحریر پائی جاتی ہی - اور اگر کسی پر ہی بھی تو بالکل جزوی - ان میں سب سے دلچسپ وہ تحریر ہی جو پتھر کے ایک چراغ پر کھرزشتی حروف میں لکھی ہوئی ملی ہی

(سلسلہ نوٹ نوٹ صفحہ گزشتہ)

معرفت کے بعد جو پہلا وعظ کیا اس کا اصطلاحی نام دھرم چکر پر رتن ہی جس کے لغوی معنی ”قانون کی چرخہ کو گھمانا“ ہی - اس لئے پہلے وعظ کی علامت ہی چرخہ قرار پانگی - اس چرخہ کی تصویر کبھی تخت پر اور کبھی ستونوں پر بنائی جاتی ہی -

(۱) اس کی تشریح صفحہ ۸۴ کے نوٹ میں کی جاچکی ہی -

از جس میں ”اگر دھرمراجیکا ستوپہ“ واقعہ
”نگشہ شاہ“ (ٹیکسلہ) کا ذکر ہی -

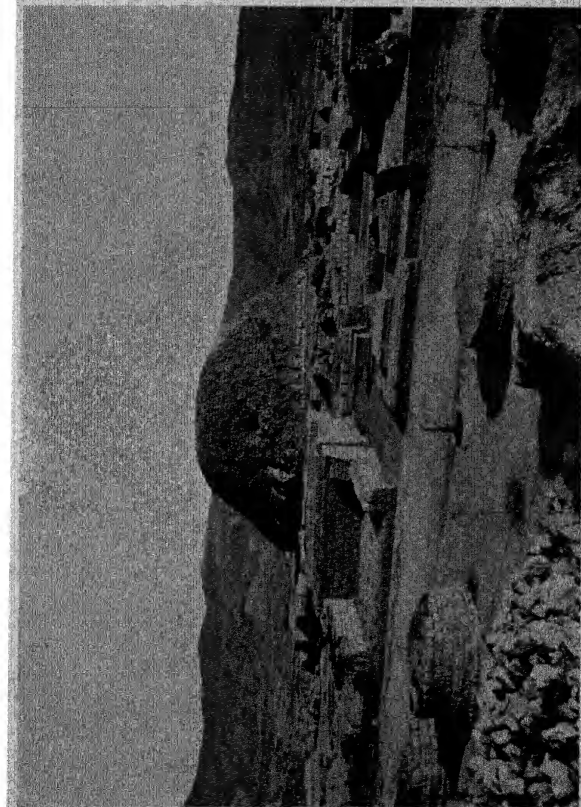
Apsidal
Temple, I³
محرابی مندر

زمانہ قدیم میں دھرمراجیکا ستوپہ کے مغربی
حصہ میں سب سے اہم اور شاندار تعمیر غالباً اوس
محرابی مندر یا چیتیا کی عمارت تھی جو ان پدران
بدھ عبادت کی غرض سے جمع ہوا کرتے - یہ عمارت
عہد کشان میں تعمیر ہوئی اور ڈائیپر لان کی جو
طرز عمارت (I) میں اختیار کی گئی تھی وہی اس کی
تعمیر میں بھی استعمال ہوئی ہے - شکل و
شہادت میں یہ مندر عام طور پر ان منادر مندرجہ کے
مشابہ ہی ہو مغربی اور وسطی ہندوستان میں
’رلی‘، ’اجنڈا‘، ’ایلہرا‘ وغیرہ مقامات میں پھڑون کو
تراش کر بنائے گئے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ اس
مندر کے قوسی ضلع کا اندرونی رخ بجائے گولائی دار ہونے
کے ہشت پہلو ہی - مندر کے مدور حصے کے وسط میں
ایک ہشت پہلو ستوپے کے بقیات ملے ہیں جو کنجور
پتھر کا بنا ہوا تھا - اور ستوپے کی کرسی کی سطح سے
۲۶ فٹ نیچے ایک فرش ملا ہے جو یقیناً مندر کی
تعمیر سے پہلے بنایا گیا تھا - مندر کے مستطیل حصے
کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصہ محض رستے

کا کلم دیتا تھا - جس کا عرض مٹمن کے ایک ضلع کے برابر تھا اور اس کے دونوں جانب نہایت سنگین دیواریں بنی ہوئی تھیں - اس مندر کی خاص دلچسپی کا یہ باعث ہے کہ اس نمونے کی چند ہی عمارات ہندوستان میں پائی جاتی ہیں - اور شمالی ہند میں جس قدر عمارات آج تک برآمد ہوئی ہیں - ان میں یہ مندر اپنی طرز کی پہلی عمارت ہے - اگرچہ اس کی دریافت کے بعد ایک اسی قسم کا اور اس سے بھی زیادہ شاندار مندر شہر سرکپ میں برآمد ہوا ہے - (دیکھو صفحہ ۱۵۶)

• مذکور E^1, E^2, F^1

اس نواح کی قابل ذکر عمارات میں اب صرف ان کمروں کا ذکر باقی رہ گیا ہے جو میدان مرتفع کے مغربی کنارے ایک چار فٹ اونچی کرسی پر واقع ہیں جس کے مشرقی جانب زلفہ لگا ہے - کمرہ E^1 و E^2 میں درگول ستونوں کی سنگین بنیادیں ملی ہیں جو کرسی کی سطح سے ۱۰ فٹ نیچے جاتی ہیں اور بظاہر کسی روزگار بالائی عمارت کے استحکام کی غرض سے اس قدر نیچی سے اٹھائی گئی ہیں - بالکل اسی قسم کا ایک ستونہ مرہڑہ مرادو کی خانقاہ کی ایک کونہی میں بھی ملا ہے جسکی بالائی عمارت جرن کی تہن موجود ہے -



VIEW OF THE DHARMARAJIKA STUPA FROM NORTH

کمرہ (F¹) میں کانچ کے چوکون کا فرش لگا ہوا تھا جو چمکدار کانچ کے بنے ہوئے اور بالارسطہ $10 \frac{1}{8}$ انچ مربع اور $1 \frac{1}{8}$ انچ موٹے ہیں - انمیں سے اکثر چوکے تو نیلگون رنگ کے ہیں مگر بعض سیاہ ، سفید اور زرد رنگ کے بھی ہیں - ہندوستان کے اور آثار و عتائق میں جو حفريات کے ذریعے منصفہ شہر پر آئی ہیں یہ فرش اپنی قسم کا پہلا مکمل نمونہ ہی اور اس ضمن میں اس چینی روایت کا حوالہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا جس میں مذکور ہی کہ ”شیشہ سازی“ کی صنعت ملک چین میں شمالی ہند سے آکر راج پذیر ہوئی تھی - جس بے احتیاطی اور لاپرواہی سے یہ چوکے اس کمرے کے فرش میں لگے ہوئے تھے اس سے ثابت ہوتا ہی کہ ابتداءً جس مقام کی آرایش ان کے ذریعے کرنی مقصود تھی وہ کڑی اور ہی جگہ تھی

دھرمارا جیکا ستوپہ سے ستوپہ کمال اور شہر سرکپ کو پیدل جانیکے لئے شمال کی طرف ہتھیاں - پہاڑی رستہ سے گذرنا پڑتا ہی اور تھوڑی دور تک کہیتوں میں سے ہوتے ہوئے پہاڑی کے دھلوان پہلوؤں پر چڑھکر ستوپہ کمال پر جا پہنچتے ہیں - یہ فاصلہ تو قریباً سوا میل ہی ہوگا لیکن رستہ ناہموار اور پتھریلا ہی ۔

باب ۵

ستوپہ کڈال

ستوپہ کی تعیین

ملک چین کا مشہور سیاح ہوان چوانگ جس زمانے میں ٹیکسلہ پہنچا اوس وقت شہر سرکپ کو غیر آباد ہوئے پانچ صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔ اور اوس کی فحیل اور عمارات یقیناً کھنڈر بن چکی تھیں۔ جس شہر میں یہ سیاح مقیم ہوا وہ آجکل سرسکھ کے نام سے موسوم ہی اور اوس کی حدرد میں عہد وسطی کی بے شمار عمارات کے آثار پائے جاتے ہیں۔ شہر کے -ضافات میں اہل بدھ کی چار مشہور یادگاریں تھیں جن کا اس سیاح نے ذکر کیا ہی۔ انمیں سے ایک تو ناگ راجہ ایلا پترا کا تالاب تھا۔ دوسرے وہ ستوپہ جو خاص اوس مقام پر واقع تھا جہاں بدھ کی پیشین گوئی کے مطابق چار عظیم الشان خزانوں میں سے ایک خزانہ اوس وقت

(۱) جن چار خزانوں کی طرف یہاں اشارہ ہی۔ وہ حسب ذیل ہیں :-

- (۱) خزانہ ایلا پترا واقعہ ملک قندمار (۲) خزانہ پاندو کا واقعہ متھلا (۳) خزانہ پنگلہ واقعہ ملک کالنگا (۴) اور (۴) خزانہ سنکا واقعہ کاشی (بنارس)

آشکار ہوا جبکہ میتریا (دنیا کا آخری) بدھ بن کر
 آئیگا - تیسرے ” ہدیہ سر “ والا ستوپہ جس کو راجہ
 آشوک نے پایہ تخت (یعنی ٹیکسلہ) سے ۱۲ یا ۱۳
 لی (- در سوا در میل) جانب شمال تعمیر کرایا تھا
 اور چوتھے رہ ستوپہ جسکی نسبت مشہور ہی کہ
 راجہ آشوک نے ارس مقام پر بطور یادگار تعمیر کرایا
 تھا جہاں ارس کے پتے نال کی آنکھیں نکالی گئی
 تھیں - ان میں سے پہلی اور دوسری یادگاروں کی
 تطبیق عرصہ ہوا جنرل کننگھم صحیح طور پر کرچکے
 ہیں - ایلا پترا کا مقبرک نالاب تو حسن ابدال میں
 واقع اور آجکل پنچہ صاحب کے نام سے مشہور ہی -
 اور دوسری یادگار رہ شکستہ ستوپہ ہی جو موضع
بارٹی پند کے قریب پہاڑی کے اوپر واقع ہی -
 لیکن باقی ماندہ دو ستوپوں کی جائے رقم کا پتہ
 لگانے میں جنرل کننگھم کو زاکامی کا منہ دیکھنا
 پڑا اور یہ ہونا بھی تھا اس لئے کہ جنرل
 مصروف کے ذہن میں یہ غلط خیال بیٹھ گیا تھا
 کہ ہوان چوانگ جس شہر میں جا کر آترا رہ بھڑے
 میدان پر واقع تھا - لیکن اب چونکہ ہمیں یقینی

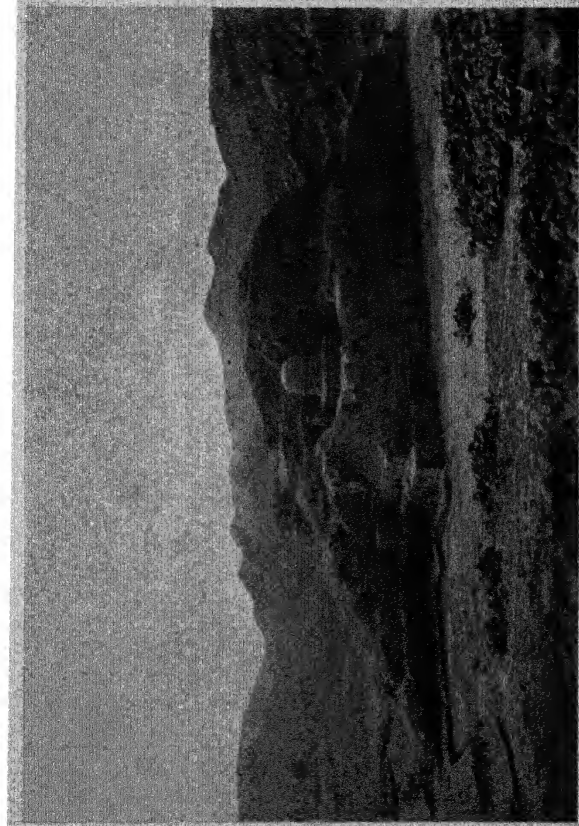
طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ ٹیکسلہ کا سب سے پہلا شہر بہتر کے میدان پر اور سب سے آخری سرسکھ میں آباد تھا اس لئے یہ نتیجہ نکالنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی - کہ ”قربان کردہ سر“ والا ستوپہ بجز بہتر ستوپے کے اور کوئی نہیں ہو سکتا جو سرزا پہاڑی کی انتہائی (مغربی) شاخ کی چوٹی پر واقع ہے - اور شہزادہ کنال کی مصیبت کی یادگار غالباً وہ ستوپہ ہے جو شہر سرکپ کے جنوب میں ہتھمال کے شمالی پہلو پر واقع اور جائے وقوع کی خوبی کے لحاظ سے بہتر ستوپے سے کسی طرح کم نہیں اسلئے کہ یہاں سے شہر سرکپ اور تمام رائے ہر کا نہایت شاندار اور دلنشین نظارہ دکھائی دیتا ہے (دیکھو Plate X) -

اس ستوپے کے ذکر کے دوران میں ہوان چوانگ بیان کرتا ہے کہ وہ ایک سرفت سے زیادہ بلند اور جنوبی پہاڑی کے شمالی پہلو پر شہر ٹیکسلہ سے جنوب مشرق کی طرف واقع ہے - اس کا بیان ہے کہ ذابینا اشخاص اس ستوپے پر قوت بیفائی کی بحالی کے لئے دعا مانگنے آتے ہیں اور اکثر شفا یاب ہو کر جاتے ہیں - اس کے بعد

ہوان چوانگ نے وہ روایت بیان کی ہی ۔ جو
 شہزادہ کنال کے متعلق مشہور ہی ۔ یعنی یہ کہ
 کنال کی سوتیلی ماں تشیا رکھشیتا کو اس سے تعشق ہوا
 اور (کنال کے انکار کرنے پر) اس نے راجہ آشوک کو
 دم دلایا دیکر کنال کو ٹیکسلہ کا نائب السلطنت
 مقرر کرا کر بھیجوا یا ، کچھ عرصے کے بعد رانی نے
 شہنشاہ کے نام سے ایک جعلی مراسلہ لکھا جس میں
 کنال کو چند ایک الزامات کا مورد گردانکر حکم دیا گیا
 کہ اس کی آنکھیں نکال لی جائیں اور ایسے وقت
 میں جبکہ راجہ آشوک نہایت گہری نیند میں
 سو رہا تھا اس کے دانتوں کی پھر اس حکمنامہ
 پر لگائی ۔ اس حکمنامہ کے ٹیکسلہ پہنچنے پر امراء
 وزراء اس بارے میں متامل ہوئے مگر شہزادے نے
 خود اصرار کیا کہ اس کے باپ کے احکام کی تعمیل
 میں سرمو فرق نہ آئے پائے ، اس طرح آنکھیں نکلوانے کے
 بعد شہزادہ بمعہ اپنی بیوی کے آوارہ و سرگردان
 بصد منت و سماجت رستہ دریافت کرتا ہوا
 اپنے باپ کے دور دراز دارالسلطنت (پٹنہ صربہ بہار)
 میں پہنچا جہاں اس کے باپ نے اس کی
 آواز اور اوسکی بانسری کی آواز سے اسے پہچان لیا ۔
 ہوان چوانگ لکھتا ہی کہ ظالم اور کینہ پرور رانی

کو موت کے گھاٹ پار اترنا گیا - اور شہزادے کی
بینائی، گھوش نامی ایک رشی کی دعاء سے بوجھ گیا
میں اسے پھر واپس مل گئی (۱)

(۱) کنال اور تشیا رکھشیدا کا یہ قصہ ہیرالڈس اور فڈرا
(Hippolytus and Phaedra) کے یونانی قصے سے بہت ملتا
جلتا ہے - اور ممکن ہے کہ اہل ہند نے یہ قصہ یونانی ادبی
روایات سے اخذ کیا ہو - اس امر سے تو انکار نہیں ہو سکتا
کہ شمال مغربی ہندوستان میں جو مخلوط یونانی آباد تھے وہ
اس قسم کی روایات سے بخوبی آشنا تھے - مثال کے طور پر
اینڈی کون (Antigone) کے ناک کو لیجئے جس کی تصویر
ایک قدیم برتن پر بنی ہوئی ملی ہے جو پشاور سے دستیاب
ہوا ہے - علامہ اربن اس قصے کی بعض روایتوں سے پایا جاتا
ہے - کہ آشوک نے اپنے بیٹے کورانی تشیا رکھشیدا کے کہنے سننے سے
نہیں بلکہ وزیر سلطنت کے مشورے اور امن قائم کرنے کی غرض
سے ٹیکسلہ میں بھیجا تھا - بعض روایات کے مطابق شہزادہ
اپنے گھر آکر مر گیا - اور اس کی بینائی کے درخت ہونے کا قصہ
بالکل پا در ہوا ہے - شہزادے کا اصلی نام دھرموی وردھن تھا
اور اس کا باپ اسے کنال کے نام سے اسلئے پکارا کرتا کہ اس کی
آنکھیں ہمارے میں رہنے والے پرندے کنال کی آنکھوں کی طرح
چھوٹی چھوٹی اور نہایت خوبصورت تھیں - شہزادے کی
آنکھوں کا ضائع ہونا دراصل اس کے اہل اعمال بد کا نتیجہ تھا -
جو کسی گذشتہ زندگی میں اس سے سرزد ہوئے تھے - ایک روایت
میں آیا ہے کہ اس نے پانسو ہرنوں کو اندھا کیا تھا - ایک
دوسری روایت کے مطابق اس نے ایک ارہت (رشی یا رلی) کی
آنکھیں نکلوا دی تھیں - اور کتاب اودان کلپ الما کے بموجب
ایک چیتا یا ستوپ کی آنکھیں یعنی تبرکات نکال لئے تھے - گھوش



VIEW OF THE KUNALA STUPA FROM N.-W.

وہ جنوبی پہاڑی جسکا ہوان چوانگ نے ذکر کیا
 ہی ہتھیال کے سوائے اور کوئی نہیں ہوسکتی - یہ
 پہاڑی راندی ہر کو جنوب کی طرف سے گھیرے
 ہوئے ہی اور اس کی شمالی جانب سب سے نمایاں
 ستوپہ رہی جو اس کی شمالی شاخ پر شہر
 سرکپ کی پرانی فصیل کے کھنڈرات کے عین اوپر
 واقع ہی - لیکن اگر ہوان چوانگ کی بیان کردہ
 سمت کو صحیح مانا جائے تو ہمیں کنال ستوپہ
 کے لئے موہڑا مرادو کے نواح میں تلاش کرنی
 چاہیئے - مگر اس بڑے ستوپہ کی جو شہر سراپ
 کے مشرقی استحکامات پر واقع ہی ، ستوپہ کنال
 سے مطابقت کرنے میں میں نے ذیل کے دو امور
 کو مدنظر رکھا ہی ، اول تو اس ستوپے کی
 وسعت اور اس کا شاندار محل وقوع - اور دوم یہ امر
 کہ ہوان چوانگ کے سفر نامے میں جو سمت و جہات
 دی ہوئی ہیں وہ اکثر غلط ثابت ہوئی ہیں -

یہ ستوپہ ایک مستطیل کرسی پر قائم ہی جو
 شمالاً جنوباً ۱۰۵ فٹ ایک انچ طویل اور شرقاً غرباً

اوس رشی کا نلم تھا - جس کی دعا سے نال کو اوس کی بینائی
 واپس ملی - یہی نام اس ضلع کے ایک معالج کا بھی تھا
 جو آنکھوں کے علاج میں خاص شہرت رکھتا تھا -

۶۳ فٹ نو انچ عریض ہی اور اس کی شمالی جانب ایک پختہ زینہ بنا ہوا ہے - کرسی تین درجوں میں اٹھائی گئی ہے - سب سے نیچے کا درجہ مجوف اور محذب حاشیوں اور کارنٹھی وضع کے چھوٹے چھوٹے ستونوں سے مزین ہے جنکے اوپر ابتداء دندائے دار کارنس (cornice) اور کوپنگ (coping) بنے ہوئے تھے - اور ستونوں کے پرکاروں اور کارنسوں کے درمیان ہندوانی وضع کے دندائے دار بریکٹ تھے - درمیانی درجہ بالکل سادہ ہی مگر اسی پر چوڑے کا پلستر کیا ہوا ہے - اوپر کے درجے پر قریب قریب اسی قسم کا کام تھا جیسا کہ نیچے درجہ پر لیکن وہ آخر الذکر سے تین حصے زیادہ بلند تھا - اور اس کے حاشیہ اور ستونوں کے اوپر کے کارنس وغیرہ بھی اسی نسبت سے بھاری اور مضبوط بنے ہوئے تھے -

اس یادگار کی بالائی عمارت کی اندر زنی بہتر ہے کا ایک حصہ اب تک اپنی اصلی جگہ پر قائم ہے لیکن کرسی کی وضع قطع اور اس کی زیبائشی جزئیات کی طرز ساخت اس امر میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑتیں کہ ستویہ کڈال بھی اسی زمانے کی تعمیر ہے جس زمانے میں وادی کے دوسری جانب بہلور

ستوپہ تعمیر ہوا تھا - اور اگر ہم ان کثیرالتعداد اجزاء عمارتی سے اندازہ لگائیں جو کسی وقت بالائی عمارت میں مستعمل تھے اور اب چبوترے کے آس پاس ملے میں پڑے ہوئے ملے ہیں تو نہایت آسانی سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ستوپہ کنال کے ڈھولنے اور گنبد کی بلغندی سراسر بھلتے ستوپے کے ڈھولنے اور گنبد کی اونچائی سے ملتی جلتی تھی - بالفاظ دیگر یہ کہ ڈھولنا شکل میں گول، عمارت کے قدر قامت کے لحاظ سے نسبتاً بہت زیادہ اونچا اور چہہ یا سات درجوں میں منقسم تھا جن میں سے ہر ایک اپنے نیچے والے درجے سے کسی قدر چھوٹا تھا - یہ درجے ستونوں، افریزوں، اور دندائے دار کارنسوں سے قریب قریب اسی طرح مزین تھے جس طرح چبوترے کی کرسی - بھلتے ستوپے اور اوس زمانے کے دیگر ستوپوں کے مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے کہ حجروں تدرکات گنبد کے بالائی حصے میں بنایا جاتا تھا - اور ستوپہ کنال کا حجروں تدرکات بھی ضرور اسی ہی بنا ہوا کیونکہ کرسی کے اندر یا نیچے کسی ایسے خلا کا نشان نہیں پایا گیا -

اس عمارت کی قابل ذکر خصوصیت اس کی کرسی کی نفیس مجوف گرلائی ہے - مثلاً

اگر مشرقی پہلو کو ایک خط مستقیم میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ناپا جائے - تو وہ ۷۴ فٹ ۱۰ انچ طویل ہوگا ، لیکن یہ خط مستقیم کرسی کے اصلی خط سے مطابقت نہیں کھاتا جو آہستہ آہستہ کرسی کے مرکز کی جانب اندر کو ہٹتا ہی یہاں تک کہ قوس اور وتر کے درمیان تین انچ کا فاصلہ رہ جاتا ہی - یہ امر تو مسلم ہی کہ ستونوں کے درمیانی حصوں کی خفیف موٹائی اور دوسرے خطوں کی گولائی ، خواہ وہ خط افقی ہوں عمودی ، یونانی فن تعمیر میں بکثرت رایج تھی - اور اس سے مقصد یہ ہوا کرتا کہ اور ظاہری نقائص کی اصلاح ہو جائے جو دیکھنے میں بے حد معلوم ہوتے ہیں - اور عجب نہیں کہ یہ خیال بھی دوسری یونانی خصوصیات کے ساتھ ، جنہوں نے ٹیکسلہ اور شمال مغربی ہند کے فن تعمیر پر اپنا لازوال اثر چھڑا ہی ، مغربی ایشیا سے آکر یہاں راج پزیر ہوا ہو - لیکن اگر یہ امر واقعی ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ اس بصارتی اصول کو جسپر یہ خیال مبنی ہی ، اس سٹوپے کے معماروں نے صحیح طور پر سمجھا ہی نہیں تھا کیونکہ کرسی کی مجرّف گولائی بجائے نقص کی اصلاح کرنیئے اس کو اور نمایاں کرتی ہی *

اس ستوپے کی تعمیر تیسری یا چوتھی صدی عیسوی سے منسوب کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس کے اندر شمال مغربی گوشے کی طرف ایک اور چھوٹا ستوپہ دبا ہوا ملا ہے جسکی طرز ساخت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلی صدی عیسوی میں ارس وقت تعمیر ہوا تھا جبکہ فصیل شہر کا وہ حصہ جو ستوپے کے مشرقی پہلو کی جانب ہے مسیح رسالہ کہتا تھا۔ یہ پرانی عمارت ایک چھوٹی سی چٹان پر واقع ، ۹ فٹ ۸ انچ بلند ، اور انگڑ پتھرن کی بنی ہوئی ہے ، نیچے ایک مربع کرسی اور اوپر ڈھولنا اور گنبد ہیں اور گنبد پر ایک چھتری بھی تھی جو اب ضائع ہو چکی ہے۔ ستوپے کی ٹاھوار چٹائی پر ابتداء چوڑے کی لہائی کی گئی تھی جس پر حاشئے اور دیگر زیبائشی نقش رنگار بگائے گئے تھے لیکن اب یہ پلستر ضائع ہو چکا ہے۔

کفال ستوپے کے مغرب میں ، مگر ارس سے خانقاہ کسی قدر بلند سطح پر ، ایک وسیع اور مستحکم خانقاہ ٹیمپل ایشلر طرز پر بنی ہے جو صریحاً ارس زمانے کی عمارت معلوم ہوتی ہے جس زمانے میں بیرونی ستوپہ تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کی دیواریں ، جو ۱۳ سے ۱۴ فٹ تک بلند ہیں ، اب بھی

کہیں کہیں موجود ہیں - خانقاہ میں درمکن ہیں ،
 بڑا مکن جانب شمال اور چھوٹا جانب جنوب -
 خانقاہ کی بیرونی دیوار جو ستوپے کے بالمقابل
 ہے ، اوسکی مجموعی لمبائی قریباً ۱۹۲ فٹ
 ہے اور بڑے مکن کا عرض قریباً ۱۵۵ فٹ -
 بڑا مکن حسب معمول مربع ہے اور اس کے
 وسط میں ایک مستطیل آنگن ہے جس کے
 چاروں طرف کرسی دار برآمدے اور حجرے ہیں -
 حجروں میں چراغ وغیرہ رکھنے کے لئے معمولی
 طاقچے بھی بنے ہوئے ہیں - اس خانقاہ کا صرف
 مشرقی حصہ ابھی تک کھودا گیا ہے اور اس
 جانب بھی کھدائی حجروں کے فرش کی سطح تک
 نہیں پہنچی -



باب ۶

سرکپ

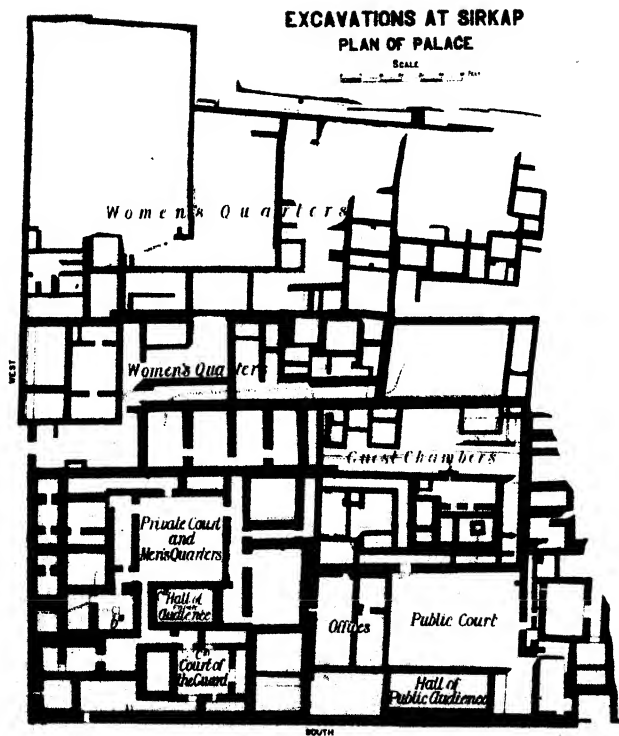
شہر زیورن یعنی سرکپ میں اترنے سے قبل شہریناہ ہم پہلے ان استحكامات پر ایک نظر ڈالیں گے جو شہر کے مشرقی پہلو پر واقع ہیں اور جن کا ایک قلیل حصہ حال ہی میں کھود کر نکالا گیا ہے۔ یونانی اور سینھی پارٹھیائی عہد کی دیگر عمارات کی طرح یہ شہر پناہ بھی چھوٹے چھوٹے انگڑ پتھروں کی بنی ہوئی اور ۱۵ فٹ سے ۲۱½ فٹ تک موٹی ہے۔ فصیل کی بیرونی جانب تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ٹھوس اور مضبوط برج بنے ہیں۔ اور بعض کو ڈھلوان پشتوں کے ذریعے مستحکم بھی کیا گیا ہے جو بظاہر کسی بعد کے زمانے میں ایزان ہوئے تھے۔ دیواروں اور برجوں کی بلندی غالباً ۲۰۔ اور ۳۰ فٹ کے درمیان تھی، برج غالباً درمزلہ تھے اور انکی بالائی منزل ٹھوس نہ تھی فصیل کی دیواروں میں تیر اندازوں کے لئے روزن بھی ہونگے اور اندر کی جانب محافظین کے بیٹھنے کے لئے چبوترے بھی ضرور بنائے گئے ہونگے۔

ہم پہلے باب مہن ہٹلا چکے ہیں کہ شہر سرکپ کا
 سفک بنیاد غالباً دوسری صدی عیسوی میں اوس
 وقت رکھا گیا تھا جبکہ ہندی یونانی - لطفت ارج کمال
 پر تھی اور یہ کہ شہر مذکور سیٹھی پارتھیائی زمانے
 میں اور کشان بادشاہ دیمہ کیڈفاٹسیز کے عہد حکومت تک
 خوب آباد رہا (اور اوسکے بعد غیر آباد ہو گیا) - گذشتہ چند
 سال کی حفريات کے اثناء میں جس قدر عمارات بالائی
 سطح سے برآمد ہوئی ہیں وہ سب کی سب اوائل
 عہد کشان اور پارتھیائی عہد سلطنت سے تعلق رکھتی
 ہیں - اونسے نیچے کی سطح پر جو کھنڈرات ملے ہیں
 وہ غالباً سیٹھی عہد سے منسوب کئے جاسکتے ہیں -
 اونسے بھی نیچے در طبق اور ہیں جو یونانی
 دور حکومت کی یادگار ہیں اور اونسے نیچے سطح
 زمین سے ۱۴ سے ۱۷ فٹ کی گہرائی پر بالکل صاف
 اچھوتی زمین آجاتی ہے - پارتھیائی عہد سے قبل کے
 کھنڈرات کی بابت ہماری معلومات نسبتاً بہت قلیل
 ہیں اس لئے کہ ہماری کھدائی ان کھنڈرات تک ہی
 محدود رہی ہے جو سطح سے بالکل قریب ہیں -
 اس کی وجہ یہ ہے کہ سردست جو مقصد ہمارے
 پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ عمارات زیریں کو
 آشکار کر نیسے قبل ہمیں ان عمارات کی اوس ترتیب

کا ممکن سے ممکن واضح اور صاف نقشہ معلوم ہو جائے جو اہل پارٹھیا کے زمانے میں اور اہل کشان کے شروع عہد سلطنت میں موجود تھی - اس سے ہمیں در فائدے متصور ہیں - ایک تو یہ کہ مختلف زمانوں کی عمارات کے نقشے آپس میں خلط ملط ہونی سے محفوظ رہینگے اور دوسری یہ کہ عمارات کی سلامتی بھی معرض خطر میں نہ پڑے گی -

ستوپہ اَمال سے شہر سرکپ کی کھدائی کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ فصیل کے شمالی حصہ سے شروع ہو کر قلب شہر میں سے گزرتی ہی اور ایک وسیع رقبہ پر پھیلے ہوئے ہے - اور یہ کہ ارسمیں ایک وسیع شاہراہ کا بہت بڑا حصہ اور اس کے دونوں جانب مکانات کے چند بڑے بڑے سلسلے آشکار ہوئے ہیں - مکانات میں اہل بوندھہ کا ایک وسیع محرابی مندر اور جینپورن کی یا اہل بوندھہ کی چند چھوٹی چھوٹی عبادتگاہیں بھی شامل ہیں لیکن زیادہ تر یا تو سکونتی مکان ہیں یا اہل شہر کی درکانیں - مگر ایک عمارت جو کھدائی کے جنوبی سرے پر واقع اور ستوپہ کمال سے سرکپ آئے ہوئے سب سے پہلے ملتی ہے، غالباً شاہی محل کا کام دیتی تھی - سرکپ کے شمالی اور مغربی دروازوں سے وسط شہر کی جانب

آنے والے بار بار غالباً اسی محل کے قریب آکر ملتے تھے اور اس طرح اسکا محل وقوع ایک تحکمہ انداز لگے ہوئے تھا۔ محل کا مغربی دروازہ جو بڑے بازار کے بالمقابل ہی ۳۵۲ فٹ اور جنوبی دروازہ فی الحال ۲۵۰ فٹ ہی مگر اسکے مشرقی حصہ کی کھدائی مکمل نہیں ہوئی۔ محل کے قدیم حصہ ناہموار انگہڑ پتھر کے بنے ہوئے ہیں اور غالباً سیٹھی پارٹیائی عہد میں تعمیر ہوئے تھے۔ لیکن زمانہ مابعد میں بے شمار مرمتیں ہوئیں اور بظاہر چند اضافے بھی کئے گئے خصوصاً شمال کی طرف اس حصہ مکان میں جو زنانے کے لئے مخصوص تھا۔ لیکن یہ اضافے ایسے غیر معلوم ہیں کہ پوری صحت کے ساتھ انکی تعین و تمیز ذرا دشوار ہی۔ خاص خاص اہمیت والے صحنوں کی دیواروں میں (مثلاً اس وسیع صحن میں جسکو نقشے میں C¹² دکھلایا گیا ہے) کنجور کے بنے ہوئے مستطیل شکل پتھر لگے ہیں۔ اور بعض دروازوں کی دھلیزوں میں پتھر کی سائیں استعمال کی گئی ہیں۔ بہت سے کمرے اور صحنوں کی دیواروں میں ایسے نشان بھی ملے ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ دیواروں کی چٹائی میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر لکڑی کی کڑیاں عموداً چنپی



گلی تھیں اور اونکے اوپر غالباً تختوں سے تختہ بندی کی گئی تھی - باقی کمرن میں دیواروں پر چوڑے یا گارے کا پلستر تھا جسپر یقیناً کسی قسم کا رنگ بھی چڑھایا گیا ہوگا -

محفل کا جس قدر حصہ اب تک برآمد ہوچکا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ اسکے کمرے پانچ مجموعوں کی صورت میں ایک وسطی صحن کے گرد ترتیب دئے گئے تھے - اور ان کی ترتیب کا بہترین اندازہ اس دیوار پر کھڑے ہو کر لگایا جاسکتا ہے جو وسط محفل میں واقع ہے اور جس پر نقشہ (Plate XI) میں غرب کا نشان دیا ہوا ہے - مغربی پہلو کے وسط میں ایک بڑا صحن اور اسکے ارد گرد کچھ کمرے بنے ہوئے ہیں - جو غالباً سکونتی کمرے ہیں - کمرہ (h-16) غسل خانہ ہے جس کے وسط میں ایک چھوٹا سا تالاب اور پانی نہالنے کی نالی ہے اور صحن میں پتھر کی مختلف شکل کی سلون سے فرش بندی کی ہوئی ہے - اسکے جنوب میں ایک کرسی دار شہ نشین ہے جس کا روزگار ۲۷ فٹ ۱۰ انچ اور چوڑائی ۲۰ فٹ ۵ انچ ہے - یہ جگہ (c-12) غالباً دیوان خاص کا کام دیتی تھی - اس کے جنوب میں ایک اور چھوٹا صحن ¹⁸ O ہے - اس کے گرد بھی کمرے بنے ہوئے ہیں جو غالباً ملازم

پیشہ اور محافظ دستہ فوج کی رہائش کے لئے تھے۔
 صحن کلان کے شمال کی طرف کمرون کا ایک
 اور مجموعہ ہی جو زنانے کیلئے مخصوص تھا اور پتھر
 کی مضبوط دیواریں اس کو محل کی دیگر عمارتوں
 سے جدا کرتی تھیں۔ ان کمرون سے ذرا آگے شمال ہی کی
 طرف اور کمرے ہین جو، معلوم ہوتا ہی، کہ
 بعد میں کسی وقت اضافہ کئے گئے تھے۔ محل کے
 مشرقی حصے میں کمرون کے دو مزید سلسلے ہین
 جنوبی سلسلے میں ایک وسیع صحن کے علاوہ
 مغرب کی طرف کچھ کمرے اور جنوب میں ایک
 بلند شہ نشین ہی جس کے اوپر کسی وقت
 ضرور ایک کھلا دالان بنا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہی کہ
 یہ صحن دیوان عام کا کام دیتا تھا اور نیم سرکاری کاروبار
 اور امور عامہ کی انجام دہی (public court) کے لئے
 مخصوص تھا۔ اس کے ارد گرد جو کمرے ہین وہ غالباً
 دفاتر تھے۔ دیوان عام کے شمال میں کمرون کا ایک
 اور سلسلہ ہی جو غالباً مہمانوں کے قیام کا
 کام دیتے تھے۔ یہ کمرے کسی قدر بے ترتیب بنے
 ہوئے ہین اور محل کے باقی کمرون کی نسبت
 کچھ چھوٹے بھی ہین۔

اگرچہ یہ محل نج کے مکانات کی نسبت بہت

رشیع اور مضبوط بنا ہوا ہی لیکن نہ تو اس کے نقشے میں کوئی خاص خوبی نظر آتی ہی اور نہ آرائش ہی میں تکلف سے کام لیا گیا ہی - محل کی اسی خصوصیت پر اپولونیس کے تذکرہ نویس فلوسٹریٹس نے اس طرح رائے زنی کی ہی - کہ ہمیں وہاں (یعنی ٹیکسلہ میں) کوئی پر تکلف اور شاندار عمارت نظر نہیں آئی اور مردانے مکانات جلو خانے اور دیوڑھیان سب کے سب اپنی رضع قطع میں نہایت سادہ اور پاکیزہ تھے - فلوسٹریٹس کے یہ بیانات اس لئے قابل قدر ہیں کہ ان سے اس امر کا ثبوت ملتا ہی کہ اس نے ٹیکسلہ کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہی اوسمیں حقیقی صداقت کا رنگ پایا جاتا ہی - آگے چل کر معلوم ہوگا کہ اس بیان کی معقول تصدیق نج کے مکانات کی عجیب و غریب رضع اور انوکھی طرز ساخت سے بھی ہوتی ہی -

شہر سرکپ کا یہ محل زیب و زینت سے بالکل معرزا ہی تاہم اس کے کھنڈرات خاص طور پر دلچسپ ہیں اس لئے کہ وہ ایک ایسی عمارت کا نقشہ ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں جو ہندوستان کی قدیم برآمد شدہ عمارات میں اپنی طرز کی

بہلی عمارت ہی - یہ دلچسپی اس وجہ سے
 اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ جس قدر حصہ
 محل کا اس رقت تک برآمد ہوا ہے اس کا
 نقشہ عراق عرب کے ارن محلات سے عجیب و غریب
 مشابہت رکھتا ہے جن کو اہل شام نے تعمیر کیا تھا -
 چنانچہ عراق عرب کی کسی خاص عمارت سے
 اس محل کا مقابلہ کرنیسے اس اجمال کی تفصیل
 بوجہ احسن ہوسکیگی - مثال کے طور پر محل سارگون
 واقعہ خورساباد کو لیجئے - اسمین بھی سرکپ کے
 محل کی طرح وسط مین ایک بڑا صحن ہے -
 جس کے گرد کمرے بند ہوتے ہیں اور صحن
 کے ایک جانب ملازموں کے کمرے اور دوسری جانب
 حرم سرائے واقع ہیں - ٹیکسلہ کی طرح یہاں بھی
 محل کا دوسرا نصف حصہ مہمانوں کی رہائش
 اور کاروبار سلطنت کی انجام دہی کے لئے مخصوص
 ہے - اس جانب ذرا آگے بڑھکر محل سارگون میں
 کمرن کا ایک اور سلسلہ بعینہ اس مقام پر واقع
 ہے جہاں ٹیکسلہ کے محل میں چند اور کمرے
 برآمد ہونے شروع ہوئے ہیں - مینارہ زکرت ،
 جس کو محل سارگون میں حرم سرا کے قریب

تعمیر کیا گیا تھا اہل شام کے مذہب کی خاص علامت ہی - لیکن رثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ اس قسم کا کوئی مینارہ ٹیکسلہ کے محل میں بھی ملیگا یا نہیں - ممکن ہی کہ کھدائی کے کام کی ترقی کے ساتھ یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ اس مینارے کی جگہ کوئی دوسری عمارت بنادی گئی تھی - جب ہم اس غلبہ اور اثر کی قوت اور استقلال پر غور کرتے ہیں جو شامی تہذیب کو ایران ، باختر اور ملحقہ ممالک میں حاصل رہا ہی تو یہ امر کچھ تعجب انگیز نہیں معلوم ہوتا کہ ٹیکسلہ میں یونانی ترانی یا پہلوی زمانے کا کوئی محل عراق عرب کے کسی شامی محل کے نمونے پر تعمیر کیا گیا ہو - بلکہ یہ واقعہ ان عمارات کی دلچسپی میں چند در چند اضافہ کرتا اور اس زمانے کے آثار قدیمہ کی تواریخ کے مسئلے کو حل کرنے میں قابل قدر امداد دیتا ہی -

چھوٹی چھوٹی قدیم اشیاء جو اس محل سے دستیاب ہوئیں - اولمیں مٹی کے بنے ہوئے مجسمے ، مٹی کے برتن ، کانسی ، تابنے اور لوہے کی مختلف اشیاء ، منکے ، جواہرات اور سبکے شامل ہیں - ان میں

۶۱ سٹے اکنے ایک ہی جگہ سے ملے تھے اور ایوز
اول، ایوز دوم، اسپاروما، گونڈو فرنیز، ہرمایس اور
کید فائیسیز کے عہد حکومت سے تعلق رکھتے ہیں۔
ان چیزوں کے علاوہ مٹی کے چند سانچے بھی جو سکے
دھالنے کے کام آتے تھے، خاص طور پر دلچسپ اور قابل
ذکر ہیں۔ یہ سانچے ایک کمرے یا دکان سے دستیاب
ہوئی ہیں جو محل سے باہر ارس کے جنوب مغربی
گوشے کے قریب ہی واقع ہے۔ ان میں سے آٹھ سانچے
نامکمل اور بیس شکستہ ہیں اور بہت سے سانچوں
میں ایوز دوم کے عہد کے سکوں کے حروف صاف صاف
پڑھ جاتے ہیں۔ غالباً یہ سانچے، پہلوی زمانے کے
کسی جعلی سکے بنانے والے کی مشین کے اجزاء تھے۔

مکانات کا نقشہ

محل سے چل کر بڑے بازار میں سے ہوتے ہوئے
اگر ہم شہر کے شمالی دروازے کی طرف جائیں تو
مکانات کے چند بڑے بڑے سلسلے ملتے ہیں جو ایک
دوسرے سے بغلی گلیوں (۱) کے ذریعے جدا کئے گئے ہیں۔
ان مکانات کی ظاہری وضع قطع میں بہت فرق پایا

(۱) یہ امر قابل لحاظ ہے کہ گلیاں اور مکانات، جوں جوں
شاہراہ سے دور ہوتے ہیں اونچے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس کا
سبب یہ ہے کہ شاہراہ قریباً عموماً ماہر سے پاک صاف رہتی تھی۔
اور اس کے دونوں طرف ملبہ جمع ہوتا رہا۔

جاتا ہی - لیکن اصل میں سب کے سب ایک ہی اصل پر بنے ہوئے ہیں - مثلاً انکے نقشے کی ایک خصوصیت یہ ہی کہ وسط میں ایک کشادہ چوک ہی جس کے گرد بہت سے کمرے بنے ہوئے ہیں اور یہ چوک عموماً اسی نمونے کا ہی جیسا کہ ہم مذکورہ بالا محل میں دیکھ آئے ہیں مگر مکینوں کی رہائشی ضروریات کے مطابق ایک ہی مکان میں اس قسم کے در، تین، چار یا اس سے بھی زیادہ چوک پائے جاتے ہیں - باقی رہ رہ چھوٹے چھوٹے کمرے جو بازار کے بالمقابل واقع ہیں سو رہ عام طور پر دکانوں کے لئے مخصوص تھے - دیواریں پتھر کی ہیں اور یا تو ربل نمونے پر بنی ہوئی ہیں یا اس ڈائپر نمونے کی ہیں جو زمانہ کشان کے ابتداء میں رواج پذیر ہوا - دیواروں پر اندرونی اور بیرونی جانب چوٹے اور گارے کا پلسٹر تھا، پلسٹر پر رنگ آمیزی بھی کی گئی تھی جس کے نشان اب تک کہیں کہیں پائے جاتے ہیں - چھترن، دروازوں اور کھڑکیوں میں اور بعض جگہ دیواروں کی تختہ بندی میں، لکڑی استعمال کی گئی تھی - اور کسی مکان کے اندر سے کھوپرل کے کھڑے برآمد نہیں ہوئے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ چھترن مسطح اور کچی تھیں (یعنی اوپر مٹی بچھی ہوئی تھی) *

اگرچہ بعض مثالیں ایسی بھی موجود ہیں جن میں اندرونی کمروں کے درمیان سلسلہ آمد و رفت رکھا گیا ہی تاہم ان مکانات کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہی کہ چوک یا گلیوں میں سے ان اندرونی کمروں میں داخل ہونے کے لئے دیواروں میں دروازے نہیں بنائے گئے - ان دروازوں کی عدم موجودگی کی بظاہر درجہ میں معلوم ہوتی ہیں - یہی یا تو ان کمروں کو مٹی ملیہ وغیرہ سے بھر کر ان کے ذریعے بالائی عمارت کے لئے کرسی حاصل کی جاتی تھی اور یا اگر ان سے تہ خانوں کا کام لیا جاتا تھا تو بالائی منزل سے زیریں کمروں میں داخل ہونے کے لئے زینے یا سیڑھی کا استعمال کیا جاتا ہوگا - ٹیکسلہ میں اس قسم کے تہ خانوں کی موجودگی کا ذکر فلو سٹرٹس نے بھی کیا ہی - وہ لکھتا ہی کہ (ٹیکسلہ کے) مکانات اس طرح بنائے گئے ہیں کہ اگر ہم باہر کی طرف سے دیکھیں تو ایک منزلہ نظر آئیگے لیکن اگر ان کے اندر جائیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں زمین دوز کمرے ہیں - جنکی گھرائی بالائی کمروں کی بلندی کے برابر ہی - حقیقت میں تو یہ زمین دوز کمرے زمین دوز نہیں لیکن اگر کوئی شخص گلی میں سے گھرے ہو کر دریچوں کی اکھری قطار کا

مشاہدہ کرے اور بالائی کمروں سے سیڑھی کے ذریعہ
زیریں کمروں میں اترے اور پھر ان کمروں کو زمین دوز
تہ خانے کے توارس کی اس غلطی کو نظر انداز کیا
جاسکتا ہی -

شہر سرکپ کے مکانات کی دوسری قابل ذکر
خصوصیت اونکی وسعت ہی - یعنی اگر ارنمیں دو سے
زیادہ منزلیں نہ ہوتیں تب بھی ارنمیں اوس سے
کہیں زیادہ مکائیت ہوتی جتنی کہ اوس زمانے
میں ایک واحد کنبے کی رہائش کے لئے ضروری تھی -
یہ ممکن ہی کہ قدیم شہر رومہ کی جداگانہ بڑی بڑی
حوایلوں ، یا زمانہ حال کے اطالوی یا دوسرے
شہروں کے سلسلہ مکانات ، کی طرح ان مکانات
میں بھی کئی کئی کنبے رہا کرتے ہوں - لیکن یہ
قیاس بھی بظاہر قرین عقل معلوم ہوتا ہی کہ شہر
کے اس حصے میں شاید یونیورسٹی (۱) کی عمارات
واقع تھیں اور ان مکانوں میں یونیورسٹی کے اساتذہ اور
طلباء رہا کرتے جنہیں یقیناً اوس سے کہیں زیادہ

(۱) ٹیکسلہ کی شہرت بحیثیت دارالعلوم ایام قدیم یعنی
”جاتکا“ یا ”قصص پیدائش بدھ“ کی تالیف کے زمانے سے تعلق
رکھتی ہی - اگرچہ بہت ممکن ہی کہ پہلی صدی عیسوی تک
بھی یہ شہر علم و ہنر کا مرکز رہا ہو -

مکانیت درکار تھی جتنی کہ عام مکانوں میں مل سکتی ہے۔

شہر سرگپ کی عمارات کی تیسری ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ متعدد مکانات میں ایک ستوپے کی عمارت پائی جاتی ہے۔ یہ ستوپے بلا استثناء ایسے صحنوں میں واقع ہیں جو بڑے بازار یا شاہراہ کے متصل ہیں اور جن میں بازار مذکور سے بخوبی آمد و رفت ہوسکتی ہے۔ ان میں سے دو ستوپے جو نہایت اچھی حالت میں ہیں سلسلہ ہائے عمارات (G) و (F) میں واقع اور غالباً جین مذہب سے تعلق رکھتے ہیں (۱)۔ (G) یہ سلسلہ عمارات ہی جو محل سے شمال کو آئے ہوئے سب سے پہلے بازار کی دائیں یا مشرقی جانب ملتا ہے۔ اس کے صحن میں جو ستوپہ بنا ہے اوسکی کرسی مستطیل شکل کے ہے جس کے پہلوؤں پر پانچ پانچ ستون، انکے نیچے ایک زناری ”گولا“ اور اوپر ”منکے اور گٹی“ کے نمونے کی کندہ کاری سے مزین کارنس ہے۔ ستوپے کا ڈھولنا، گنبد اور چھتری ضائع ہوچکے ہیں لیکن انکے چند حصے ملے سے کھود کر

مندرواق
Block G

(۱) ان ستوپوں کے نقشے جین مذہب کے ستوپوں کے نقشوں سے بہت مشابہ ہیں جن کی تصاویر متھرا کے بعض مرقعوں پر کھدی ہوئی ملی ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ستوپے بدھ مذہب سے نہیں بلکہ جین مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔

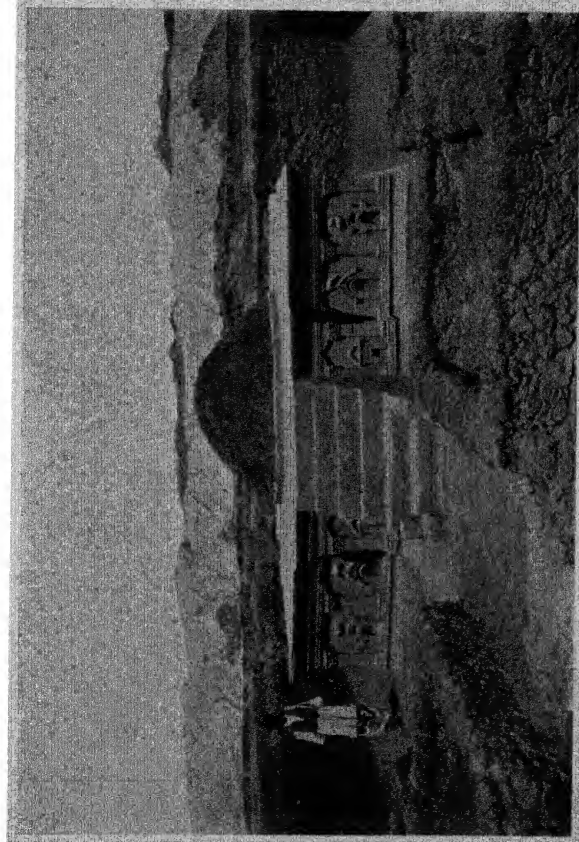
نکالے گئے ہیں - ان کے علاوہ جمشیدی طرز کے دو ستونوں کے ٹکڑے بھی ملیے سے برآمد ہوئی ہیں جنکے اوپر شیروں (۱) کی تصویریں بنی ہوئی تھیں اور جو غالباً ستوپے کی کرسی کے سرورں پر قائم تھے - علاوہ ازیں ایک کٹہریے کے بہت سے ٹکڑے بھی ملے ہیں جو ستوپے کے چاروں طرف لگا ہوا تھا - کرسی کے وسط میں اور ستوپے کی بالائی سطح سے قریباً ۴ فٹ نیچے ایک چھوٹا سا تبرکات کا خانہ بنا ہوا تھا جس میں سے ایک سنگ صابون کی ڈبیا اور ایک چھوٹی سی ٹالائی ڈبیا دستیاب ہوئی - پہلی میں ٹورانہ بادشاہ ایزز اول کے عہد حکومت کے آٹھ تانبے کے سکے اور دوسری میں جلی ہوئی ہڈی اور سونیکے پترے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اور عقیق اور یشب کے منکے تھے - ایزز اول سنہ ۵۸ قبل مسیم میں تخت نشین ہوا تھا اس لئے ان سکوں کی موجودگی سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ ستوپہ بھی غالباً اول صدی قبل مسیم کے دوسرے نصف میں تعمیر ہوا ہوگا -

(۱) یہ شیر بلا شبہ اور شیروں کی نقل ہیں جو راجہ آشوک نے بدھ مذہب کے اکثر مشہور ستونوں کے قریب اپنی لائون کے اوپر قائم کئے تھے -

اس ستوپے کے زینے کے جنوبی پہلے کے قریب ہی ایک چھوٹا سا مربع چبوترہ ہی جس کی تعمیر کا اصلی مقصد اب تک معلوم نہیں ہوا۔ اسی قسم کا ایک چبوترہ سلسلہ (F) کے ستوپے اور ایک جنڈیال کے بڑے ستوپے کے قریب بھی ملا ہے۔ ان چبوتروں کی ظاہری ہیڈس سے یہ امر غیر اغلب معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی ستون کا وزن برداشت کر سکتے ہوں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ان کے اوپر چشمہ (۱) یا دیپ دان قائم کئے گئے ہوں۔

مندرجہ ذیل درجہ اولیٰ مقامات کے دوسرے سلسلے (F) میں جو ستوپہ واقعہ سلسلہ (F) ہی رہ بھی پہلے ستوپے کا ہم عصر مگر نسبتاً زیادہ شاندار ہے (Plate XII)۔ اس کے رکار پر کارنتھی طرز کے ستون بنے ہیں جنہیں سے در کے عمود گول ہیں اور باقی سب کے چوکور۔ ستونوں کے درمیانی فاصلے تین مختلف نمونوں کے طاقچوں سے مزین ہیں۔ انہیں سے در طاقچے جو زینے کے قریب ہیں۔ ان زیبا آشی مثلثوں سے بہت مشابہ ہیں جو یونانی

(۱) معجزوں کی اصطلاح میں چشمہ اس برتن کو کہتے ہیں جس میں کسی مزار وغیرہ کے قریب کپڑوں و دیگر پرندوں کے پینے کے لئے پانی بھرا رہتا ہے۔ یہ برتن عموماً کسی چبوترے وغیرہ کے اوپر قائم ہوتا ہے۔ اہل ہند کے منادر میں بھی اکثر اس قسم کے چشمے دیکھے گئے ہیں۔ (مترجم)



SUKKAP. VIEW OF SHRINE OF THE DOUBLE-HEADED EAGLE.

عمارات کے رزکار پر ہوا کرتی ہیں - درمیانی طاقچوں میں
 بنگالی چھتوں کی طرز کی لہردار محرابیں بنی ہوئی
 ہیں اور سرور کے طاقچے قدیم ہندی طرز کے پھاٹکوں
 (تورنا) کے ہم شکل ہیں جن کی بہت سی
 مثالیں متھرا کی تصاویر میں پائی جاتی ہیں -
 درمیانی اور بدرونی طاقچوں کے اوپر ایک ایک پرند
 بیٹھا ہے جو بظاہر عقاب معلوم ہوتا ہے - انہیں
 ایک عقاب در سر والا بھی ہے اور ٹیکسلہ میں اس
 تصویر کی موجودگی خاص دلچسپی رکھتی ہے -
 اول اول اس قسم کی تصویریں ان نقائٹ (۱) نقش پر
 بنی ہوئی ملی ہیں جو مغربی ایشیا سے دستیاب ہوئے
 ہیں - علامہ ازبن ”زمانہ مساحت“ کے ایک قدیم ہاتھی
 دانت پر بھی، جو ملک سپارٹا سے ملا ہے، اس قسم
 کی ایک تصویر کھدہ ہے - لیکن معلوم ہوتا ہے
 کہ کچھ عرصے کے بعد یہ نشان اہل سینتھیا کے ساتھ
 خاص طور پر منسوب ہو گیا تھا اور ہم رثق کے
 ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اہل سینتھیا ہی نے اس
 نشان کو ٹیکسلہ میں رواج دیا - سینتھیا سے یہ نشان
 ررس اور جرمنی میں پہنچ کر وہاں کے شاہی جھنڈوں

(۱) Hittite - عہد عتیق میں ملک شام کے شمالی حصے کی ایک
 تہذیب طاقتور اور مہذب قوم جو غالباً سامی (اصل نہ تھی - پنجاب کے
 ہندی شاہد اسی قوم کی نسل سے ہیں - (مترجم)

کی زینت بنا اور ٹیکسلہ سے رچے نگر اور لنکا میں پہنچا۔

اس عمارت کے چہرے کی چٹائی میں کنجور استعمال کئے گئے تھے از اس چٹائی پر اور ستوپے کے حاشیوں اور دیگر آرائشی نقش و نگار پر ابتداً چوڑے کا پلستر کیا گیا تھا۔ لیکن چون چون زمانہ گذرتا گیا چوڑے کی استرکاری کی اور بہت سی باریک تھیں ارسیر چڑھتی گئیں حتیٰ کہ ستوپے کی کھدائی کے وقت سرخ، ارغوانی اور زرد رنگ کی استرکاری کے نشانات پائے گئے۔ دھولے اور گنبد کی استرکاری پر غالباً نقش و نگار بھی بنے ہوئے تھے جن پر رنگ چڑھا ہوا تھا۔ اور گنبد پر تین چھتیاں قائم کی گئی تھیں۔ سیدھوں کے انجام پر اور ستوپے کی کرسی کے گرد ایک چھوٹی سی دیوار تھی جس کا بیرونی چہرہ بودھ طرز کے کٹھن سے مزین تھا۔ اور اس کے چند تکرے ملے۔ میں سے دستیاب بھی ہوئے ہیں۔ اس ستوپے کی شکل و شہادت کا جبکہ وہ بالکل صحیح و سالم تھا، معقول اندازہ مٹھرا کی ایک مورت سے کیا جاسکتا ہے جس کی تصویر مسٹر ری - اے - سمتھ کی تالیف مٹھرا کے جین سترپے اور دیگر آثار عتیقہ میں (پلیٹ ۱۲ پر) دی ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مورت ستوپہ زیر

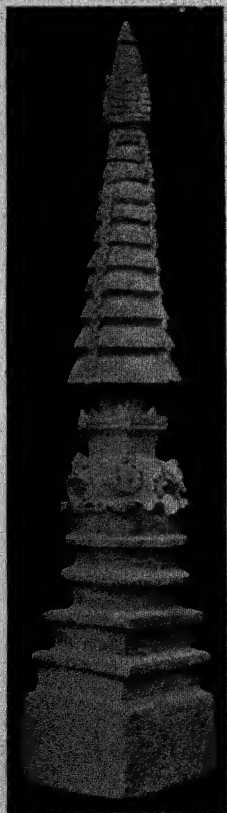
بحث کی تعمیر کے تھوڑے ہی عرصہ بعد تیار ہوئی تھی - لیکن اس میں جو ستوپہ دکھایا گیا ہی رہ اپنی طرز ساخت میں بالکل ہندی نمونے کا ہی - حالانکہ سرکپ کا ستوپہ اس سے مختلف ہی - اس میں زبائشی ترتیب کا تمام تارڑ پودہ یعنی ساز ، ستون ، داندانہ دار کارنشین ، اور مثلث نما طاقچے سب یونانی طرز کے ہیں اور جوتھوڑا بہت ہندی عنصر ہے بھی تر وہ صرف ایسی آرائشی جزئیات میں پایا جاتا ہی جیسے پہاٹک ، محرابی طاق ، اور ستونوں کے اوپر والے بریکٹ - اب صرف یہ بتلانا باقی رہ گیا ہی کہ اس ستوپے کا تبرکات کا خانہ وسط ستوپہ میں اسکی موجودہ سطح سے ۳ فٹ ۲ انچ نیچے ملا تھا لیکن اس کے تبرکات بہت عرصہ پہلے آڑ چکے تھے -

عمارات کے جس سلسلے میں یہ ستوپہ واقع ہی اس میں ایک نہایت قابل قدر انکشاف ایک آرامی کتبہ کی صورت میں عوا ہی . یہ کتبہ سنگ مرمر کے ایک ٹکڑے پر کھدا ہوا ہی جو وضع قطع سے کسی ہشت پہلو ستون کا حصہ معلوم ہوتا ہی اور اس سلسلے کے شمال مغربی گوشہ میں ، ستوپے کے قریب ہی ، کمرہ عائے نشان (a^1) ر (a^2) کی درمیانی دیوار میں چنا ہوا ملا تھا (دیکھو تصویر - Plate XIII, a) - اب چونکہ

یہ کمرے قریب قریب شاہ ایزراول کے عہد کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اسلئے ضرور ہی کہ یہ کتبہ بھی اپنی موجودہ خستہ اور شکستہ حالت میں سن عیسوی کے آغاز سے قبل ہی اس دیوار میں چنا گیا ہو۔ کتبہ کے حروف اور اوسکی زبان آرامی ہیں اور رسم الخط ایسے نمونے کا ہی جو چوتھی صدی قبل مسیح سے منسوب ہو سکتا ہی۔ لیکن عبارت کے معنی کا حال غیر معین ہیں۔ ڈاکٹر ایل۔ ڈی بارت (Barnet) اور پروفیسر کارلے (Cowley) کا خیال ہی کہ اسمین ”دیودار اور ہاتھی دانت“ کے ایک محل کی تعمیر کا مذکور ہی لیکن ایک دوسری توضیح کے بموجب اسمین ایک نج کے عہد و پیمان کا ذکر ہی اور نیز اس دند کا جو اس عہد کے تورتے سے عاید ہوگا۔ اس کتبہ کی دریافت کھروشتی رسم الخط کے مبداء کے ضمن میں خاص دلچسپی رکھتی ہی اس لئے کہ اس سے ثابت ہوتا ہی کہ ٹیکسلہ میں کھروشتی حروف آرامی رسم الخط سے اخذ کئے گئے۔ اور آرامی زبان کو اخمینیون نے سنہ ۵۰۰ ق۔ م۔ میں شمال مغربی ہند پر قبضہ کرتے وقت جمانے کے بعد اس ملک میں رائج کیا۔ (جس علاقے میں کھروشتی رسم الخط کا رواج رہا ہی اس میں ٹیکسلہ سب سے بڑا شہر تھا)۔

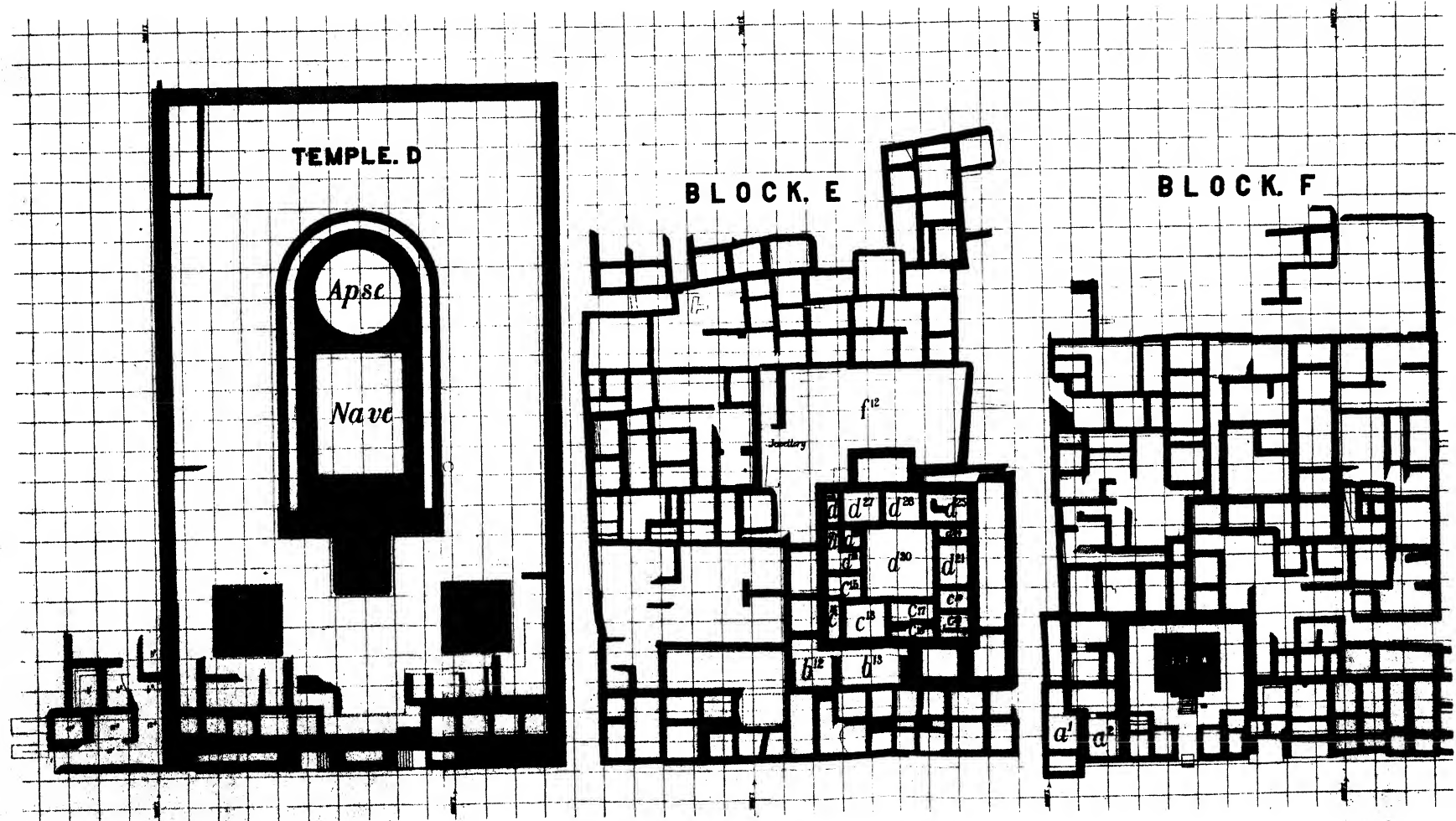


101 SIBKAP ARAMAIC
INSCRIPTION



102 JAULTAN STUPA
CASKET

سرکپ کے ان مکانوں اور نیز دوسرے مکانوں سے جو چھوٹی چھوٹی نادر اشیاء برآمد ہوئی ہیں وہ تعداد میں بہت زیادہ اور نوعیت میں بہت مختلف ہیں۔ ایک کثیر تعداد تو مختلف شکل اور جسامت کے مٹی کے برتنوں کی ہی جن میں چراغ ، پانی پینے کے پیالے ، لوبان دان اور بڑے بڑے گھڑے شامل ہیں جو تین سے چار فٹ تک اونچے ہیں اور تیل ، اناج ، یا اسی قسم کی دیگر اشیاء رکھنے کے کام آتے تھے۔ علاوہ ازیں بختہ مٹی کی چھوٹی چھوٹی مورتیں اور کھلنے ، پتھر کے پیالے ، ساغر ، اور منقش اور سادہ طشتریان ، آہنی ظروف اور دیگر اشیاء جن میں پہاڑے ، کھلنے بند ہرجاندیالی کرسیاں ، تپائیاں ، گھوڑوں کی لگامیں ، قفلوں کی کنجیاں ، درانتیاں ، تلواریں ، خنجر ، ڈھالوں کے پھول ، اور تیروں کے پیدگان شامل ہیں ، کانسی اور تانبہ کے پیالے ، چراغ ، دبان ، عطر دانیاں ، منقش گھنڈی دار سرئیاں ، گھنٹیاں اور انگریزیاں ، اور مزید برآں کئی ہزار سکے اور سونے چاندی کے بھسے سے زیورات بھی سرکپ سے دستیاب ہوئے ہیں۔ ان تمام چیزوں کا مفصل ذکر اس رَہنمَہ کے احاطے سے باہر ہی لیکن چاندی اور





SIBKAP: FIGURE OF HARPOCRATES.

اس تصویر سے قریباً دو فٹ نیچے مٹی کا ایک گہرا دستیاب ہوا جس کے منہ پر ایک تھالی ڈھکی ہوئی تھی۔ یہ تھالی در پتلے پتلے پتروں کی بنی ہوئی تھی ایک لوہے کا جو نیچے کی طرف ہی اور دوسرا چاندی کا جو اوپر کی جانب ہی اور دونوں پترے چاندی کی میخوں سے جڑے ہوئے ہیں۔ کیا عجب ہی کہ اول اول اس تھالی سے کسی ڈھال کے پھول کا کام لیا جاتا ہو!

۲ — یونانی دیوتا ڈائیونیسس (Dionysus) کا سر:— یہ سر چاندی کے پترے کا بنا ہوا ہے جس پر چہرے کے خط وخال ٹھپے کے ذریعے نمایاں کئے گئے ہیں۔ اور ایک ٹیک (۱) پر رکھا ہوا ہے۔ دیوتا کے سر پر بالوں کی بجائی انگوری بیل لپٹی ہوئی ہے، کان نوکدار ہیں، دائیں ہاتھ میں شراب کا دو دستے والا ساغر اور سر کے پیچھے منحنی عصا (thyrsus) ہے جس کے سرے پر گھنٹی لٹک رہی ہے۔ ٹیک کے پیش پر پھول اور کھجور کے پتے بنے ہیں اور پچھلی طرف ایک خمدار چھجہ ہے جو اس غرض سے بنایا گیا تھا کہ اگر سر کو میز پر ترچھا رکھنا چاہیں تو باسانی رکھ سکیں۔ طرز

(۱) تصویر میں ٹیک نہیں دکھائی گئی۔

ساخت کے لحاظ سے یہ سر بالکل یونانی اور اعلیٰ درجے کی صنعت کا نمونہ ہی (Plate I) -

۳ - نقرئی چمچہ : - اس کے دستے کا سرا (بکری کے) گھر سے مشابہ ہی - باقی حصہ مخروطی شکل کا اور چمچے کی الٹی طرف جڑا ہوا ہی - دستے پر نیچے کی جانب موش دم نمونے کا آہار ہی - طرز ساخت یونانی ہی بعینہ اسی قسم کے چمچے پامپیدائی (۱) سے بھی دستیاب ہوئے ہیں (Plate XVI , 15) -

۴ - طلائی کنگنوں کے دو جوڑے : - (یہ کنگن درمیان سے پولی ہیں اور) انکے منہ سونے کے پتروں سے بند کئے گئے ہیں -

۵ - طلائی بالیرون کا ایک جوڑا : - انکے کندوں میں قبضے لگے ہوئے ہیں جو گھوڑے کے دوہرے نعل سے مشابہ ہیں - ہر قبضے پر ایک ایک تسعہ ، دو درپان اور ایک ایک پانچ پتیوں والا پہول بنا ہی - پانوں اور پہولوں میں مصنوعی جواہر جڑے ہوئے تھے جو اب ضائع ہو چکے ہیں - (Plate XVI , 1-2)

(۱) - Pompeii اٹلی کا قدیم شہر جو ایک کوہ آتش فشاں کے پھٹنے سے تباہ ہو گیا تھا - (مترجم)



SILVER JEWELLERY FROM HOUSE E AND OTHER OBJECTS.

۶ — در طلائی جھمکے : — ہر جھمکے میں ایک ایک چھلا اور آریزہ ہی - چھلون کے اوپر کی سطح منکرون اور دانوں کی دھری قطار سے مزین ہی - نیچے دندائے دار غنچہ نما آریزے لٹک رہے ہیں -
(Plate XVI, 3 and 5)

۷ — پھول نما طلائی جھومر : — اسکے بالاٹی حصے میں چھ لمبی لمبی پتیاں ہیں جنکی پشت پر دانے دار کمانیاں لگی ہیں اور اوپر کے سرور پر چھ چھوٹے چھوٹے پان کی شکل کے پتے ہیں جنمیں سے ایک پتے پر مصنوعی یا اصلی جواہرات جڑے ہوئے ہیں - بڑی پتیوں کے نیچے ایک دانے دار چھلا لگا ہی جس میں زنجیروں کے ذریعے تین گھنٹیاں آویزان ہیں (Plate XVI, 4)

۸ — سونے کی انگشتری : — اس کی مہر کی جگہ مسطح ہی - اور اس پر کھروشتی حرف میں الفاظ سَدَر لَسَہ اور نندی پد یعنی بیل کے کھر کا نشان کدہ ہیں - (Plate XVI, 6)

۹ — سونے کی انگوٹھی جس کی مہر بیضوی ہی - مہر میں عقیق کا نگینہ جڑا ہوا ہی جسپر یونانی طرز

۷ مطابق کارنو کوپیا (۱) اور ایک منقش برتن اور برچہ
کی تصاویر بنی ہوئی ہیں - (Plate XVI, 7)

۱۰ — سونے کی انگوٹھی :— اس کی مہر بھی
بیضی ہی - مہر میں چاندی کا پترا جڑا ہوا ہے جس
کے نقش و نگار ایسے مدہم ہو گئے ہیں کہ انکا مطلب
نکالنا ناممکن ہے - (Plate XVI, 8)

۱۱ — سونے کی انگوٹھی :— اس کی مہر مسطح
مستطیل شکل کی ہے اور اسکے دونوں طرف سونے کے چار
چار موتی یا بوندیں ہیں - مہر میں سنگ لاجورد کا نگینہ
جڑا ہوا ہے جس پر ایک سیاہی ہاتھ میں برچہ
اور ڈھال لئے کھڑا ہے - اور سیاہی کے بائیں جانب
قدیم براہمی رسم الخط میں ذیل کے الفاظ کندہ
ہیں :—

۔ . . . سَمْنَا رَسَه

نقش و نگار کی طرز یونانی ہے (Plate XVI, 9)

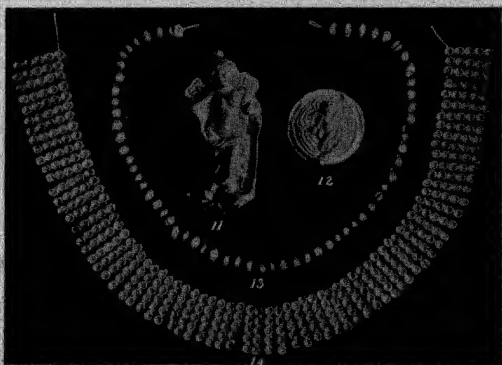
۱۲ — طلائی زنجیر جو چار دھری زنجیروں کو

(۱) Cornucopia لاطینی علم الاسنام میں اوس بکری کے سینک

کا نام ہے جسکے مشقری (Jupiter) کو دودھ پلایا تھا - اس تصویر
کے گرد عموماً بہت سے سنارے بنائے جاتے ہیں جن سے افراط اور
بہتات کا اظہار مقصود ہوتا ہے - (مترجم)



a



b

آپس میں گوندھ کر بنائی گئی ہی - اس کے ایک سرے پر چھلا اور دوسرے سرے پر کنڈا ہی (Plate XVII, 8)

۱۳ — طلائی ہار کے چھ تھولے کی شکل کے لٹکن :-
ان کے خول پر مختلف نمونے کے جالی کے کام کی آرائش ہی جس میں نقلی فیروزے ، جہسوار اور دیگر قیمتی پتھر جڑے ہوئے ہیں - ہر لٹکن میں دو دو کنڈے لگے ہیں (Plate XVII, 7) -

۱۴ — جالی کے کام کے سات طلائی منکے :- انہر غالباً نقلی جواہر جڑے ہوئے تھے (Plate XVII, 6) -

۱۵ — طلائی مرکبوں کا جڑا جنکے سرورں پر تار لپٹے ہوئے ہیں (Plate XVII, 4-5) -

۱۶ — طلائی مرکبی جسم کی ساخت بہت بھدی ہی - (Plate XVII, 3)

۱۷ — بیضوی شکل کا طلائی تعویذ :- (اسکے وسط میں جو قیمتی پتھر جڑا ہوا تھا وہ غائب ہو چکا ہی -

۱۸ — دو پہل دار طلائی بندے جنہیں یاقوت کے محدد نگینے جڑے ہوئے ہیں - یہ غالباً بالیون میں پہننے کے لئے تھے (Plate XVII, 9) -

۱۹ — مخروطی شکل کے پولے طلائی آریزرن

جرزا (Plate XVII, 10) -

۲۰ — ساتھ پولے طلائی منگے : — یہ سب شکل

میں مدور ہین مگر جسماتیں مختلف ہین

(Plate XVII, 13) -

معلوم ہوتا ہی کہ اشیائے مذکورہ پہلی صدی قبل مسیح میں سپرد زمین کی گئی تھیں - لیکن ارنمیں سے اکثر کی فرسودہ حالت سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ اس برتن میں رکھے جانے سے قبل بھی بہت عرصہ تک استعمال میں رہ چکی تھیں - کانسی کی مررت میرے خیال میں پہلی صدی قبل مسیح کی بنی ہوئی ہی - اور لاجورن والی انگوٹھی اور ڈائیونیسس کا سر اس سے ایک صدی قبل کے ہین - آج تک ہندوستان میں جس قدر قدیم اشیاء برآمد ہوئی ہین ارنمیں ڈائیونیسس کا یہ سر یونانی صنعت کا بہترین نمونہ ہی -

وسطی چوک کے شمالی حصے سے برآمد شدہ اشیاء

۲۱ — پردار آفرور دائی^۱ یا سائکے^۲ کی تصویر -
یہ سونے کے پترے کی بنی ہوئی ہی جسم
کے اعضاء اور نقش و نگار تھیں کے ذریعے بنائے گئے ہیں
(Plate XVII, 11) -

۲۲ — گول طلائی تمغہ :- اس کے نقش بھی تھیں
کے ذریعے بنائے گئے ہیں - وسط میں پردار کیورڈ^۳ رقص
کر رہا ہی اور نیورڈ^۴ کے گرد منحنی خط کھینچے ہوئے
ہیں - یہ اور تصویر نمبر ۲۱ دونوں بہت بھدی ہیں اور
بظاہر اس طرح بنی ہوئی معلوم ہوتی ہیں کہ
سرنے کے پتلے پتلے پتروں کو سانچوں میں رکھ کر
اوپر سے ہتھوڑی سے کوٹ لیا گیا ہی تاکہ تصویر کے
خط و خال خوب واضح ہو جائیں -

۲۳ — سنگ جیسنتھ (jacinth) کے بیضوی شکل
کے نو محذب نگینے جو نیچے کی طرف سے خالی ہیں

(۱) Aphrodite - یونانی علم الاضام میں محبت کی
دیی (مترجم)

(۲) Psyche - روح انسانی کو مجازاً ایک خوبصورت عورت
بظاہر کرتے ہیں جس پر عشق کا دیوتا فریفتہ ہی - (مترجم)

(۳) Cupid - عشق کا دیوتا (مترجم)

(یعنی مسطح نہیں) - ان پر رکتھری '۱' ایراس '۲' انسانی تصویروں کے اوپر کے نصف دھڑ، وغیرہ وغیرہ مختلف قسم کی شکلیں کھدی ہوئی ہیں -
۲۴ — عقیق کا ایک چپٹا دانہ: — اس پر بھی ایک نصف تصویر کھدی ہوئی ہے - یہ دانہ شکستہ ہے -

۲۵ — یاقوت کے تین محدد دانے: — جو نقطے اور حرف ر کی شکل کے ہیں اور غالباً کسی چیز میں جڑے ہوئے تھے -

۲۶ — شیشے کے دو بیضوی نگینے: — ان میں سے ایک ہموار سطح کا ہے جس پر سبز 'سفید' اور نیلے رنگ کے خط ہیں - اس کے نقش بہت مدہم ہیں - دوسرا محدد اور خاکستری رنگ کا ہے - اس کے نقش بھی مدہم ہیں اور وسط میں بال آگیا ہے -

۲۷ — طلائی ہار کے ۷۴ دانے: — بیچ میں سے پورے ہیں - دوزن سرون پر سوراخ ہیں تاکہ ان میں در دھاگے پڑائے جاسکیں (Plate XVII, 14) -

۲۸ — بلور اور نقلی فیروزے کے چند مختلف الاشکال محدد اور چپٹے ٹکڑے: — یہ ٹکڑے بمعہ ان نگینوں کے

(۱) Victory - یونانیوں کے ہاں فتح کی دیوی - (مترجم)
(۲) Eros - یونانی علم الاضام میں محبت کا دیوتا - (مترجم)

جن کا ذکر اوپر آیا ہی کسی چیز میں جوڑے ہوئے تھے -

۲۹ - نئے نمونوں کے اکیس تقریبی سٹے :- یہ سٹے

پارتھیائی بادشاہوں میں سے ساسان ، سپید انیز اور سناسترا کے اور کشانی بادشاہ کید فائسیز ثانی کے عہد حکومت کے ہیں -

شاہراہ کی مغربی جانب Block E کے بالمقابل جو سلسلہ مکانات ہی - ارسمین قابل ذکر عمارت رہ سترہ ہی جو جنوب مشرقی گوشے میں واقع ہی - اسمین داخل ہونے کے لئے مشرقی جانب سات سات سترہیں کا دوہرا زینہ بنا ہی جسکی پیش کی چٹائی میں مربع کنجور لگے ہوئے ہیں - اس سترے کی کرسی پتھر کی بہاری بہاری دیواروں سے بنی ہوئی ہی جو کرسی کے وسط میں آکر مل جاتی ہیں اور جن کے درمیانی فاصلوں میں ملبہ بھرا ہوا تھا - اس عمارت کے عین وسط میں کھدائی کرنیسے سطح زمین سے سات آٹھ فٹ گہرائی پر ایک مربع کمرہ برآمد ہوا مگر افسوس ہی کہ اس کے قبرکات پہلے ہی کسی نے کمرے کو کھود کر نکال لئے تھے -

ستوپہ مذکور سے اور آگے شمال کو شاہراہ کی شرقی جانب اہل بڑہہ کا ایک عظیم الشان محرابی (۱) مندر ہی جس کا سطحی نقشہ (Plate XIV) پر دیا ہوا ہے۔ یہ مندر ایک مستطیل شکل کے وسیع چوک میں واقع ہے اور اسکا رکار مغرب کی جانب ہی۔ مندر کے دروازے کے پہلورن پر دو بلند چبوترے اور احاطے کی مغربی دیوار کے ساتھ بھکشورن کے رہنے کے لئے حجرے بنے ہوئے تھے۔ موجودہ مندر سیٹھی یا پارٹھیائی عہد کی کسی قدیم عمارت کے کھنڈرات پر قائم ہے۔ چنانچہ اسکی تعمیر کے وقت ان قدیم کھنڈرات کو ملنے سے بھر کر ایک بلند چبوترہ بنا لیا گیا جس کے مغربی جانب ایک دوہرا زینہ مہیا کیا گیا۔ اس چبوترے کے بنانے سے دو فائدے مدنظر تھے۔ ایک تو یہ کہ صحن کی سطح ہموار ہو جائیگی اور دوسری یہ کہ مندر بھی دیکھنے میں زیادہ شاندار نظر آئیگا۔ چوک میں داخل ہوتے ہی دائیں اور بائیں جانب جو دو چبوترے (C^1 و C^2) ہیں وہ در اصل

(۱) Apsidal - ایسی عمارت جس کے ایک ضلع کی دیوار

ہلالی یا کثیر الزویا ہو (مترجم)

ہو چھوٹے چھوٹے سترپوں کی کرسیاں ہیں جنکے
ملیے میں سے بہت سے چوٹے اور پختہ مٹی کے بنے ہوئے
سر اور بہت سے آرائشی اجزائے عمارتی دستیاب
ہوئے جن سے کسی زمانہ میں یہ ستوپے - زمین تھے -
ان میں سے ایک سر جسکے خط و خال عجیب
و غریب ہیں (Plate XVI, 16) میں دکھایا گیا
ہی - اسکے برے برے نکیلے کانروں سے ظاہر ہوتا ہی
کہ یہ سرکسی یونانی ساتیر' کا ہی -

ان چوٹے اور مٹی کے سرورں کی وقعت اس لئے
اور بھی زیادہ ہوجاتی ہی کہ ہم ان کی ساخت کے
زمانے کی قریب قریب یقینی طور پر تعین کر سکتے ہیں -
مذکورہ بالا چوک کے ملیے میں ' نیز اور صحنوں میں
سے جو اسی سلسلے میں دوسری جگہ واقع ہیں ،
بے شمار سکے بھی دستیاب ہوئے ہیں اور باستثناے
چند قدیم سکوں کے جو انکے ساتھ پائے گئے یہ سب
سکے یا تو کجولا کیت فائسبز کے عہد حکومت کے ہیں
یا ہرمائیس کے زمانے کے - ان سے ہم اس نتیجے پر
پہنچتے ہیں کہ یہ عمارت پہلی صدی عیسوی کے
آخری حصہ ہی میں برباد ہوئی شروع ہو گئی تھی -

(۱) - Satyr - جنگل یا نباتات کا دیوتا جس کا نصف بدن

انسان سے اور نصف بکری سے ملتا ہی (مترجم)

صحن کے وسط میں عظیم الشان محرابی مندر بنا ہی جس کو ارسی طرح کرسی دے کر سطح صحن سے بلند کیا ہی جس طرح صحن کو سطح بازار سے اونچا کیا تھا۔ مندر کے وسط میں ایک وسیع مستطیل کمرہ (nave) (۱) اس کے سامنے دیوڑھی اور پیچھے ایک مدور کمرہ (apse) ہی اور تمام عمارت کے گرد پردکشنا ہی جس میں سامنے کی دیوڑھی سے داخل ہوتے تھے۔ بحیثیت مجموعی مندر کا نقشہ بالکل ارسی قسم کا ہی جیسا کہ کوہ برابر (ضلع گیا۔ صوبہ بہار) میں غار سداما کا۔ اگر کچھ فرق ہی تو یہ کہ غار سداما میں دیوڑھی اور پردکشنا نہیں بنائے گئے۔ مدور کمرے کا قطر ۲۹ فٹ ہی اور ابتداءً اس کے وسط میں ضرر کوئی ستوپہ بنا ہوگا جسکو کسی سابق متلاشٹی خزانہ نے بالکل تباہ اور برباد کر دیا۔ اس کی بنیادین خلاف معمول سطح فرش سے ۲۲ فٹ نیچے سے اٹھائی

(۱) جنرل کننگھم کو اس وسطی کمرے سے سوختہ مٹی کی ایک غیر معمولی قدر قاصد کی، تصویر کے اجزا دستیاب ہوئے تھے۔ گول کمرے کو میجر کراکرافٹ نے کننگھم سے پہلے ہی کھدوایا تھا۔ اور کننگھم نے اس کمرے کو کورن، حوض یا نہ خانہ خیال کیا۔ دیکھو کننگھم سروی رپورٹ جلد ۲ صفحات ۱۴۸ - ۱۴۷ و جلد ۵ صفحہ ۷۴ -

گڈی ہین، جس کے بظاہر در سبب معلوم ہوتے ہیں - ایک تریہ کہ بالائی عمارت بے اندازہ وزنی تھی اور درم یہ کہ خالص اچھرتی زمین پر قائم کرنے کی غرض سے بنیادوں کو قدیم عمارات کے افتادہ ملے کے نیچے تک لیجانا ضروری تھا (۱) -

قدیم فرش کی سطح کے نزدیک دیواروں میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک سیدھا افقی شگاف تھا جو اب مٹی سے بھر گیا ہے - مندر کی تعمیر کے وقت اس شگاف میں چوبی شہتیر رکھے گئے تھے جو اب ضائع ہو چکے ہیں (۲) -

مندر کی اونچائی کا صحیح اندازہ لگانا تو ناممکن ہے لیکن غالب گمان یہ ہے کہ وسطی

(۱) جنرل کننگھم کا بیان ہے کہ گول کمرہ کڑے کرکٹ سے بھرا ہوا تھا اور میجر کراکرافٹ کو ۱۸ فٹ کی گہرائی پر پتھروں کا ایک پختہ فرش ملا تھا - آگے چل کر جنرل مذکور کہتا ہے کہ گول کمرے کی دیواروں پر (غالباً حصص زیر زمین سے مراد ہے) چوٹے کے پلستر کے نشانات موجود تھے - پہلا بیان یقیناً غلط اور دوسرا ہی نا درست ہے جیسا کہ عمارت کا وہ نقشہ جو ارس کی رپورٹ جلد ۵ میں پلیٹ ۱۹ پر دیا ہوا ہے یا اوس کا یہ بیان کہ وسطی کمرہ گول کمرے کے مشرقی جانب واقع ہے -

(۲) اب اس شگاف میں چوکور ترشے ہوئے پتھروں کا ایک ردہ لگا دیا گیا ہے (مترجم)

اور گول کمرون میں مغربی دروازے سے، یا اس کے اوپر ایک کھڑکی کے ذریعے سے، روشنی پہنچائی جاتی ہوگی اور پردہ کشنا کے لئے بیرونی دیوار میں کھڑکیاں لگا کر - (مندرجہ ذیل میں بھی، جس کا ذکر آگے آئیگا، بعینہ یہی طریقہ اختیار کیا گیا تھا) - لکڑی کے ٹکڑوں، اور بے شمار آہنی میخوں، زنجیروں اور پٹیوں وغیرہ سے جو ملبد میں ملی ہیں، ظاہر ہوتا ہے کہ مندر کی چھت لکڑی کی بنی ہوئی تھی - اگر وہ چھت مسطح تھی تو ضرور ہی کہ اس پر مٹی بچھائی گئی ہو - اور اگر ڈھلوان تھی تو ممکن ہے کہ اس کے اوپر دھات کی چادر کے ٹکڑے لگائے گئے ہوں کیونکہ مٹی کا کوئی کھپرا اس عمارت سے برآمد نہیں ہوا -

محرابی مندر اور شہر کی شمالی فصیل کے مابین جو عمارت واقع ہیں ان میں، سوائے ایک وسیع صحن کے جو شاہراہ کی مشرقی جانب ہی اور جس کے وسط میں ایک مربع سترپہ بنا ہوا ہے، اور گول عمارت اس قابل نہیں کہ اس کا ذکر خاص طور پر کیا جائے - جن صحنوں کا ذکر پہلے آچکا ہے انکی نسبت یہ صحن بہت وسیع ہے اور خلاف معمول اس کے چاروں پہلوؤں پر رہائشی حجرے بھی بنے ہوئے ہیں - اس اختلاف کی وجہ بظاہر

ستوپہ واقع صحن
(A)

یہ معلوم ہوتی ہی کہ یہ ستوپہ تو عالم لوگوں کی عبادت کے لئے وقف تھا - اور جن ستوپوں کا ذکر پہلے آچکا ہی وہ خاص خاص اشخاص کے لئے مخصوص تھے - اس ستوپے کے تبرکات تو پہلے ہی غائب ہو چکے تھے لیکن ”تبرکات کے خانے“ سے دیگر اشیاء کے علاوہ بلور کے چند شکستہ ٹکڑے بھی برآمد ہوئے جو بڑے شبہہ بلور کی ایک نہایت خوشگما صندوقچی کے اجزا ہیں اور جنکی خوبصورت طرز ساخت سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ صندوقچی عہد موریہ کی یادگار ہوگی - اس وقت جو ٹکڑے دستیاب ہوئے ہیں ان سے پایا جاتا ہی کہ اپنی درست حالت میں یہ صندوقچی اس قدر بڑی تھی کہ اس ستوپے کے تبرکات کے خانے میں اس کا داخل ہونا ناممکن تھا - اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ صندوقچی مذکور اپنی موجودہ شکستہ حالت ہی میں ستوپے کے اندر رکھی گئی تھی اور غالباً جو ”آثار“ اس ستوپے میں دفن کئے گئے وہ بھی کسی قدیم عمارت سے لئے گئے ہونگے - لیکن چونکہ بلور کی صندوقچی جس میں وہ ”آثار“ رکھے تھے، ٹوٹ گئی تھی - اس لئے اس کے شکستہ ٹکڑوں ہی کو وہ احتیاط قمام محفوظ کر لیا گیا - اس قسم کے ٹکڑوں کا تبرکات کے ساتھ تعلق رکھنا

ہیں انہیں خاص عظمت و عزت کا مستحق کر دیتا
ہی۔ چنانچہ دروازہ برہمن کے حصے سے یہ بات خوب واضح
ہو جاتی ہی۔ کیونکہ جب بدھ کی سرخندہ نعش
کے ”آثار“ تقسیم کئے گئے تو دروازے کے حصے میں
صرف وہ برتن آیا تھا جس میں مٹائی لوگوں نے
”آثار“ مذکور رکھے تھے۔ علاوہ ازیں ”ساجی“
سارناتھ اور دیگر قدیم مقامات سے بھی ایسے
شکستہ برتن برآمد ہوئے ہیں جن سے اس خیال
کی بخوبی تصدیق ہوتی ہی۔

دروازہ شہر

سرکپ کے شمالی دروازے اور اس کے استحكامات
کی کہدائی مکمل ہو جانے کے بعد غالباً یہ عمارت
بھی ویسی ہی دلچسپ ثابت ہوگی جیسی
اس شہر کی دیگر مشہور عمارات۔ خصوصاً اس لئے
کہ ایک قدیم شہر کا دروازہ، شمال مغربی ہندوستان
میں پہلی مرتبہ آشکار ہوگا۔ سر دست جس قدر
کہدائی ہو چکی ہی وہ ابھی اس حد تک نہیں
پہنچی کہ اس سے ان استحكامات کے نقشے کا
صحیح اندازہ لگایا جاسکے۔ تاہم اس قدر تو عیاں ہی
کہ بڑے دروازے کے سامنے بیرونی جانب ایک
پردے کی دیوار تھی۔ جس میں دروازے
کے محل سے کچھ ہٹ کر ایک دوسرا دروازہ بڑا

گیا تھا ۔ بڑے دروازے کے مغرب میں ، فصیل
 کی اندرونی جانب ، چند مستحکم کمرے ہیں
 جن میں شاید محافظ دستہ فوج رکھتا تھا ۔ ان
 کمروں کے بالمقابل ، پمپی شاہراہ کی مشرقی جانب
 ایک دمدم کے بقیات ہیں جس کے ذریعہ
 محافظین شہر فصیل پر چڑھ سکتے تھے ۔ دروازے
 کے عین اندر اور باہر سطح زمین ڈھلوان تھی ۔
 اور چون چون اندرون شہر کی سطح زمین اونچی
 ہوتی گئی دروازے کی اندرونی زمین کی سطح
 بھی زیادہ ڈھلوان ہوتی چلی گئی ۔ اس طرح شہر
 کا پانی نکالنے کے لئے ایک گہرا نلہ بنانے کی ضرورت
 پیش آئی ۔ دروازے کے ضمن میں دلچسپی کی ایک
 اور بات یہ ہے کہ مشرق کی طرف فصیل کے
 بالکل قریب ایک کڈوان بنا ہوا ہے جہاں شہر
 میں داخل ہونے والے مسافر دم لیتے اور حسب ضرورت
 پانی حاصل کر سکتے تھے ۔

باب ۷

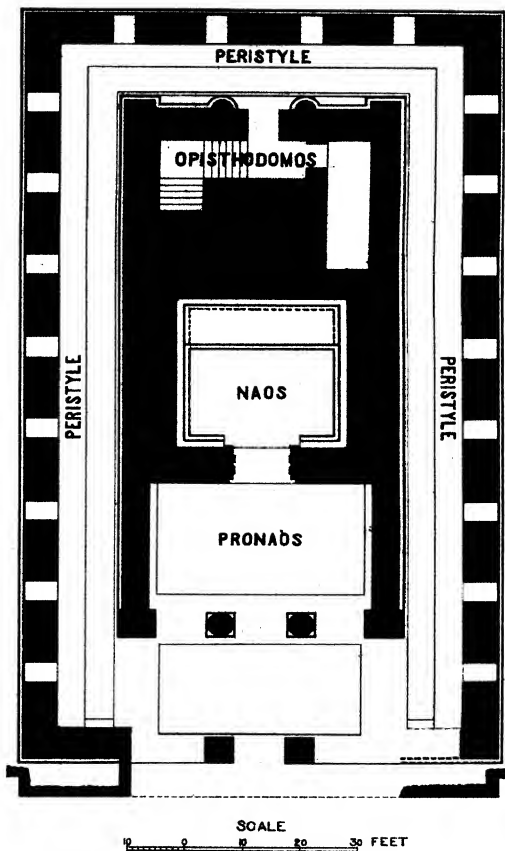
جندپال

مندر

سرکپ سے ٹیڈک شمال کی طرف چل کر ہم ارس نواح شہر میں سے ہوتے ہوئے جو کچا کورت کے نام سے مشہور ہے، جندپال کے در اونچی اونچی ٹیلوں پر پہنچتے ہیں جن کے درمیان سے غالباً حسن ابدال اور پشاور کو جانپوالی قدیم سڑک گذرتی تھی۔ انہیں سے مشرقی ٹیلہ جنرل کنگھم کے رقت مین ملحقہ کھیتوں سے قریباً ۴۵ فٹ بلند تھا۔ سنہ ۱۸۶۳ء میں جنرل ۰ ذکور نے اس ٹیلے میں سرسری کھدائی کی اور سطح زمین سے سات یا آٹھ فٹ کی گہرائی پر ایک وسیع عمارت کی چند دیواریں دریافت کیں۔ اس عمارت کی نسبت ارنلڈ یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ کسی زمانے میں مندر کا کام دیتی تھی۔ اتفاق کی بات ہے کہ جنرل کنگھم کا یہ خیال، کہ اس ٹیلے کے نیچے کسی مندر کے آثار دیے ہوئے ہیں، بالکل صحیح نکلا۔ لیکن جو دیواریں (۱) اوس نے

(۱) یہ دیواریں بہت شکستہ تھیں۔ اور کھدائی کا کام زیریں عمارت تک پہنچانے کے لئے ضروری تھا کہ اوس کو تیز کر بالکل نکال دیا جائے۔

JANDIAL TEMPLE: PLAN.



خود ملیے متنی کے اندر سے نکلوائی تھیں وہ عہد وسطی کی ایک عمارت سے تعلق رکھتی تھیں - اور قدیم مندر کے آثار اور دیواروں سے بھی اُٹھ یا نو فٹ نیچے جا کر آشکار ہوئے -

یہ مندر ایک مصنوعی ٹیلے پر ، جو اُس پاس کی زمین سے ۲۵ فٹ بلند ہی ، شہر سرکپ کے شمالی دروازے کے ٹھیلے سامنے واقع ہی اور اس طرح اس کا محل وقوع نہایت با موقعہ اور دلکش ہی اور نکاس کو شامل کر کے جو دیورڑھی کے سامنے ہی پچھلی دیوار تک مندر کا طول ۱۵۸ فٹ ہی - لیکن اگر ستونوں کے سلسلے (یعنی کھڑکیوں والی دیوار) کو جو اس کے چاروں طرف قائم ہی نکال دیا جائے تو سر ۱۰۰ فٹ سے کچھ ہی اوپر رہ جاتا ہی - اس وقت تک جتنے مندر ہندوستان میں دریافت ہوئے ہیں ان سب سے اس مندر کا نقشہ الگ اور بالکل مختلف ، مگر یونان کے قدیم منادر سے غیر معمولی مشابہت رکھتا ہی (ملاحظہ ہو نقشہ Plate XVIII) - یونان کے معماری ستون دار مندروں میں عموماً چاروں طرف ستونوں کا سلسلہ (peristyle) سامنے پیش

دیوڑھی (pronaos) اور عبادت گاہ (naos) اور پس پشت ایک عقبی دیوڑھی (opisthodomos) ہوا کرتی ہی - اہل روم اس عقبی دیوڑھی کو پوسٹیکم (posticum) کہتے تھے - بعض مندروں میں مثلاً مندر پارتھینان واقعہ شہر ایتھنز (۱) یا مندر آرٹیمس واقعہ ایفیسس (۲) میں عبادت گاہ اور عقبی دیوڑھی کے درمیان ایک زائد کمرہ بھی ہی - اور مندر ”پارتھینان“ میں اس کمرے کا نام پارتھینان یعنی ”درشیزہ دیوی ایتھینی کا کمرہ“ ہی - جنڈیال کے اس مندر کا نقشہ بھی ہو بہو مذکورہ بالا مندروں کے مطابق ہی اور اگر کچھ فرق ہی تو صرف یہ کہ اس کے تین طرف ستونوں کے سلسلے کی بجائے ایک پختہ دیوار ہی جس میں تہوڑے تہوڑے فاصلے پر بڑی بڑی کھڑکیاں بنی ہوئی ہیں جنکے ذریعے زافر روشنی پردکھشا میں پہنچتی تھی - مندر کے دروازے پر، جو جنوبی جانب ہی، یونانی طرز کے دو ستونوں کے بقیات نظر آتے ہیں جن کے دو طرف ایک ایک مربع نیم ستون

تھا (۱) - ان ستونوں اور نیم ستونوں پر دروازے کی بلائی
 کڑیوں کے سرے قائم تھے - ستونوں کے جنوب میں
 ایک فراخ دیوڑھی ہی جس کی دوسری
 طرف ان کھمبوں کے جواب میں اسی قسم کے
 در اور ستون اسی طریقے سے (یعنی در نیم ستونوں کے
 درمیان) قائم ہیں - ارسکے بعد یونانی مندروں کی
 طرح ، پیش دیوڑھی آتی ہی جہاں سے ایک
 فراخ دروازے کے ذریعے عبادت گاہ میں داخل ہوتے
 ہیں - مندر کی پشت کی جانب ایک اور کمرہ
 ہی جسے عقبی دیوڑھی سمجھنا چاہئے - اس مندر اور
 یونانی مندر کے نقشے میں جو اصولی فرق ہی رہا
 یہ ہی کہ عقبی دیوڑھی اور عبادت گاہ کے درمیان جو
 ایک زائد کمرہ یونانی مندروں میں ہوتا ہی ارس کی
 بجائے اس مندر میں ٹھہرس چٹائی کردی گئی ہی

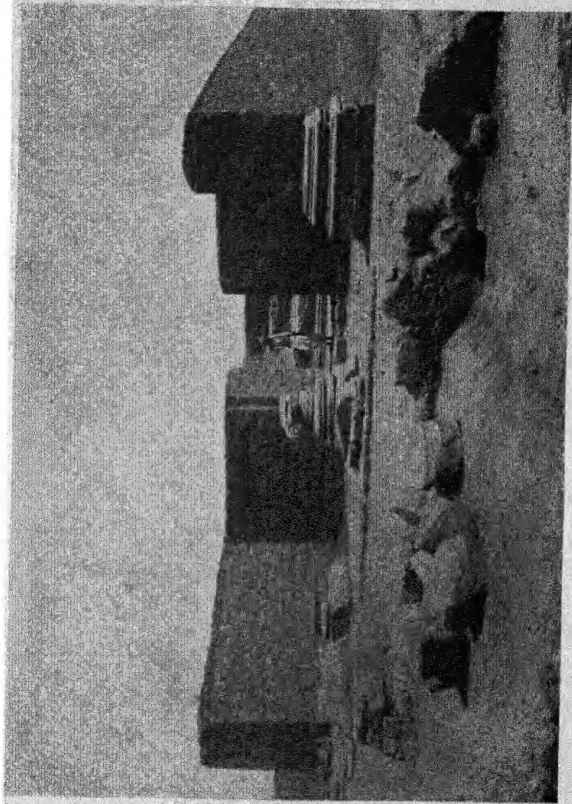
(۱) ان سے ذرا چھوٹے مگر اسی طرز کے یونانی ستون جنرل کننگھم

کو بھی موضع مرہڑہ ملہاران کے قریب ایک بودھ عمارت کے ملے

میں ملے تھے - دیکھو کننگھم سرے رپورٹ جلد ۵ ص ۶۹ اور تصاویر

جسکی بنیادیں فرش مندر سے بیس فٹ سے بھی زیادہ نیچے چلی گئی ہیں۔ ان بنیادوں کی گہرائی سے ہم باسانی یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ انکے اوپر جو عمارت تعمیر کی گئی تھی وہ بہت وزنی، مندر کے دیگر حصص سے بہت زیادہ بلند، اور غالباً ایک مینار کی صورت میں تھی۔ اس مینار پر چڑھنے کے لئے فراخ زینہ بذالے گئے تھے جو عقبی دیوڑھی سے شروع ہو کر مندر کے پہلوؤں کے متوازی چلے جاتے تھے۔ ان میں سے در زینہ اس وقت تک موجود ہیں اور کم از کم تین زینے انکے اوپر اور تھے۔ یہ زینے جون جون اوپر چڑھتے، چوڑائی میں کم ہوتے جاتے تھے۔ مینار کی بلندی غالباً چالیس فٹ کے قریب تھی۔

اس مندر کی چنائی کنجور اور چوٹے کے پتھر کی ہی۔ دیواروں پر ابتداً چوٹے کا پلستر کیا ہوا تھا جس کے بقیات اس وقت بھی کہیں کہیں نظر آتے ہیں لیکن آئرنی نمونے کے ستون اور نیم ستون ریتیلے پتھر کے ہیں۔ اور انکی کرسیاں، عمود اور پرکالے تین علیحدہ علیحدہ ٹکڑوں میں بنے ہوئے اور ایک دوسرے کے ساتھ اسی پتھر کے چوکور ٹکڑوں کے ذریعے جڑے ہوئے تھے جو انکے وسط میں لگائے گئے تھے۔



VIEW OF JANDIAL TEMPLE.

بعینہ یہی طریقہ یونانی عمارات میں بھی رائج تھا (دیکھو Plate XIX) - علاوہ ازیں یونانی مندروں میں عام طور پر ستونوں کے مختلف حصوں کی مسطح سطحوں کو گھس گھس کر نہایت صفائی کے ساتھ وصل کیا کرتے اور معلوم ہوتا ہی کہ مندر جندیاں میں بھی ستونوں کی ساخت میں یہی طریقہ اختیار کیا گیا یعنی مختلف تکراروں کی چپٹی سطح کو وسط میں سے قدرے مجوف تراش کر اور سرور پر چاروں طرف کسی قدر ادبھرا ہوا کنارہ چھوڑ کر بعد میں اس کو گھس لیا گیا - ان ستونوں کی کرسیوں کے حاشئے الہی وضع قطع میں کچھ ایسے نازک نہیں لیکن ان کے پرکالے جنپیر ” برگ ریپکان “ اور ” منکے اور گٹی “ کے نمونوں کی مثبت کاری ہی خاصے خوشنما ہیں - بعض ستونوں اور نیم ستونوں کی کرسیوں میں (غالباً زلزلوں کے باعث) قدیم زمانے ہی میں درزیں پڑ گئی تھیں جن کی مرمت بعد میں اس طرح کی گئی کہ درزوں کے قریب پتھروں کے

خستہ پہلورن کو کات کر مسطم ارر سیدھا بنالیا اور حسب ضرورت نئے ٹکڑے لگا کر سب کو آہنی میڈرن کے ذریعے جوڑ دیا -

عبادت گاہ کی دیواروں کی اندر زنی جانب سطم فرش کے قریب دیواروں کے نیچے حصے پر ” گولے اور غلطے “ کی آرایش ہی - اور شمالی دیوار پر اس آرایش کی موجودگی سے ظاہر ہوتا ہی کہ اس دیوار کے ساتھ جو ۳۶ فٹ اونچا چبوترہ بنا ہی وہ بعد میں ایڑاد کیا گیا تھا - وہ دروازہ جس کے ذریعے پیش پذیر رہی سے عبادت گاہ میں داخل ہوتے ہیں اوسمیں غالباً لکڑی کے کواڑ لگے تھے جن کو لڑھے کی پتیوں کے ذریعے مستحکم کیا گیا تھا - چنانچہ ان پتیوں کے بہت سے ٹکڑے اس سوختہ ملبے کے اندر سے برآمد ہوئے ہیں جو فرش پر بکھرا پڑا تھا -

اب رہی اس مندر کی بالائی عمارت ، سوارسکے انریز اور کارنس وغیرہ سب لکڑی کے اور بلا شبہ اہل یونان کی آیونی طرز پر بنائے گئے تھے تاکہ آیونی نمونے کے کہمبون ، نیم ستونوں اور دیواروں کی آرایش سے مطابقت کھاسکیں - چہت بھی لکڑی ہی کی تھی لیکن یونانی مندروں کی چھتوں کی طرح ڈھلوان نہ تھی - اسلئے کہ اگر ڈھلوان ہوتی تو غالباً

اوسکے اریور کھپرل ڈالی جاتی (۱) 'ور ارس صورت میں
 دو چار کھبرے تو ضرور ہی افتادہ ملے میں سے
 دستیاب ہوتے۔ حالانکہ فرش مندر پر اسی قسم کی
 چیزوں کا نشان تلک نہیں پایا گیا۔ بخلاف اس کے
 بہت سی لمبی لمبی اہلی میخیں اور دروازوں کے قبضے
 اور لکڑی کے جلمے ہوئے شہتیر ملے میں سے برآمد ہوئے
 ہیں اور فرش پر ملے کی مٹی کی ایک موٹی
 تہ بھی ملی ہی۔ جس میں دیواروں کے پلستر
 کے برے برے ٹکڑے اور کوئلے ملے ہوئے ہیں۔ ان امور
 کی بنا پر ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ارس
 مینار کو چھوڑ کر جو عمارت کے وسط میں بنا تھا
 مندر کی باقی چھت اکثر ایشیائی عمارت کی طرح
 مسطح اور ہموار تھی۔ جس کی کڑیوں کے اریور
 (تختے اور اون کے اریور) مٹی کی صرف پانچ چھ انچ
 موٹی تہ جمادی گئی تھی۔

رثوق کے ساتھ یہ کہنا بہت مشکل ہی کہ یہ
 بے نظیر مندر کس مذہب کی عبادت کے
 لئے وقف تھا۔ اہل بودھ سے تو کم از کم
 اس کا کوئی واسطہ نہ تھا اس لئے کہ نہ تو اس کے

(۱) یہ بھی ممکن ہی۔ کہ چھت پرتانے یا پینل کی چادروں کے
 ٹکڑے استعمال کئے گئے ہوں لیکن ادھہ جلی مٹی کی موٹی تہ جو
 فرش پر ملی ہی اس خیال کی تردید کرتی ہی۔

اندر بدعہ مذہب کی کوئی مررتی ملی اور نہ اس کے ملے میں سے کسی قسم کے ”آثار“ ہی برآمد ہوئے ۔ علامہ ازیں اس کی غیر معمولی ساخت بھی اہل ہندوہ کے تمام معلومہ منادر کے نقشوں سے بالکل مختلف ہی ۔ اور انہی رجوہ کی بنا پر ہمیں اس مندر کے برہمنی یا جینی مذہب سے تعلق رکھنے کا خیال بھی رہ کرنا پڑیگا ۔ برخلاف اس کے ، عمارت کے وسط میں اور عبادت گاہ کے عین پس پشت ، ایک عالیشان مینار کی موجودگی بہت معنی خیز ہی ۔ اور میرا ذاتی خیال یہ ہی کہ یہ مینارہ اصل میں ”زکرت“ تھا جو اھرام کی طرح مخروطی شکل کا اور عراق کے زکرتوں کی طرح بلند تھا ۔ پس اس مینار کی موجودگی ، در تصویرن کی قطعی عدم موجودگی ، کو مدنظر رکھتے ہوئے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ مندر آتش پرستوں کے مذہب سے تعلق رکھتا تھا ۔ اس مینار کی چوٹی پر بیٹھ کر وہ لوگ چاند ، سورج اور ارن تمام اشیا کی پرستش کیا کرتے جو انکے خیالات کو آئین قدرت کی طرف متوجہ کرسکتی تھیں ۔ اندرونی عبادتگاہ میں آگ کی متبرک قربانگاہ تھی اور اوسکے پہلو میں ایک چبوترہ تھا جہاں

کہڑے ہو کر پجاری ارس میں ایندھن ڈالا کرتے (۱) -
 ہمیں معلوم ہی کہ شامی زکرت کے نقشے سے
 اہل فارس بخوبی آشنا تھے - پس اس سے زیادہ
 قرین قیاس اور کیا بات ہو سکتی ہی کہ انہوں نے
 اپنے آتشیں مفادر کے لئے ارس زکرت کا نقشہ اختیار کر لیا
 ہو - فیروز آباد (واقعہ ایران) میں جو زکرتی مینار ہی
 ارس کی نسبت بہت سے محققین کا خیال ہی
 کہ وہ درحقیقت آتشیں قربانگاہ تھی - مزید برآں
 میرے دعوے کی تائید میں یہ امر بھی فراموش
 نہ ہونا چاہئے کہ یہ مندر تورانی پارتھیائی عہد میں

(۱) اس ضمن میں مشہور پارسی فاضل ڈاکٹر جے - جے -
 مودی کا یہ مضمون ملاحظہ ہو - جو اخبار ٹائمز آف انڈیا مورخہ
 ۱۲ اگست سنہ ۱۹۱۵ء میں نکلا تھا - اول اول میرا خیال تھا
 کہ آتشیں قربانگاہ زکرت کی چوٹی پر واقع تھی اس لئے
 کہ آخمنی زمانے میں اہل فارس کے آتشکدے اونچے اونچے
 مقامات پر بنائے جاتے تھے - لیکن ڈاکٹر مودی کو اس میں
 کلام ہی کہ ٹیکسلہ میں ، جس کے مضافات میں مختلف
 مذاہب کے لوگ آباد تھے ، آتشیں قربانگاہ ایسی بلند جگہ بنائی
 گئی ہو جہاں سب کی نظر اس پر پڑ سکتی -

اوس وقت تعمیر ہوا تھا جبکہ ٹیکسلہ (۱) میں
زرشتیوں کو بڑا غلبہ حاصل تھا

بہت ممکن ہی کہ عمارت زیر بحث دہی
مندر ہو جسکا ذکر فلوسٹریٹس نے اپنی کتاب
”لائف آف اپوانیس“ میں کیا ہے اور جہاں وہ
خود اور ارس کا ہم سفر ڈیمس شہر میں داخل ہونے
کے لئے شاہی اجازت کے انتظار میں ٹھہرے تھے۔
فلوسٹریٹس کا بیان ہے کہ ”ہم نے فصیل
شہر کے بالہ مقابل سنگھ کی طرح کے پتھر کا ایک
وسیع مندر دیکھا جس کا طول سو ۱۰۰ فٹ کے قریب
تھا۔ اور ارس کے ارد گرد ستروں کے سلسلے اور اندر ایک
استھان تھا جو نسبتاً بہت چھوٹا مگر بحیثیت
محبوبہ قابل تعریف تھا کیونکہ اوسکی ہر ایک
دیوار کے سانہ پیتل کی تختیاں میخوں کے ذریعہ
جڑی ہوئی تھیں جنپر پوزس اور سکندر اعظم کے
کارناموں کی تصویریں کندہ تھیں“ مذکورہ بالا

(۱) جرمزہ کہ اس مندر کی تعمیر کے لئے معین کیا گیا ہے
وہ اس کی طرز تعمیر سے ظاہر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اسکی تائید
اہل ہندو کے مندر واقعہ ہوہرا ملہران سے بھی ہوتی ہے جہاں
سے جنرل کنگھم کو ایک عمارت کی بنیاد کے قریب عہد ایزز کے بارہ
سکے ملے تھے۔

بیان میں جو الفاظ ”فصیل شہر“ بالعقاب “
 واقع ہوئے ہیں ان سے مندر جندیاں کی جائے
 وقوع بالکل واضح ہو جاتی ہے کیونکہ شمال کی طرف
 سے ٹیکسلہ آنے والے مسافروں کو قدرتا شہر کے شمالی
 دروازے کے باہر انتظار کرنا پڑتا تھا - اندر نی
 عبادت گاہ یعنی استھان کا غیر متناسب طریق پر
چھوٹا ہونا بھی معنی خیز ہے اس لئے کہ مندر
جندیاں کی یہ ایک نرالی خصوصیت ہے - علاوہ
 ازیں اگرچہ مندر کا طول سو ۱۰۰ فٹ سے کہیں زیادہ
 ہے لیکن اگر ستونوں کے سلسلے کو نکال دیا جائے
 تو سو ۱۰۰ فٹ کے قریب ہی رہ جاتا ہے - کوئی دیگر
 (Conybare) اور دیگر مؤلفین نے جن یونانی الفاظ
 کا ترجمہ ”سنگ سماق“ کیا ہے میرے خیال
 میں ان کا ترجمہ یوں ہونا چاہئے ”پتھر چھپر چرنے
 کا پلستر کیا ہوا ہے“ - یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ
 هندوستان میں چونا بنانے کے لئے سیپ، گہنگے وغیرہ کا
 استعمال قدیم ایام سے ہوتا رہا ہے -

ٹیلہ (B) کا ستونہ
 اور خانقاہ

دوسرا ٹیلہ، مندر جندیاں والے ٹیلے سے ذرا مغرب کی
 طرف واقع ہے - اس پر ایک موٹی موٹی دیواروں والی
 اور بہت بڑی عمارت کے آثار موجود ہیں جو قریب قریب

آتش پرستوں کے مندر کی ہم عصر تھی۔ لیکن اس عمارت کی بناء فوقانی بالکل ضائع ہو چکی تھی اور سوائے چند پیچ در پیچ بنیادی دیواروں کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔ اس ٹیلے سے ذرا اور شمال کو، اور مندر سے قریباً چار سو گز کے فاصلے پر، در اور چھوٹے چھوٹے ٹیلے ہیں جو پللیٹ ۳۰ پر اشکال الف رب میں دکھائے گئی ہیں (Plate XXX, A-B) - (B) جو (A) کے مشرق میں ہی اس کے اندر سے ایک درمیانی جسم سے بے سترپے کے کھنڈرات برآمد ہوئے ہیں جو ایک خانقاہ کے مربع چرک میں بنا ہوا اور در مختلف زمانوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اول اول یہ ستوپہ سینھی پارٹھیانی عہد میں تعمیر ہوا تھا مگر اس کے بعد غالباً تیسری صدی عیسوی میں، دوبارہ بنایا گیا۔ قدیم ستوپہ شکل میں مربع ہے اور اس کی موجودہ دیواریں اس وقت پرانے فرش کے اوپر درخت سے کچھ ہی زیادہ بلند ہیں۔ اس کے جنوبی دروازے پر آگے کر بڑھا ہوا زینہ اور وسط میں ایک وسیع ”چھترہ تبرکات“ ہے۔ کرسی پر معمولی طرز کا ”سار“ اور ”سار“ کے اوپر چاروں طرف چھترہ - چھترہ نیم ستون ہیں جن کے اوپر کسی زمانے میں دندائے دار کارنس بنی ہوئی تھی۔ ستوپے کے مشرقی جانب بھی ایک

زیلہ ہی جس کے قریب دی ایک چھوٹی سی مربع کرسی ہی - یہ کرسی وضع قطع مین اور کرسیوں سے ملتی جلتی ہی جو سرکپ کے مندر واقع سلسلہ (G) کے زیلے نے پہلوڑن پر بنی ہوئی ہیں -

جب یہ ستوپہ اور اس کے متعلقہ حجرے گر گئے تو اور کے کھنڈرات پر ایک دوسرا ستوپہ اور حجرے کا ایک نیا سلسلہ تعمیر کیا گیا جن کا نقشہ بالکل مختلف تھا - اس دوسرے ستوپے کی کرسی گول اور نیم ایشار طرز کے مطابق بنی ہوئی ہی - کچھ عرصہ ہوا کنڈگم صاحب نے اس ٹیلے کو کھدایا تھا لیکن معلوم ہوتا ہی کہ وہ صرف بعد کے زمانے کی مدور عمارت تک ہی پہنچ سکے - اور کا بیان ہی کہ یہ عمارت قطر مین چالیس فٹ ہی لیکن وہ غلطی سے اس عمارت کو وہ ستوپہ سمجھے جو راجہ آشوک نے اس مقام پر تعمیر کرایا تھا جہاں کسی گذشتہ جنم مین مہاتما بدھ نے اپنا سر نذر کر دیا تھا (دیکھو صفحہ ۲۲۴) - کنڈگم صاحب کی کھدائی سے قبل ”حجرہ تبرکات“ کو نور سقے نے کھول لیا تھا لیکن لا علمی مین اور تبرکات کو جو اس کمرے مین پوشیدہ تھے باہر پھینک دیا تھا - چنانچہ

اوس مٹی اور ملے میں سے جو اوس نے سترپے کے قریب چھوڑا ، مجمع ایک محذب شکل کی چھوٹی سی تقرییباً ملی جس کے اندر اوسی شکل کی مگر اوس سے چھوٹی ایک اور طلائی دبیا تھی اور طلائی دبیا میں ہڈی کا ایک ذرہ سا ڈنڈا رکھا ہوا تھا وہ بڑا بڑن جس کے اندر بقیناً یہ دبیاں رکھی ہوئی تھیں غائب ہوچکا تھا ۔

(A) ستوپہ

دوسرا ٹیلہ جو نسبتاً چھوٹا ہی ستوپہ (B) سے کڑی سو فٹ کے فاصلے پر جانب غرب رافع دی ۔ جنرل کننگھم کا بیان ہی کہ اس کو دیہاتیوں نے اور سے پلے ہی کھول لیا تھا ۔ کننگھم صاحب لکھتے ہیں کہ اس ٹیلے میں بی ایک ٹوٹا پھرتا ” مندر “ مندر تھا ۔ لیکن درحقیقت اس میں سے ایک سترپے کے آثار برآمد ہوئے ہیں جو وضع قطع میں بالکل ویسا ہی جیسا کہ مذکورہ بالا ستوپوں میں سے قدیم ستوپہ اگرچہ اس کی چٹائی اور آرائشی جزئیات اوس قدیم سترپے کی نسبت کسی قدر ہمدی ہیں ۔ اس سترپے کے اندر سے نہ تو تبرکات ملے اور نہ اس کے ملے میں سے دلچسپی کی کوئی اور چیز دستیاب ہوئی ۔

باب ۸

سرسکھہ - لال چک - باداں پور

سرسکھہ کا
محل وقوع

شہر سرسکھہ میں پہنچنے کے لئے ہمیں آتش پرستوں کے مندر کی طرف لوٹنا اور وہاں سے پختہ سڑک پر $1\frac{1}{4}$ میل کے قریب خانپور کی طرف جانا پڑیگا۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ٹیکسلہ کے تیسریں شہروں میں سرسکھہ (۱) سب سے آخری اور جدید شہر ہی اس لئے کہ اسکو راجگان کشان اور ارمین سے غالباً راجہ کشک نے آباد کیا تھا۔ وہ ٹیلے جن کے نیچے اس شہر کی جنوبی اور مشرقی فصیل دبی ہوئی ہے لہٰذا نالے کے پار اس وقت بھی سڑک سے بخوبی نظر آتے ہیں لیکن شمالی اور مغربی دیواریں یا ترکھیتوں کی موجودہ سطح کے نیچے پوشیدہ ہیں یا توڑ پھوڑ کر برباد کر دی گئی ہیں جس کا نتیجہ

(۱) جنرل کننگہم کا خیال ہے کہ چونکہ چہقرب کا تلفظ بدل کر سترپ (Satrap) ہو گیا ہے (اور چہہ اکثر س سے بدل جاتی ہے) اسلئے سرسکھہ کا موجودہ نام غالباً قدیم چہہ چہکسہ سے بگازا ہوا ہے۔ جس کا ذکر لیکاکشرکا (مروہ دار مہار) کے کتبہ میں آیا ہے۔

یہ ہی کہ ان دو ضلعوں کی حدود کی تعیین میں
بڑی دقت پیش آتی ہے - مشرقی استحکامات
کا تھوڑا سا حصہ شہر کے جنوب مشرقی گوشے کے قریب
کہود کر ظاہر کیا گیا ہے اور پلے ہم اسی کہدائی
کا ذکر کریں گے - شہر کی فصیل ۱۸ فٹ ۶ انچ موٹی
اور انگھڑ پتھروں کی بنی ہوئی ہے لیکن اس کے
چہرے پر بڑے ڈائپیر نمونے کی صاف چٹائی ہے سطح
فرش کے قریب اس دیوار کی ساتھ ساتھ اندرونی اور بیرونی
جانب ایک گول پشتہ بنا ہوا ہے جو فصیل کی تکمیل
کے بعد بظاہر اس کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لئے ایزاد
کیا گیا تھا - فصیل کی بیرونی جانب ۹۰ - ۹۰ فٹ کے
فاصلے پر برج ہیں جن کا سطحی نقشہ نصف دائرہ کی
شکل کا ہے اور جن میں داخل ہونے کے لئے دیواروں کی
موتائی میں تگ رستے بنائے گئے ہیں - برجوں اور دیواروں
میں رزوں بھی رکھے گئے ہیں جو قدیم فرش کی سطح
سے کچھ کم پانچ فٹ کی بلندی پر گول پشتے کے
عین اوپر واقع ہیں - برجوں کے رزوں باہر کی
طرف کو زیادہ فراخ ہیں اور دیوار کے بیرونی
پیش پر ان کو مثالی محرابوں کے ذریعہ اس طرح بند
کیا ہے کہ وہ بالکل مغربی نمونے کے معلوم ہوئے
ہیں - رزوں کے نیچے ' برجوں کے اندر کی طرف '
دیوار میں ایک لمبا افقی شکاف ہے جو اب مٹی سے

ات گیا ہی اور اس مقام کو ظاہر کرتا ہی جہاں
فصیل کی تعمیر کے وقت چٹائی کے اندر لکڑی
کے شہتیر دئے گئے تھے - اس سے اور نیچے ، یعنی قدیم
فرش کی سطح پر ، اور برجوں کے دروازن کے بالمقابل ،
بعض برجوں میں ایک اور سوراخ بھی ملا ہی جو بلا
شبہ بدر رو کا کام دیتا تھا - برجوں کا فرش پختہ یعنی
چونے کا تھا جس میں بالو ریت کی بڑی مقدار
ملي ہوئی تھی -

ان استحکامات کا مقابلہ سرکپ کے استحکامات سے کیا
جائے تو معلوم ہوگا کہ چند اہم خصوصیات میں وہ ایک
دوسرے سے بہت مختلف ہیں اول تو یہ کہ سرسکھ
کی دیواروں کے چہرے پر ریل چٹائی کی بجائے ،
جو یونانی اور تورانی عہد میں رائج تھی ، ڈائپر کلان
کے نمونے کا کام ہی جو ابتداء عہد کشان سے تعلق
رکھتا ہی - دوم - سطح فرش پر کھڑے ہو کر لوٹنے والے
محافظین کے لئے سرسکھ کے استحکامات میں رزن
رکے گئے ہیں - سوم - بیرونی برج بجائے مستطیل اور
گھرس ہونے کے گول ہیں اور ان میں خلا ہی

بعد کے زمانے کے ہندی قلعوں کے برجوں کی
مانند غالباً سرکپ اور سرسکھ کے برج بھی دو یا دو

سے زیادہ منزلوں میں ارٹھائے گئے تھے اور اونکی بالائی منزل سرسکھہ - برجوں کی نیچے والی منزل کی طرح پوری تھی - علامہ ازیں یہ امر بھی قرین قیاس ہی کہ دونوں شہروں کی فصیل کے ساتھ ایک بلند چبوترہ بھی تھا جس کے ساتھ ساتھ رزوں کی قطاریں بنی ہوئی تھیں تاکہ ارس چبوترے پر بیٹھے کر مدافعیں حملہ آور افواج پر تیر باری کر سکیں -

شہر سرسکھہ دو اور امور میں بھی سرکپ سے مختلف ہی - یعنی اول تو سرسکھہ کا عام نقشہ قریب قریب مستطیل شکل کا ہی - اور دوسرے وہ ایک کھائی والی زمین واقع ہی - معام ہوتا ہی کہ سرسکھہ کے بانیوں کو ان قدرتی فوائد کی نسبت جو پڑاؤں سے اونہیں حاصل ہوسکتے تھے بظاہر اپنے مصنوعی ذرائع حفاظت پر زیادہ اعتماد تھا - ہماری موجودہ علمی اور عمارتی تحقیقات اس قدر وسیع نہیں کہ ان کی امداد سے اس امر کا قطعی فیصلہ ہو سکے کہ آیا یہ نئی خصوصیات خود ہندوستان کے فوجی علم التعمیر کی ترقی کا نتیجہ تھیں یا ان کو یونانی حملہ آور یعنی اہل آستان وسط ایشیا یا دوسرے ممالک سے اپنے ساتھ لائے تھے -

چھوٹی چھوٹی قدیم اشیاء میں جو سرسکھہ کے برحون میں دستیاب ہوئیں ہرمالیس اور کید فالیسیز اول کے عہد حکومت کے تانبے کے سکے جو سطح فرش پر ملے ، اور ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک آئیٹے کا دستہ ، اور اکبر اعظم کے عہد کے ۵۹ پیسے جو سطح زمین کے قریب ہی برآمد ہوئے تھے ، قابل ذکر ہیں ۔

سرسکھہ کی اندرونی حالت ، سرکپ کی نسبت ، موضع توفکیاں کے دائمی کے لئے کم موزوں واقع ہوئی ہے ۔ کیونکہ اول تورہ تمام رقبہ جو چاردیواری کے اندر محدود ہے نشیب میں واقع ہے اور اس پر کثرت سے آبپاشی ہوتی رہی ہے جس کا لابدی نتیجہ یہ ہوا کہ قدیم کھنڈرات سطح زمین کے بہت نیچے دب گئے ہیں ۔ دوم وہ چند ٹیلے جو مزرعہ کھیتوں میں ادھر اودھر نظر آتے ہیں اور بلا شبہ نسبتاً زیادہ اہم عمارات کی جگہ رقوع کا پتہ دیتے ہیں اور اب یا تو قبرستان اور زیارات واقع ہیں یا موجودہ زمانے کے دیہات (مثلاً پنڈگا ، ہڑا اور پنڈرہ وغیرہ) آباد ہو گئے ہیں ۔ قبرستانوں اور زیارتوں میں تو کسی قسم کی دست اندازی کرلی ہی غیر ممکن ہے اور موجودہ دیہات کو غیر آباد کرنے کے لئے بے اندازہ

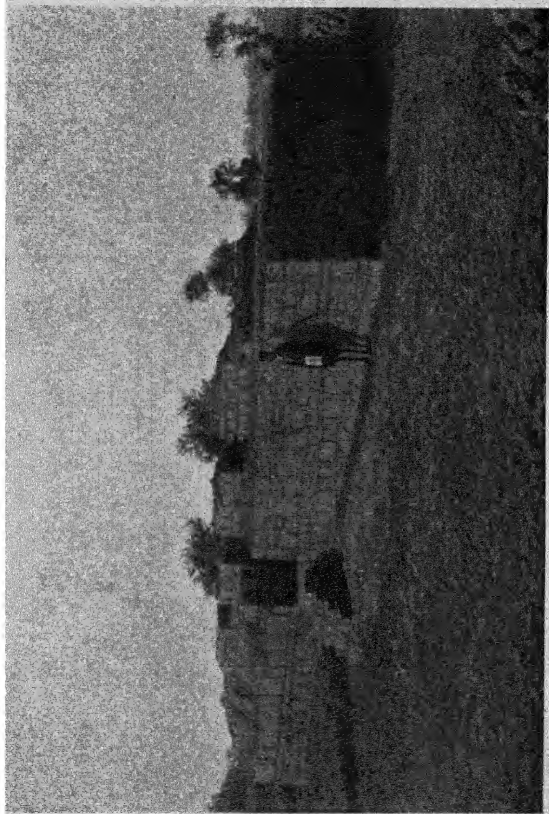
مصارف کی ضرورت - الغرض شہر سرسکھہ میں جس مقام پر کھدائی کا کام شروع کیا گیا ہی وہ موضع تورکیان اور پنڈورا کی ٹیلوں کے مابین واقع ہے - اس جگہ کسانوں کو اٹنائے قلبہ رانی میں اکثر قرضے ہوئے پتھر اور مٹی کے برتن ملا کرتے اور خیال تھا کہ کچھ قدیم عمارات سطح زمین کے قریب ہی برآمد ہو جائیگی - چنانچہ گزشتہ کھدائی کے اٹنا میں اس جگہ ایک پیچ در پیچ سلسلہ مکانات آشکار ہونا

(۱) دیکھو ”کننگھم سروے رپورٹ“ جلد ۲ - صفحہ ۱۳۳ اور جلد ۵ - صفحہ ۹۷ - اس موضع کے قریب ایک ٹیلے میں سے کننگھم کو تانبے کا وہ مشہور لکھا ہوا پترا دستیاب ہوا تھا جس پر سنہ ۷۸ کی تاریخ دی ہوئی ہے - لیکن کننگھم کو بھی پورا یقین نہ تھا کہ یہ کتبہ ٹھیک کس مقام سے ماہہ لگا - ایک جگہ تورہ کہا ہے کہ ”جس مقام سے یہ کتبہ ملا وہ سرسکھہ سے جنوب مغرب کی طرف قریباً ایک ہزار گز کے فاصلے پر واقع ہے“ - اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ ”کتبہ مذکور موضع تورکیان سے ملا تھا“ جو شہر سرسکھہ کے اندر واقع ہے - ان متضاد بیانات کی اعلیٰ وجہ یہ ہے کہ یہ کتبہ کننگھم کو نہیں بلکہ فور ہشتی کو ملا تھا جس نے مختلف اوقات میں اس کے متعلق مختلف بیانات دیے جو سب کے سب ناقابل اعتبار ہیں - موضع تورکیان کے قریب جو کھنڈرات اس وقت تک برآمد ہوئے ہیں وہ اس کتبہ سے بہت بعد کے زمانے کے ہیں - اور یہ امر زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ کتبہ مذکور اندرون سرسکھہ سے نہیں بلکہ موضع گانگو کے کسی سترپ سے ملا ہوگا -

شروع ہوا ہی جو ممکن ہی کہ آئندہ بے حد دل
 چسپ ثابت ہو۔ سردست صرف در صحنوں کے حصے
 برآمد ہوئے ہیں۔ بڑا صحن مغرب میں اور چھوٹا
 مشرق کی طرف واقع ہے۔ ان کے ارد گرد کمروں کے
 سلسلے ہیں اور درزوں صحن ایک رستے کے ذریعے ملے
 ہوئے ہیں۔ اس عمارت کے نقشے اور اس کی وسعت
 کی بابت سردست صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ
 یہ عمارت بھی انہی اصولوں پر تعمیر کی گئی تھی
 جن کے مطابق سرکپ کی قدیم عمارات بنی ہیں۔
 یعنی اس میں بھی ایک کھلا صحن اور اس کے
 چاروں طرف کمروں کی قطاریں ہیں۔ عمارت کا جو
 حصہ اس وقت تک برآمد ہوچکا ہے اوسکی جسامت
 اور عمارتی خط و خال سے اندازہ لگایا جائے تو یہ قیاس
 قرین عقل معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت بھی بالآخر ایک
 شاندار اور وسیع تعمیر ثابت ہوگی اور بہت محان
 ہے کہ اس پر قدیم عمارت سے مشابہ ہو جس کو
 شہر سرکپ میں محل کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔
 لیکن ایک حیثیت سے ان درزوں میں قابل لحاظ فرق
 پایا جاتا ہے۔ اگر سرکپ کے محل کا اوسے شہر کے دوسرے
 مکانات سے مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بخلاف ان
 مکانات کے، محل مذکور میں ایسے دروازے بنائے گئے ہیں

جن کے ذریعے صحن سے سطح زمیں کے کمرون میں آمد و رفت ہوسکتی تھی اور ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں بھی آجا سکتے تھے۔ برخلاف اس کے سرسکھہ کی اس شاندار عمارت کی دیواروں میں اس قسم کے دروازوں کا کوئی نشان نہیں پایا جاتا۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ سرکپ کے معماری مکانات کی طرح، اس عمارت میں بھی بالائی منزل سے نچلی منزل کے کمرون میں آمد و رفت زینوں یا سیڑھیوں کے ذریعے ہوتی تھی۔

اب صرف چند باتیں بیان کرنی باقی رہ گئی ہیں :- اول وہ دیوار جو صحن کے شمالی حصے میں ہی کسی کرسی دار چبوترے کی بنیاد معلوم ہوتی ہی جسپر غالباً ایک ستون دار برآمدہ قائم تھا۔ دوم - سطح فرش سے اوپر تو دیواروں کی چٹائی نیم ایشلر طرز کی ہی لیکن نیچے قریب قریب ربل نمونے کی ہی - سوم - بعض کمرون کے اندر سے مٹی کے برے برے مٹکے، کیت فائیسز ٹائی، کمنشک اور راسوڈو کے عہد کے سکے، اور مختلف قسم کی چھوٹی چھوٹی اشیاء دستیاب ہوئی ہیں۔ یہ مٹکے بالکل ان مٹکوں سے مشابہ ہیں جو عام طور پر غلہ، قیل اور پانی وغیرہ رکھنے کے کام آتے تھے۔



VIEW OF LALCHAK MONASTERY.

لال چک

سرسہ کے شمال مشرقی گوشے سے قریباً ڈیڑھ سو گز، ستویہ اور خانقاہ اور ارس پگڈنڈی پر جو موضع گڑھی سیدان کو جاتی ہے، چار چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کا ایک مجموعہ تھا جو فی زمانہ لال چک کے نام سے مشہور تھا۔ ان ٹیلوں کے نیچے اہل بردہ کی ایک بستی کے آثار دستیاب ہوئے ہیں جن میں ستوپے، مندر اور خانقاہیں شامل ہیں۔ یہ عمارات غالباً چوتھی صدی عیسوی میں تعمیر ہوئی تھیں اور ان میں سب سے اہم اور نمایان عمارت چھوٹی سی خانقاہ ہے جو لال چک کے شمالی حصے میں واقع ہے (دیکھو Plate XX)۔ یہ خانقاہ سطح زمین سے سات اٹھ فٹ کے قریب بلند ہے۔ اس میں سامنے ایک ڈیڑھی اور چار رہالشی کمرے ہیں جن میں داخل ہونے کے لئے ڈیڑھی میں سے رستے جاتے ہیں۔ جنوبی پہلو پر ایک اور چھوٹا سا کمرہ ہے۔ جو غالباً گودام کا کام دیتا تھا۔ جنوبی ضلع کے وسط میں خانقاہ کا دروازہ ہے جس کے سامنے پتھر کے چار قدمچوں کا زینہ ہے۔ ڈیڑھی کے مغرب میں پتھر کا ایک اور زینہ ہے جس کے ذریعے بالائی منزل پر، جو ضائع

ہو چکی ہی ، آمد و رفت ہوسکتی تھی - اسمین
 شک نہیں کہ بالائی منزل کی دیواریں بھی پتھر ہی
 کی بنی ہوئی تھیں - لیکن راہہ ، جلی ہوئی مٹی ،
 آہنی مٹھون ، قبضون اور اسی قسم کی دوسری
 چیزوں سے جن کی ایک بڑی تعداد ملے میں سے
 دستیاب ہوئی ہی ، ثابت ہوتا ہی کہ چھت کھڑکیاں
 اور کواڑ وغیرہ لکڑی کے تھے اور بالائی منزل کی چھت پر
 چولکڑی ہی کی تھی ، حسب معمول مٹی بچھی
 ہوئی تھی -

جوزمانہ میں نے اس خانقاہ کی تعمیر کے لیے
 معین کیا ہی - رہ اس کی طرز تعمیر کی بنا پر
 کہا ہی کیونکہ اس کی بنیادوں یا دیواروں کے
 قریب اس قسم کی کوئی قدیم چیز دستیاب نہیں
 ہوئی جس کی مدد سے کسی خاص زمانے کی
 تعیین ہوسکتی - برخلاف اس کے ٹیلے کی سطح
 سے چند ہی فٹ نیچے ، ملے کے اندر ، سفید
 ہنوں کے عہد حکومت کے چار فقرے کے برآمد ہوئے
 جن سے اگرچہ پوری طرح ثوابت نہیں ہوتا مگر
 یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہی کہ یہ عمارت چھٹی
 یا ساتویں صدی عیسوی سے قبل ہی جلا کر پیوند
 زمین کر دی گئی تھی - حقیقت میں تو یہ بہت

ممکن ہی کہ یہ خانقاہ صدی کے چند عشرات سے زیادہ استعمال میں نہ رہی ہو۔ کیونکہ گورینہ بہت سے قدموں کی آمد و رفت سے گھس گھسا کر صاف اور چمکا ہو گیا ہی تھا۔ اس کو اس حالت تک پہنچانے کے لئے نصف صدی کا عرصہ بہت کافی ہو سکتا ہی۔

ارن چھوٹی چھوٹی قدیم چیزیں میں جو یہاں سے برآمد ہوئیں ایک خوبصورت ترشول، تانے کا پھول، کانسی کی انگوٹھی، اور لہے کی کدال اور پیکان ہیں۔ علاوہ ازیں عقیق، یاقوت، یشب بلور، سبز، لاجورد، سونے، موتی، اور سیپ کے دانوں کا ایک ہار بھی دستیاب ہوا ہی۔

خانقاہ مذکور کے جنوب مشرق میں، قریباً چالیس گز کے فاصلے پر ایک مستطیل صحن (۱) کے وسط میں ایک مربع ستوپہ واقع ہی جس کے شمالی پہلو پر ایک فراخ زینہ اور کرسی پر بھدے کارنٹھی نمونے کے چھوٹے چھوٹے ستون بنے ہوئے ہیں جو اب شکستہ حالت میں ہیں۔ ستونوں کے اوپر ہندی طرز کے برکت ہیں جو بعد کے زمانے کی عمارات میں عام طور پر پائے جاتے ہیں۔

(۱) یہ صحن، نیز دو چھوٹے چھوٹے مندر جنکا ذکر ابھی آگیا، اور ستوپہ نمبر ۲ سب دوبارہ مٹی میں دبا دیئے گئے ہیں۔

اس ستوپے کے چوک میں ' دروازے کی دائیں
 اور بائیں جانب درچھوٹے چھوٹے مندروں کے آثار تھے ۔
 مشرقی مندر میں بدھ کا مجسمہ رکھنے کے لئے ایک
 مربع عبادت گاہ اور اس کے سامنے ایک دیوڑھی تھی
 جس میں پتھر کی سلون کا فرش لگا تھا ۔ دوسرے
 مندر کا جو حصہ باقی ہی وہ اس قدر تھوڑا ہی کہ
 اس سے کوئی مفید مطلب بات نہیں نکل سکتی ۔
 اس مندر کے نقشے سے ' اور جس عمارت کا ابھی
 ذکر آئیگا ' ان دونوں کے نقشے اور طرز ساخت سے پایا
 جاتا ہی کہ دونوں عمارتیں اس خنقاہ کی ہم
 عصر تھیں جس کا ذکر اوپر آچکا ہی ۔ اس ضمن
 میں یہ بیان کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ
 اس ستوپے کی اندرونی بھرتی میں سے مختلف
 نمونوں کے ایک سو چالیس سکے دستیاب ہوئے جن میں
 سے کچھ تو شہر ٹیکسلہ کے مقامی سکے ہیں اور
 باقی اینٹی آسیدس ' کید فانیسز ثانی ' ہندی
 ساسانی بادشاہوں اور سامنتا دیو کے عہد حکومت
 کی یادگار ہیں ۔ جس بے ترتیبی سے یہ سکے مٹی
 میں جا بجا پڑے ہوئے ملے ہیں اس سے یہ امر بہت
 غیر اغلب معلوم ہوتا ہی کہ ستوپے کی تعمیر کے
 وقت ارادتاً اس میں رکھے گئے ہوں بلکہ اس جگہ ان

کی موجودگی کی یہ وجہ ہو سکتی ہی کہ ستوپے کی اندرونی بھرتی کے لئے جو ملبہ استعمال کیا گیا وہ ٹیکسلا کے کسی قدیم شہر کے کھنڈرات سے لیا گیا ہوگا جہاں اس قسم کے سکے بہ افراط ملتے ہیں۔

ستوپہ نمبر ۱ اور خانقاہ کے درمیان ایک اور ستوپے کے آثار ملتے ہیں جس کی صرف بنیادیں ہی باقی رہ گئی ہیں۔ ان بنیادوں کی چٹائی نیم ایشلر طرز کی ہی اور ان کے عین وسط میں ”آثار“ رکھے ہوئے تھے جن کو حسن اتفاق سے اب تک کسی نے نہیں چھیڑا تھا۔ مٹی کا وہ برتن جس میں یہ ”آثار“ محفوظ تھے بالائی ملبے کے بوجھ سے ٹوٹ گیا تھا لیکن ”آثار“ جون کے تون موجود تھے۔ ان میں سونے، یاقوت، لعل، یشب اور سیپ کے تیس منکے دستیاب ہوئے لیکن یادگاری ہڈی جو ضرور ان کے ساتھ رکھی گئی ہوگی گل سر کر خاک ہو چکی تھی۔

بادل پور

بادل پور کا بڑا ستوپہ موضع بہیرہ کے قریب واقع ہے اور اس کے متعلق کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ طرز تعمیر اور رضع قطع میں یہ ستوپہ بہار اور کدال ستوپوں سے بہت ملتا جلتا ہے اور اس میں

کلام نہیں کہ کسی وقت ٹیکسلہ کی شاندار عمارات میں شمار ہوتا ہوگا - لیکن متلاشیان خزانہ کی دستبرد سے اس سترپے کو بہت نقصان پہنچا ہی اور ایک بھاری کرسی کے سوائے جو اسی ۸۰ فٹ طویل اور اس وقت صرف بیس انچ بلند ہی ، اس شاندار عمارت کا بہت ہی کم حصہ باقی رہ گیا ہی - اس کے شمالی اور جنوبی اطراف میں کمروں کی دو قطاریں ہیں جن کے سامنے تدگ برآمدے ہیں - یہ کمرے مذکوروں کا کام دیتے تھے اور ان میں بت رکھ جایا کرتے - ستوپے سے قریباً ستر گز جانب مشرق ایک وسیع خانقاہ کے کھنڈرات مدفون ہیں -

اس عمارت کی کھدائی کے اثناء میں جو سکے دستیاب ہوئے وہ سب کے سب شاہان کشان یعنی کنشک ، ہرشک اور واسودیو کے عہد حکومت کے ہیں - ان سکوں سے اور نیز ستوپے ، خانقاہ اور کمروں کی طرز تعمیر سے ظاہر ہوتا ہی کہ ان کی تعمیر غالباً تیسری صدی عیسوی کے آخری نصف حصے میں عمل میں آئی ہوگی -

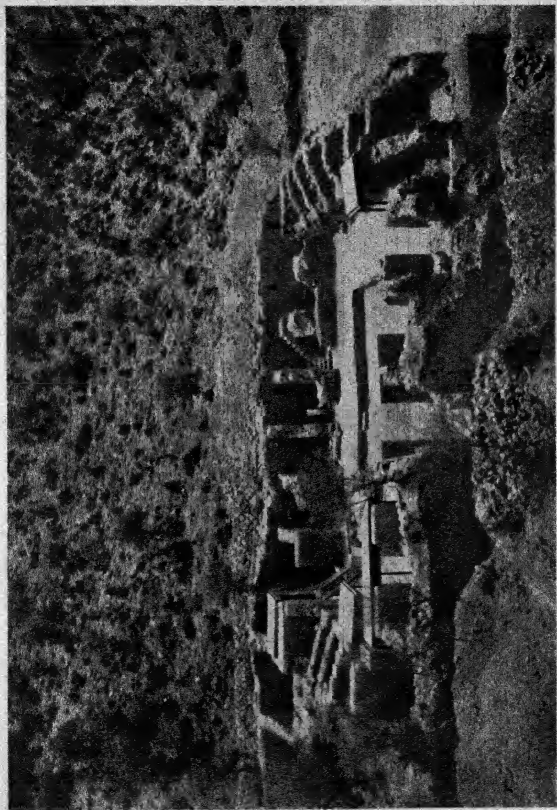
باب ۹

موہڑہ مراد - جولیان - وغیرہ

موہڑا مراد کا
محل وقوع

ارن اشخاص کے لئے جو ٹیکسلہ کی سیر کر آئے
ہیں مگر تمام نواح میں پھرنا پسند نہیں کرتے بہتر
ہوگا کہ توفکیان ، لال چک ، اور بادلیپور کے کھنڈرات
کو جو دلچسپی کے لحاظ سے دوسرے درجے پر ہیں
چھوڑ دیں - اور سرسدھ کے استحکامات سے براہ راست
بودھ عمارات کے ارن در سلسلوں کی طرف روانہ ہوں
جو مواضع موہڑہ مراد و جولیان کے قریب واقع ہیں
یہ عمارات نہایت محفوظ حالت میں برآمد ہوئی
ہیں اور بعض امور کے لحاظ سے شمال مغربی ہندوستان
میں اپنی قسم کی عمارتوں میں سب سے زیادہ دلچسپ
یادگارین ہیں - موہڑہ مراد کی عمارات شہر سرسدھ سے
قریباً ایک میل جنوب مشرق کو موضع موہڑہ مراد کے
پچھلے ایک چھوٹے سے درے میں واقع ہیں - اس درے
میں (اگر ہم مشرق کی طرف چلیں تو) پہاڑی کے
پہلوں پر سدھ زار کی ایسی افراط نظر آئیگی کہ توجہ
بے اختیار اس طرف کھینچیگی - چاروں طرف جنگلی

زیتون اور سنتھا بکثرت آگے ہوئے ہیں اور میڑی کی تنگ اور ناہموار گھاٹی ، جس میں سے آثار کی طرف جانے والی پگڈنڈی گذرتی ہی ، خاص طور پر دلکش اور دلغریب واقع ہوئی ہی - اس درے میں ، جس کو پہاڑوں کے مابین ایک پیالے سے تشبیہ دینی زیادہ موزون ہی ، بدھ مذہب کے معماروں نے ایک وسیع مستطیل چبوترہ بنا کر اس کے مغربی سرے پر ایک ستونہ اور مشرقی جانب خانقاہ تعمیر کی تھی - جب اول اول یہ عمارتیں دریافت ہوئیں تو فرسودہ پتھروں وغیرہ کے بہت بڑے انبار کے نیچے دبے ہوئی تھیں جو اس پاس کی پہاڑیوں سے بتدریج گر گر کر جمع ہوتا رہا تھا اور صرف بڑے ستوپے کے ٹوٹے ہوئے گنبد کا ۵ فٹ کا ٹکرا ملبے کے باہر نظر آتا تھا - اس ستوپے کو بھی دولت کے مقلاشیوں نے نادر اشیاء کی تلاش کی غرض سے اسکے وسط میں کھدائی کر کے در حصوں میں کاٹ ڈالا تھا اور اس کھدائی سے دھرمراجیکا ستوپے کی مانند اس ستوپے کو بھی سخت نقصان پہنچا تھا - لیکن جب اس انبار کے نیچے سے عمارتیں برآمد ہوئیں تو معلوم ہوا کہ وہ نہایت محفوظ حالت میں ہیں اور انکی دیواروں پر ، جو ۱۵ سے ۲۰ فٹ تک بلند ہیں ، چونے کی



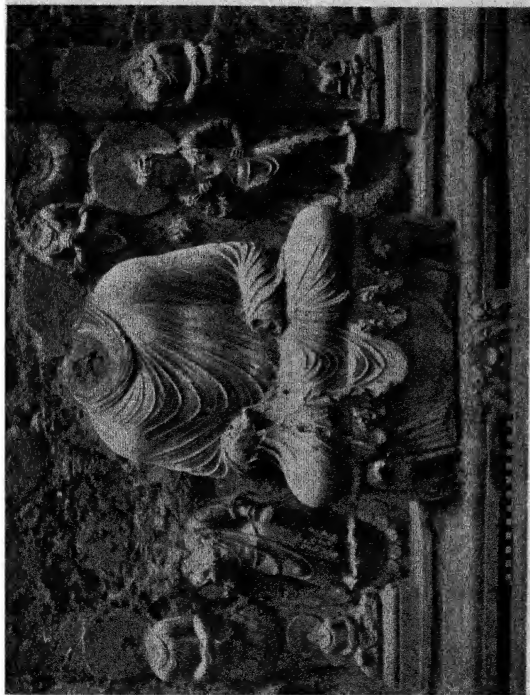
GENERAL VIEW OF MOHRA MORADE MONASTERY.

بہت سی خوبصورت مورٹین ابھی تک موجود ہیں -
(دیکھو Plate XXI) -

ستونہ نمبر ۱

طرز تعمیر کے لحاظ سے اس ستونے میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جو خاص طور پر قابل ذکر ہو یا اسی طرز کی دوسری عمارات کے مقابلے میں، جو تیسری چوتھی صدی عیسوی میں تعمیر ہوئیں، اس کو امتیاز بخشنے - لیکن شکر کا مقام ہی کہ پہاڑوں کے اندر اس کی محفوظ جائے وقوع اور دیگر موافق حالات کے باعث بہت سی چونے کی مورٹین، جن سے اس کی دیواریں آراستہ تھیں خاصی محفوظ حالت میں ہیں - حالانکہ دوسری ہم عصر عمارات میں قریب قریب سب کی سب مورٹین ضائع ہو چکی ہیں - اور اگرچہ انہیں سے اکثر کے رنگ و زرغن آڑ چکے ہیں تاہم ان سے ہم کچھ نہ کچھ اندازہ اس امر کا کر سکتے ہیں کہ جس وقت صنایع ان تصاویر کو پایہ تکمیل کو پہنچا چکے ہونگے اس وقت ان کی کیا شان ہوگی - بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کرسی سے لیکر ڈھولے کی چوٹی تک ستونے کی تمام سطح پر تصویریں ہی تصویریں بنی ہوئی تھیں - کرسی پر جو آرائشی ستون بنے ہیں ان کے درمیانی فاصلوں میں مہاتما بدھ اور بودھی ستوا کی تصویریں ہیں جن میں سے بعض کھڑے اور

بعض بیتے ہیں (Plate XXII) ، ستونوں پر بھی نیچے سے اوپر تک بدھ کی کئی کئی صورتیں بنی ہوئی ہیں میدھی یا چبوترے سے کسی قدر اوپر ڈھولنے پر یہی تصویریں پھر دھرائی گئی ہیں اگرچہ یہاں ان کو ذرا چھوٹے پیمانے پر بنایا ہی اور زینے کے دونوں جانب بھی ڈھلوان کارنس کے نیچے تصویروں کی مسلسل قطاریں تھیں جو یونانی منادر کی مثالی محرابوں کی تصاویر کی طرح بتدریج چھوٹی ہوتی جاتی تھیں - بلاشبہ جن صناعتوں نے یہ تصویریں بنائی ہیں انہوں نے ، کیا بلحاظ طرز ساخت اور کیا بلحاظ اصطلاحی خصوصیات کے ، اپنے کام کا نہایت ہی اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہی - ان سب تصاویر کی نسبت عموماً ، اور ان تصویروں کی نسبت خصوصاً ، جو کرسی کے جنوبی پہلو پر آرائشی ستونوں کے درمیانی فاصلوں میں واقع ہیں ، جو بات نہایت عجیب اور دلچسپ معلوم ہوتی ہی وہ ان کی حرکت ، ان کے خط و خال میں زندگی کی سی جھلک اور ان کے انداز نشست و غیرہ میں متانت و وقار کی موجودگی ہی - یہ صفات ان خدام بردھی ستواروں کی تصاویر میں خاص طور پر نمایاں ہیں جن کے کپڑوں کے شکن ، اور کپڑوں کے اندر سے نظر آنے والے اعضاء جسانی کی بناوٹ عجیب و غریب طور پر حقیقت



MOHRA MORADU: RELIEFS ON STUPA.

نما اور واقعیت کا رنگ لئے ہوئے ہی - پھر بدھہ کی تصویروں کے پہلوؤں میں آنے والی مستیوں کو دیکھئے جو پیچھے سے نکلتی ہوئی نظر آتی ہیں ۔ یہ تصویریں نہایت نفیس اور حد درجے کی موثر اور دلکش ہیں اور ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ گریبا بادلوں میں سے نکل رہی ہیں - علاوہ ازیں وہ کامیاب طریقہ بھی ، جو لباس کے شکن دکھلانے میں استعمال کیا گیا ہی ، نہایت دلچسپ ہی اور اس کی اصطلاحی خریبان بہترین یونانی روایات سے بالکل مطابقت رکھتی ہے ۔ نہایت صحیح مشاہدے کا اظہار کرتی ہیں (۱)

تصاویر کے بہت سے سر ، جو جسموں سے علیحدہ ہو گئے تھے ستوپے کی کرسی کے آس پاس بے دستیاب ہوئے اور مقامی عجائب گھر میں رکھے ہوئے ہیں - ان میں سے بعض سر نہایت اچھی حالت میں ہیں - ان کی تکمیل اس طرح کی گئی

(۱) بہترین زمانے کی یونانی مجسموں میں پتھری تمام سطح کو تراش کر صاف کر لیا جاتا اور لباس کے شکن اوپرے ہوئے چھوڑ دے جاتے تھے - لیکن رومی تصویروں میں اور ان بتوں میں جو یونانی صنعت کے زوال کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں محنت سے پہلو تھی کر کے پتھر پر صرف نالیان سی بنا کر لباس کے شکن ظاہر کر دیا کرتے تھے حالانکہ ایسا کرنے سے تصاویر سے مسائل اور مشابہت بالاصل ، بہت کچھ مفقود ہو جاتی تھی -

ہی کہ خط و خال کی آخری درستی سے پہلے سطح سر پر نفیس پلستر کی باریک تہہ چڑھائی ہی اور اس کے اوپر رنگ آمیزی کی ہی - چہرے کی رنگت تو سفید ہی رکھی تھی - لیکن ہونٹ ، نتھڑوں کے کنارے ، پیڑھے اور ارنکے شکن ، بالوں کے سرے ، اور گردن اور بنا گوش کے شکن ، سرخ رنگ کے اور بال ہلکے سیاہ رنگ کے ہیں -

ستوبہ کلان کے زینے کے جنوبی پہلو پر اسی نمونے کا ایک اور چھوٹا ستوبہ (نمبر ۲) ہی - یہ بھی ستوبہ کلان کا ہم عصر ہی اور اس کی عام شکل و شباهت ، طرز ساخت اور زیبائشی خط و خال بھی برے سترے سے بہت مشابہ ہیں - لیکن چونے کی تصویروں کے بہت ہی تھوڑے اجزاء اس کے جنوبی اور مغربی پہلوں پر باقی رہ گئے ہیں -

ستوبہ نمبر ۲

ان ستوبوں کے متعلق جو خانقاہ ہی رہ بھی کچھ کم دلچسپ نہیں - اس میں کشادہ مستطیل صحن کے علاوہ (جو خانقاہوں میں عام طور پر پایا جاتا ہی) مشرقی پہلو پر چند وسیع کمرے بھی بنے ہوئے ہیں - صحن کا دروازہ شمال کی طرف ہی - دروازے کے ساتھ ایک فراخ زینے کی چوٹی پر ایک مسطح چبوترہ ہی جس پر سے گزر کر ایک چھوٹی سی

خانقاہ

دیورھی میں داخل ہوتے ہیں - دیورھی کی مغربی دیوار میں ایک محرابی طاقچہ ہی جس میں چوٹے کی اربھڑان تصویرن کا ایک مجموعہ نہایت درست حالت میں موجود ہی - اس مجموعے میں بدھ کو وسط میں اور چار یاتریوں کو اس کے دونوں طرف دکھایا ہی -

دیورھی سے خانقاہ میں داخل ہون تو ایک وسیع صحن نظر آتا ہی جس کے چاروں پہلوؤں پر ستائیس حجرے بنے ہوئے ہیں - صحن کے وسط میں ایک وسیع مربع نشیب ہی جو دو فٹ گہرا ہی - اور اس کے چاروں طرف ایک ایک زینہ اور جذوب مشرقی گوشے میں ایک مربع چبوترہ ہی جس پر کسی زمانے میں ایک کمرہ بنا ہوا تھا - یہ کمرہ غالباً غسل خانہ تھا جس کا ہر ایک بوندہ خانقاہ میں ہونا ضروری تھا - نشیب کے چاروں طرف پانچ پانچ فٹ کے فاصلے پر پتھر کی سلون کا ایک سلسلہ ہی جنکی بالائی سطح صحن کی سطح کے ساتھ بالکل ہموار ہی - یہ سلین ایک فراخ برآمدے کے ستونوں کی کرسیوں کا کام دیتی تھیں جو از سر تا پا

لکڑی کا بنا ہوا تھا (۱)۔ برآمدے کی تعمیر سے در
مقصد زیر نظر تھے۔ ایک ترنچلی منزل کے حجرے کے
سامنے سایہ بہم پہنچانا اور دوسرے بالائی منزل کے
حجرے کے ساتھ سلسلہ آمد و رفت قائم کرنا۔ برآمدے
کے چھ اوس کے ستونوں سے کسی قدر آگے کو نکلے
ہوئے تھے تاکہ بارش کا پانی اوس نشیب میں جا کر
گرے جو وسط صحن میں واقع ہی اور وہاں سے ایک
پٹی ہوئی نالی کے ذریعے باہر نکل جائے۔ جنوبی پہلو
کے حجرے کی عقبی دیواروں میں جو خستے اور
سوراخوں کی قطاریں بنی ہیں ان سے پایا جاتا ہی
کہ منزل زیریں کی بلندی بارہ فٹ کے قریب تھی۔
قیاس تو یہ چاہتا تھا کہ بالائی منزل کے ساتھ آمد
و رفت کا سلسلہ دیورڑھی کے قریب ہی ہوتا لیکن
برخلاف اس کے اس خانقاہ میں جو زینہ اس مطلب
کے لئے تعمیر کیا گیا وہ عمارت کے جنوبی پہلو کے
ایک حجرے میں بنایا گیا ہی۔ نیچے کی منزل
میں جو روشندان ہیں وہ زمین سے آٹھ فٹ
کے قریب بلند اور اوپر کی جانب کسی قدر تنگ ہیں
اور باہر کی طرف تو بہت ہی چھوٹے رہ گئے ہیں۔ سب

(۱) لکڑی کے استعمال کی شہادت کونلون، آہنی قبضوں،
میخوں وغیرہ کی موجودگی سے ملتی ہی جو ملنے میں سے
دستیاب ہوئے ہیں۔

میں تو نہیں لیکن بعض حجروں میں 'چھوٹے چھوٹے طاقچے بھی بنے ہوئے ہیں جو خانقاہ لال چک اور ستربہ کنال کی ملحقہ خانقاہ کے طاقچوں سے بہت مشابہ ہیں -

جن حجروں میں راہب یا بھکشو لگ رہا کرتے اور ان میں اندر کی طرف باقی خانقاہ کی طرح قلعی کا پلستر تو تھا مگر کسی قسم کے نقش و نگار نہ تھے - برخلاف اس کے معلوم ہوتا ہے کہ برآمدے کی دیواروں پر رنگین گِلکاری کی ہوئی تھی - چوبی حصص پر یقیناً کھدائی کا کام تھا جس پر سنہرا یا کوئی دوسرا رنگ چڑھا دیا گیا تھا - حجروں کے سامنے کی دیواروں کے ساتھ بدھ کے بڑے بڑے مجسمے علیحدہ کرسیوں پر رکھے، یا ان دیواروں میں طاقچے اور طاقچوں میں تصویروں کے مجموعے بنا کر صحن کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کیا گیا تھا - بڑے بتوں میں سے صرف سات ٹوٹے پھوٹے بت صحن میں دستیاب ہوئے ہیں اور ان میں بھی صرف تین ذرا اچھی حالت میں ہیں - ان کی کرسیوں کے پیش پر چھوٹی چھوٹی تصویریں بنی ہوئی ہیں جو اس لحاظ سے نہایت دلچسپ ہیں کہ ان سے ان ملبوسات کی تشریح ہوتی ہے جو چوتھی پانچویں

صدی عیسوی میں اریاسک (یعنی دنیا دار اہل بونہ) پہنا کرتے تھے - طاقچوں والے تین مجموعوں میں سے صرف ایک مجموعہ اچھی حالت میں ملا ہے اور وہ خانقاہ کی بائیں جانب حجرہ نمبر ۴ کے سامنے ہے - اس مجموعے میں دکھایا گیا ہے کہ بدھ بحالت استغراق (دھیان مدرا میں) بیٹھا ہے اور اس کے دائیں بائیں چار خادم کھڑے ہیں -

ان بتوں اور مورتنوں کے علاوہ اس خانقاہ کی کھدائی کے اثناء میں ایک اور قیمتی انکشاف بصورت ایک ستوپے کے ہوا ہے جو اپنی جزئیات کے لحاظ سے قریباً مکمل ہے - یہ ستوپہ (دیکھو Plate XXIII) جو خانقاہ کے جنوبی پہلو پر حجرہ نمبر ۹ کے اندر ملا ہے شکل و صورت میں مدور اور بارہ فٹ بلند ہے - اس کی کرسی پانچ درجوں میں منقسم ہے - سب سے نیچے کے درجے پر تو یکے بعد دیگرے ہاتھی اور انسانی صورت کے ستون بنے ہوئے ہیں اور بالائی درجوں میں اسی ترتیب کے ساتھ بدھ کی مورتنیں اور مربع شکل کے فیمن ستون ہیں - ستوپہ سراسر کنجور کا بنا ہوا ہے اور اس کے زیبائشی نقش اور ساز چونے کے ہیں جن پر



MOHRA MORADU MONASTERY. STUPA IN CELL.

کسی وقت ارغوانی، نیلے، اور زرد رنگ کے نقش رنگار تھے جن کے نشانات اس وقت بھی نظر آتے ہیں۔ ستوپے کے اوپر کئی چھتیاں تھیں جنکو ایک آہنی سلاخ میں پرو دیا گیا تھا لیکن بمرور ایام یہ سلاخ بوسیدہ ہو گئی اور چھتیاں ستوپے کے قریب پڑی ہوئی ملی ہیں۔ چھتروں کے کفاروں پر سوراخ ہیں جو بظاہر چھتروں اور ہاروں کے لٹکانے کا کام دیتے تھے۔ شمالی ہندوستان میں اس وقت تک جتنے ستوپے دریافت ہو چکے ہیں ان سب میں یہ ستوپہ اپنی قسم کی مکمل ترین عمارت ہی اور اس حیثیت سے قدیم اشیاء کی تحقیق و تفتیش کے ضمن میں نہایت غیر معمولی قدر و قیمت رکھتا ہے۔

غسل خانے اور بہکشورن کے حجرن کے ماسوا
 قرون وسطیٰ میں بوندھ خانقاہوں کے ضروری حصے
 حسب ذیل ہوا کرتے تھے:—

۱ — مجلس خانہ (Hall of Assembly)

۲ — نعمت خانہ (Refectory)

۳ — بارچی خانہ (Kitchen)

۴ — انبار خانہ (Store-room)

۵ — بیت الخلا (Latrine) - اور

-- خانقاہ سرورہ مرادو میں مذکورہ بالا کمرے محسن
 کے مشرق میں ہیں اور جس دروازے کے ذریعے
 ان میں داخل ہوتے ہیں وہ حجرہ نمبر ۷ میں
 واقع ہے۔ ان میں سے مجلس خائے کی شناخت
 میں کوئی دقت پیش نہیں آتی جو یقیناً وہ مربع
 اور وسیع شمالی کمرہ ہے جس کی چھت کسی
 وقت چارستونوں پر قائم تھی۔ لیکن باقی کمرن کی
 تعیین ایسی آسان نہیں خصوصاً اس لئے کہ خانقاہ
 کا یہ حصہ بعد میں ازسرنو تعمیر ہوا اور اس میں
 متعدد اضافے کئے گئے۔ تاہم اگر ان کمرن کا خانقاہ
 جویان سے مقابلہ کیا جائے جو اس خانقاہ کی
 ہم عصر اور بالکل اسی نقشے کے مطابق بنی ہوئی
 ہے تو ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جو کمرہ
 مجلس خائے کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ وہ باررچی خانہ
 تھا جس کے ساتھ ایک بہندارہ اور گودام بھی
 ملحق تھا۔ گودام تو وہ چھوٹا اور موٹی موٹی دیواروں
 والا گول کمرہ ہے جو جنوب مشرقی گوشے میں
 واقع ہے۔ اور بہندارہ وہ مستطیل شکل کی کوٹھڑی
 جس کے دو پہلوؤں پر اونچے اونچے چبوترے
 بنے ہوئے ہیں۔ مزید برآں یہ امر بھی قرین قیاس ہے
 کہ جنوبی گوشے میں جو دو کمرے ہیں وہ ارل اول



MOHRA MORADU MONASTERY: GANDHARA
SCULPTURE.

تو نعمت خانے اور انبار خانے کا کام دیتے تھے لیکن بعد میں موخر الذکر کے فرش کو آٹھ فٹ بلند کر کے اور اس کے اندر ایک حوض تعمیر کر کے حمام کی صورت میں تبدیل کر لیا اور پانی کے نکاس کے لئے ایک نالی بنالی جو درمیانی کمرے میں نکل جاتی تھی - جس زمانے میں یہ تبدیلی راقع ہوئی غالباً اس وقت نعمت خانے کو بھی مجلس خانے کے ساتھ ملا کر ایک کر دیا گیا تھا -

اب صرف اس قدر بیان کرنا باقی رہ گیا ہے کہ اس خانقاہ کی اصلی دیواریں بعد کے زمانے کے بڑے ڈائپر نمونے کی ہیں اور اس شہادت ، اور نیز دیگر شہادتوں کی بنا پر ، ہم اس خانقاہ کی تعمیر کو دوسری صدی عیسوی کے آری حصے سے منسوب کر سکتے ہیں - بعد کے زمانے میں جو اضافے اور مرمتیں خانقاہ میں ہوئیں وہ نیم ایشلر (semi-ashlar) نمونے کی ہیں اور قریباً دو سو سال بعد عمل میں آئیں - خانقاہ کے فرش پر شاہان کشان یعنی ہوشک اور واسودیو کے بہت سے سکے دستیاب ہوئے ہیں اور چھوٹی چھوٹی قدیم اشیاء میں جو یہاں سے ہاتھ لگیں ، گوتم بودھی ستوا

کئی ایک نہایت خوبصورت قندھاری طرز کی تصویر
 ہی جو قریباً بالکل صحیح و سالم ہی (ملاحظہ ہو -
 Plate XXIV) ، بدھ کی چند مٹی کی مورتیں ہیں
 جو طاقچون مین سے گرگٹی تھیں ، اور ہریشچندر نامی
 ایک شخص کی ایک بہت بڑی مہر ہی جو
 عہد گپتا سے تعلق رکھتی ہی اور سنگ صابون کی
 بنی ہوئی ہی -

جولیان

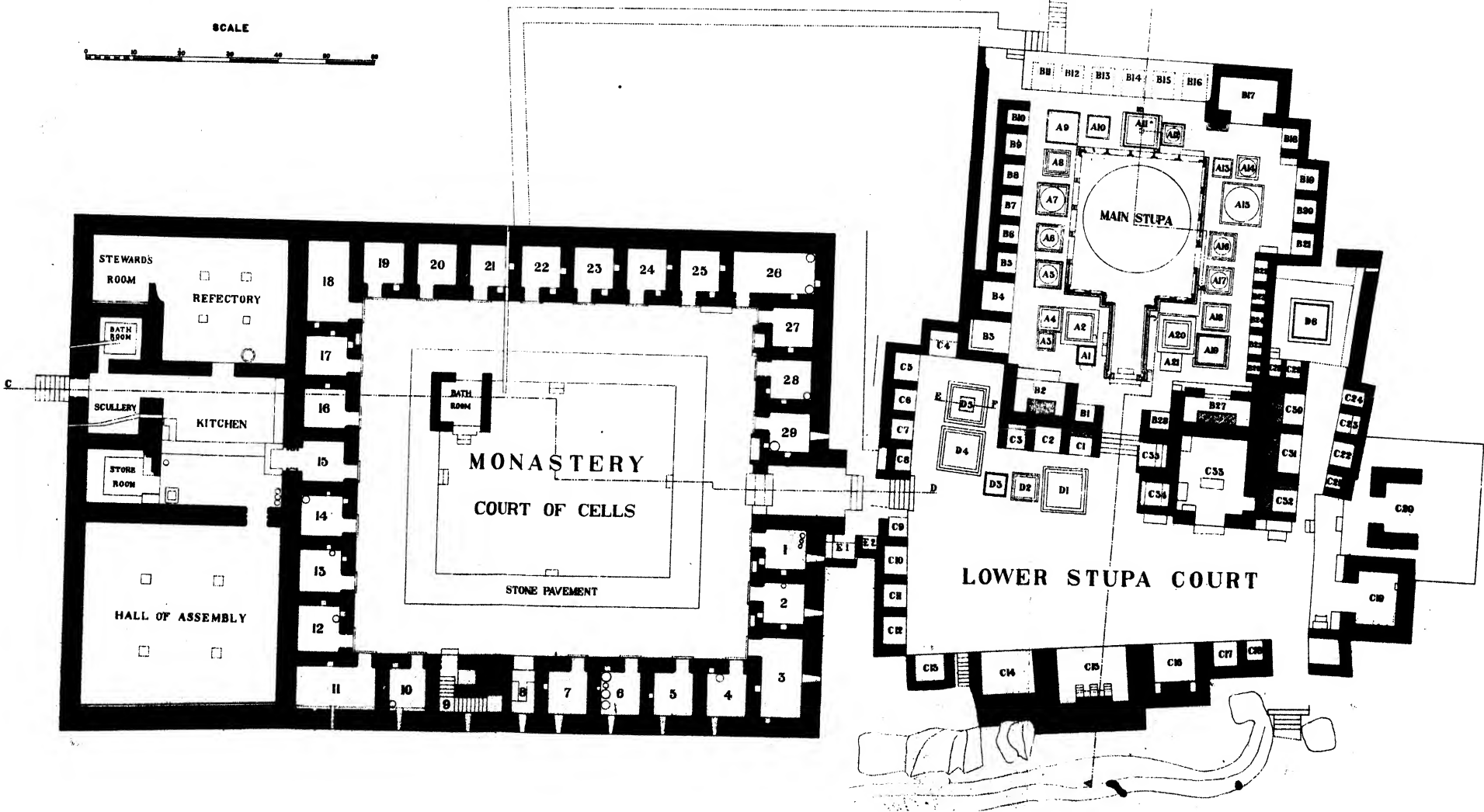
بودھ عمارات کے آثار کا دوسرا سلسلہ جس
 پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہی رہ تین سو فٹ
 کے قریب بلند ہی - یہ پہاڑی موہڑہ مرادو سے جانب
 شمال مشرق ایک میل سے کچھ کم اور موضع
 جولیان سے قریباً نصف میل کے فاصلے پر ہی -
 موہڑہ مرادو سے چل کر اس پہاڑی پر پہنچنے کے لئے
 دو رستے ہیں - یا تو سیاح پاپیادہ اوس تنگ
 پگندندی سے جائے جو خانقاہ موہڑہ مرادو سے مشرق کی
 طرف جاتی ہی - یا جس رستے سے آیا تھا اوسی پر
 واپس آکر بذریعہ گاڑی پختہ سڑک سے جائے - بصورت
 اول پیدل سفر نہایت خوشگوار ثابت ہوگا اور
 قریباً پچیس منٹ مین منزل مقصود پر پہنچادیکا -
 دوسرا رستہ ذرا لمبا اور چکر دار ہی -

جولیان کی عمارات ، موہڑہ مراد کی عمارات کی نسبت بہت زیادہ منقش اور بہتر حالت میں ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے بہت سی عمارات کی تعمیر اور بعض کی ترمیم اور ان کے نقش و نگار کی تجدید بمشکل ختم ہی ہوئی تھی کہ ان پر وہ آفت فاکھانی آپڑی جس نے ان کا تختہ ہی الٹ دیا ۔ لیکن برخلاف اس کے ، آثار جولیان کے نقش و نگار اپنی صنعت کے لحاظ سے عمارات موہڑہ مراد کے نقش و نگار سے نسبتاً بہت کم درجے کے ہیں کیونکہ نہ تو ان تصاویر کے طریق ساخت میں وسعت پائی جاتی ہے اور نہ تصویریں ریسی زندہ ، متحرک اور جاندار ہی معلوم ہوتی ہیں ۔ نہ انکی ترتیب میں ریسی لطافت ہے اور نہ اظہار تناسب میں وہ نفاست ۔ یہ عمارات تیسری صدی کے آغاز اور اہل کشان کے عہد حکومت میں تعمیر ہوئیں اور دہائی صدی بعد ہی تباہ اور برباد ہو گئیں (۱) ۔ سرکپ اور بھڑ کے قدیم شہر تو عہد کشان سے پہلے ہی

(۱) ان عمارات کی چٹائی میں طرز تعمیر کے دو نمونے صاف نظر آتے ہیں ۔ ایک ڈاڈر کلان جو اصلی چٹائی میں استعمال ہوا ہے ۔ دوسرا نیم ایشلر جو بعد کی مرمتوں اور اضافوں میں استعمال کیا گیا ہے ۔

قطعاً چہرے جاچکے تھے اور اس زمانے میں ٹیکسلہ کا دارالحکومت سرسکھ تھا - پس یہ اغلب معلوم ہوتا ہی کہ جولیان ، موہترہ مرادر اور بادلیور کے گرد و نواح میں جو خانقاہیں اور ستوپے واقع ہیں انمیں سے اکثر دارالحکومت کے سرسکھ میں تبدیل ہونے کے بعد تعمیر ہوئے تھے اور دھرمراجیکا ستوپہ اور بدھہ مذہب کی دیگر بستیان جو مغرب کی طرف واقع ہیں ، شہر سرکپ کی ہم عصر ہیں - لیکن راقعات خواہ کچھ بھی ہوں اسمیں کلام نہیں کہ جولیان اور موہترہ مرادر کے برآمد شدہ کھنڈرات ، شہر سرسکھ کے کھنڈرات کے ہم عصر ہیں اور یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ اس قسم کا مقام اراکین بودھہ شنکھا کے لئے بے حد دلغریبیوں اور دلچسپیوں کا موجب ہوتا ہوگا - وہ لوگ اس مقام کے بلند اور باموقع محل رقوم ، اس کے نظارے کی ہمہ گیر وسعت ، اس کی خاموشانہ عزت ، اور اس کی تھنڈی اور صاف ہوا کے گوناگون فوائد سے لطف اٹھانے کے بے حد آرزومند ہونگے - لیکن باوجود ان تمام دلایزیوں کے وہ اس بات کے بھی اترنے ہی خواہشمند ہونگے کہ شہر کے لوگوں سے بھی جن کی روزانہ خیرات پر ان کی گذران کا دارمدار تھا ،

EXCAVATIONS AT JAULIAN

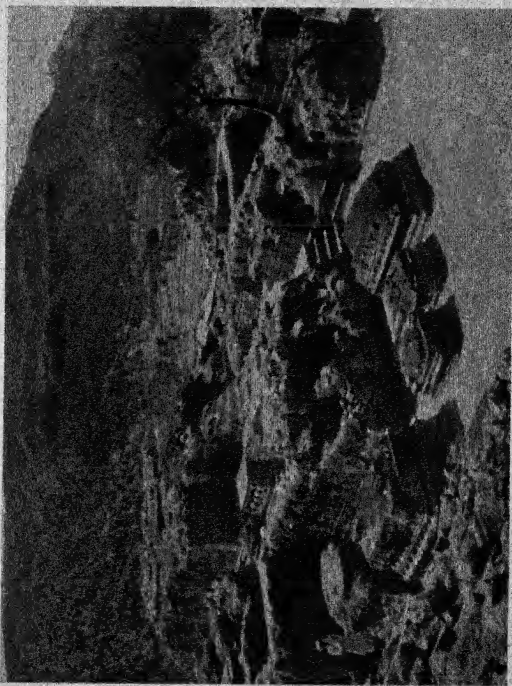


سلسلہ تعلقات منقطع نہ ہونے پائے - اس مقام کے متعلق ایک قباحت تو ضرور ہوگی اور وہ پانی بہم پہنچانے کی دقت تھی - لیکن یہ ایسی مشکل ہی کہ اہل بردہ یا جینیوں نے کبھی اس کی پروا نہیں کی اور اپنی عبادتگاہوں کو ہمیشہ دور دراز بلکہ بعض اوقات ایسے ایسے مقامات میں جاکر آباد کیا کہ ان تک رسائی بھی قریب قریب ناممکن معلوم ہوتی ہی - اس میں شک نہیں کہ اپنی ضروریات کے لئے انہیں پانی کی بہت کم مقدار درکار ہوتی ہوگی اور اس کے لئے بھی ممکن ہی کہ وہ اپنے ان معتقدین کی امداد پر بھروسہ کرتے ہوں جو زیارت کی غرض سے اکثر پہاڑ پر آیا کرتے - خانقاہ میں نوعمر چیلے بھی ہوا کرتے اور غالباً غلام بھی ہونگے جنکے فرائض منصبی میں پانی بہم پہنچانا بھی شامل ہوگا - بہر حال ایام قدیم میں یہ مشکل اتنی بڑی نہ تھی جتنی کہ موجودہ زمانے میں ہی - ابھی ایک ہی نسل کا وقفہ گزرا ہی کہ اس پہاڑی کے جنوبی دامن میں چند قدیم کنوؤں کے کھنڈر موجود تھے اور اس امر میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ وہ اس خانقاہ کے ہم عصر تھے - ان کنوؤں کو زمینداروں نے بھر دیا ہی اور اب انپر کاشت ہوتی ہی -

عمارات جو لیان کی ترتیب نقشہ (Plate XXV) سے بخوبی راضع ہو جائیگی ۔ اس میں درمیانی پیمانے کی ایک خانقاہ ہی جس کے سامنے ستویں کے در صحن مختلف سطحوں پر واقع ہیں ۔ بالائی صحن جنوب کی طرف اور زبیرین صحن شمال کی جانب اور ایک اور چھوٹا سا صحن ان کے مغرب کی طرف ہی ۔ ان پیچ در پیچ عمارات میں داخل ہونے کے لئے تین دروازے رکھے گئے تھے ۔ ایک صحن زبیرین کے شمال مغربی کونے میں دوسرا بالائی صحن کے جنوب مشرقی گوشے میں اور تیسرا خانقاہ کے مشرقی پہلو میں ۔

پلے دروازے سے داخل ہو کر ہم ایک وسیع اور کشادہ چوک میں پہنچتے ہیں جس کے پہلوؤں پر چند چھوٹے چھوٹے کمرے جن میں پرستش کے لئے بت رکھے جاتے تھے اور پانچ درمیانی جسامت کے ستوپے ہیں ۔ ان ستویں پر حفاظت کی غرض سے اب چھتیں ڈال دی گئی ہیں لیکن اصل میں انہیں چھتیں نہ تھیں (Plate XXVI) ۔ تمام ستویں کے گنبد اور ڈھولنے ضائع ہو چکے ہیں لیکن انکی مربع کرسیوں پر اس وقت بھی چاروں طرف چرنے کی خوبصورت اور قابل دید تصویروں کی قطاریں موجود

ستویں والے چوک



J AULIAN: GENERAL VIEW OF STUPA COURTS.

ہیں - مثلاً بدھہ اور بودھی ستوا کی ارن تصویرن کو دیکھئے جو طاقچونمین بنی ہوئی ہیں اور جن کے پہلوؤں میں خدام کھڑے ہیں - نیز ہانہی 'شیر' اور اٹلانٹیز (Atlantes) کی تصویرن کے بھی عجیب و غریب انداز ملاحظہ ہوں جو بالائی درجہ کو اٹھائے ہوئے ہیں - علاوہ ازیں ستوپہ (D^6) پر کھروشٹی زبان کی عبارت بھی قابل التفات ہی جس میں تصویرن کے عنوان اور ارن کے بنوانیوالرن کے نام مندرجہ ہیں - کھروشٹی زبان کے کتبہ 'خواہ وہ کسی قسم کے ہوں' ہندوستان میں بہت کمیاب ہیں اور یہ پہلا موقعہ ہی کہ اس قسم کے کتبہ چونے کی تصویرن پر کھدے ہوئے پائے گئے ہیں - اس صحن زبرین کی تمام عمارات چوتھی یا پانچویں صدی عیسوی میں 'بڑے ستوپے کی مرمت اور ارس کے نقش و نگار کی ازسرنو تجدید کے وقت' تعمیر ہوئی تھیں اور ارن کی چٹائی بھی بعد کے زمانے کے نیم ایشلر نمونے کی ہی -

یہ ستوپہ بالائی صحن میں استادہ ہی - اس کی اصلی تعمیر تو غالباً عہد کشان میں عمل میں آئی تھی لیکن موجودہ عمارت اور چونے کی زیبائشی تصویرن ۱۰ صدی بعد کے زمانے سے تعلق رکھتی

ہین - اس کے شمالی درکار پر بڑھ ہوئے زینے سے ذرا بائیں جانب مہاتما بدھ کی ایک تصویر بحالت نشست ہی - جس کی ناف کے مقام پر ایک گول سوراخ اور نیچے کرسی پر کھروشتی رسم الخط میں ایک نذری کتبہ کندہ ہی جسمین لکھا ہی کہ یہ تصویر ایک شخص بدھ مترا نامی نے بنوائی تھی ، ” جسکو دھرم (کے کامون) سے مسرت حاصل ہوتی تھی “ - ناف کے سوراخ کا یہ مقصد تھا کہ جب کوئی شخص کسی جسمانی مرض سے شفا حاصل کرنے کی غرض سے یہاں آکر دعا مانگتا تو وہ اپنی انگلی اس سوراخ میں رکھ لیا کرتا - یوں تو بڑے ستوپے کے گرد بہت سے چھوٹے ستوپے قطار در قطار واقع ہین اور اونپر نقش و نگار بھی افراط سے ہین مگر ستوپہ (A^{11}) جو جلوئی پہلو پر بنا ہی خاص دلچسپی رکھتا ہی - اس کی کرسی نے مشرقی پہلو پر بودھی ستوا کی ایک تصویر نہایت اچھی حالت میں موجود ہی - ستوپے کا ” تبرکات کا خازنہ “ خلاف معمول بہت گہرا اور تنگ تھا اور اس کے اندر ایک چھوٹا سا مگر نہایت عجیب و غریب ستوپہ ملا (Plate XIII, b) - یہ ستوپہ ۳ فٹ ۸ انچ بلند اور سطحی چوڑی کا بنا ہوا ہی جسیپر نیلا اور ارغوانی

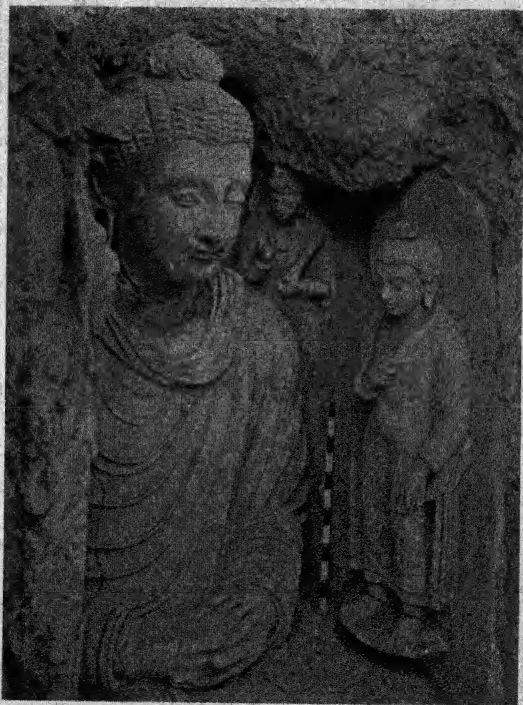
رنگ چڑھایا گیا ہی - اور اس کے گنبد کے گرد یاقوت ، عقیق ، لاجورد ، فیروزہ ، لعل ، یشب ، نیلم ، اور بلور کے مختلف شکل کے نگینے جڑے ہوئے ہیں - اس عجیب و غریب یادگار کی صنعت بے شبہ بھدی اور نا تراشیدہ ہی - لیکن اس کی بنارت اور اس کے نگینوں کے روشن اور فوق البہرک رنگوں میں ایک انوکھی دلآویزی پائی جاتی ہی - اس کے بیچوں بیچ ایک خلا ہی جسے اندر ایک تانبہ کی ڈبیا میں ، جسپر سونے کا ملمع تھا ، تبرکات رکھے ہوئے تھے -

ستوپہ (A¹¹) کے عقب میں ستوپہ کلان کی جنوبی دیوار پر بدھہ کی چند دیو ہیکل مورتیں بنی ہیں - یہ مورتیں نسبتاً بعد کے زمانے کی (یعنی قریباً پانچویں صدی عیسوی کی) ہیں - ان کے جسم بہت بھاری اور بنارت میں بدھے ہیں لیکن سرور پر ، جونہایت عمدہ چرنے کے بنے ہوئے ہیں ، پلستر اور رزغن بھی ہی - اور ان کی ساخت میں جہاں صنعت کا خیال رکھا گیا ہی وہاں محسوسات کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا - یہ سر فرش پر پڑے ہوئے ملے تھے اور اب مقامی عجائب خانے ، میں رکھے دئے گئے ہیں - اسی صحن میں ایک اور چھوٹا ستوپہ

بھی توجہ کے قابل ہی جو بڑے سترے کے مغربی پہلو پر واقع اور نقشے میں (A^{16}) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس پر بھی کھروشتی طرز تحریر میں چند نذری کتبہ کندہ ہیں۔ مثلاً مشرق کی جانب ذیل کی عبارت ہے :-

سنگھا مدرسه بدھ دیواسہ بهچوسہ دانہ مکر
جس کا ترجمہ ہے ” مقدس برادری کے درست
بدھ دیو نامی بہکشر کی طرف سے عاجزانہ نذر “۔

اب ہم پھر صحن زیرین کی طرف لوٹ کر اوس خانقاہ میں جائینگے جو مشرقی پہلو پر واقع ہے۔ خانقاہ کے دروازے کے باہر قریب ہی بالین جانب ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جس میں چرنے کی تصویروں کا ایک نہایت خوبصورت مجموعہ بنا ہوا ہے۔ یہ تصاویر ایسی عمدہ حالت میں ہیں کہ آج تک ہندوستان میں چرنے کی تصویریں ایسی محفوظ حالت میں برآمد نہیں ہوئیں (Plate XXVII)۔ اس مجموعے کے وسط میں بدھ بحالت استغراق (یعنی دھیان مدرا میں) بیٹھا ہے، اوسکی دائیں اور بائیں جانب ایک ایک بدھ اور انکے پیچھے دو خادم کھڑے ہیں، بائیں طرف کے خادم کے ہاتھ



JAULIAN: RELIEF IN NICHE.

میں چوری ہی ، اور دوسرا خادم جس کے بائیں ہاتھ میں عصا ہی رجرا پائی معلوم ہوتا ہی - درمیانی تصویر پر سرخ اور سیاہ روغن اور طلائی ورق کے بہت سے نشانات اب تک باقی ہیں اور کسی زمانے میں یقیناً ان سب تصویروں پر سونے کے ورق چڑھے ہوئے تھے - اس طاقچے کی بائیں جانب تصاویر کا ایک اور مجموعہ ہی - جو سرد اتفاق سے بہت خراب و خستہ ہو گیا ہی لیکن پھلرون اور پھلرون کی ٹوکری ، جو ایک خادم کے ہاتھ میں ہی اور نیز خادم کا لباس دیکھنے کے قابل ہیں -

جولیایں کی خانقاہ اگرچہ کسی قدر چھوٹی ہی لیکن سطحی اور ارفاعی نقشوں کے لحاظ سے خانقاہ موہڑہ مرادر کے ساتھ بہت ملتی جلتی ہی (دیکھو صفحات ۱۹۸ تا ۲۰۶) - اس میں بھی وسط میں اُرسی قسم کا کھلا صحن اور صحن کے چاروں طرف حجرروں کی قطاریں تھیں ، وسط صحن میں اُسی نمونے کا نشیب اور ارس کے ایک گوشہ میں غسل خانہ بنا ہوا تھا ، ریسا ہی مجلس خانہ تھا ، اور باروچی خانہ ، نعمت خانہ ، انبار خانہ اور دیگر کمرے بھی بالکل اُرسی قسم کے تھے اور حجرروں والے صحن کے مشرقی پہلو میں واقع تھے - خانقاہ کے ان مختلف

حصن کی ترتیب پلیٹ ۲۵ (Plate XXV) کے نقشے سے اچھی طرح واضح ہوتی ہے۔ یہاں بھی ہمیں حجرن کے سامنے اسی قسم کے طاق اور تصویریں اور حجرن کے اندر دیسے ہی طاقچے اور کھڑیاں نظر آتی ہیں یہاں تک کہ وہ زینہ بھی جو بالائی منزل کو جاتا ہے بالکل اسی نمونے کا ہے۔ لیکن جو معلومات ہمیں خانقاہ موہڑہ مراد سے حاصل ہوئے ہیں انہیں خانقاہ جولیان کی بدولت کئی لحاظ سے قیمتی اضافہ ہوتا ہے۔ مثلاً بعض حجرن کے دروازے جو اب تک بدستور قائم ہیں توقع سے زیادہ نیچے ہیں۔ علاوہ ازیں صحن کے شمالی پہلو پر جو حجرہ زینے کے عین بائیں جانب واقع ہے اور جس میں سے پختہ مٹی کی چند مورتوں کے شکستہ، مگر روغن اور سنہرے رنگ سے آراستہ، حصے برآمد ہوئے ہیں مندر کا کام دیتا تھا۔ اس حجرہ کے دروازے پر کئی قسم کی پھول پتیوں کے بھدے مرقعے

(۱) دروازے کا قرب و جوار زینے کے لئے زیادہ موزوں تھا اس لئے کہ یہاں سے بالائی منزل میں رہنے والے بھکشو براہ راست اپنے حجرن میں جاسکتے تھے۔ مندر کے نزدیک زینہ رکھنے سے غالباً یہ مقصد تھا کہ بھکشو لوگ اپنے حجرن میں جانیسے قبل مندر میں عبادت کر لیا کریں۔

(۲) مہرتی دیوار کے ساتھ جو مورتیں بنی ہیں انہیں سے ایک تصویر، جس کے بائیں ہاتھ میں مراہی ہے، میٹریا کی معلوم ہوتی ہے۔

بنے ہیں۔ اندرونی تصویروں کی طرح یہ مرقعے بھی
 پختہ مٹی کے بنائے گئے ہیں لیکن دونوں حالتوں
 میں یہ مٹی کسی خاص اہتمام سے نہیں پکائی گئی
 بلکہ اس عام آتش زدگی کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے
 جس میں یہ تمام خانقاہ پانچویں صدی عیسوی کے
 دوران میں مبتلا ہوئی۔ مگر آثار جولیان کی تحقیق
 و تفتیش کے اثناء میں جو نیا مصالحہ ہاتھ لگا ہے
 اس میں تصویروں کے رہے بے نظیر مجموعے سب سے زیادہ
 اہمیت رکھتے ہیں جو بعض حجرروں کے سامنے بڑے بڑے
 طاقوں میں بنے ہوئے ہیں۔ انہیں سے اکثر تصویریں
 مٹی کی ہیں اور اونپر چوڑے اور نفیس پلستر کی
 ایک ایک تہ چڑھا کر اوپر سنہری رنگ کر دیا ہے۔
 ازاجملہ چند مجموعوں کی تشریح سطور ذیل میں
 کیجاتی ہے:—

حجرہ نمبر ۱ کے سامنے کا طاق

بدھہ کی صورت بحالت تلقین: — بدھہ ایک شخص
 پر بیٹھا ہے جو انسانی شکل کے ستونوں (۱)
 (Atlantes) پر قائم ہے۔ اس کے دونوں طرف دو دو

(۱) Atlantes - انسانی تصویریں جن سے ستونوں یا نیم ستونوں
 کا کام لیا جائے یعنی بظاہر ان کے اوپر بالائی حصص عمارت قائم
 ہوں -

خادم ہین جن میں سے سامنے کے درفون خادمون کی تصویریں بہت ضرر رسیدہ ہیں - پچھلے خادمون میں بائیں جانب تو ایک عورت کی تصویر ہی جس کے سر کے بال زیور اور ہارون سے آراستہ ہیں - اور دائیں طرف غالباً ایک مرد ہی جس کے بال سادہ دُرے سے بندھے ہوئے ہیں جو صرف ایک گول زیور سے مزین ہی - وسطی یعنی بدھہ کی تصویر کا ڈھیلا ڈھالا لباس قابل ملاحظہ ہی -

حجرہ نمبر ۲ کے سامنے

بدھہ بحالت استغراق (دھیان مدرا میں) تخت پر بیٹھا ہی - اس کی دائیں جانب چار مورتیں ہیں جن میں سے سامنے والی تصویر، جو نسبتاً بڑے قد کی ہی، ممکن ہی کہ اس مجموعے کے ہدفانے والے کی ہو - اس کے پاس ہی ایک اور چھوٹی تصویر ہی جو اس کی بیوی کی معلوم ہوتی ہی - انکے پیچھے ایک ملبوس تصویر استادہ ہی جس کا صرف نیچے کا حصہ باقی رہ گیا ہی اسی کے اوپر بدھہ کی ایک چھوٹی سی ضرر رسیدہ تصویر بحالت نشست ہی - بدھہ کی بائیں طرف سامنے ایک بھکشو کی تصویر ہی - اس کے پیچھے ایک اور بھکشو کھڑا دعا



*JAULIAN MONASTERY: FIGURE OF FOREIGNER FROM
CLAY GROUP IN FRONT OF CELL 29.*

مانگ رہا ہی - ارپر کو غالباً اَندر دیوتا دائیں ہاتھ میں چوری لئے ، جواہرنکار پگڑی باندھے اور جوشن وغیرہ زیب تن کئے کھڑا ہی - مُعطي کی تصویر پر سنہرے رنگ کے نشانات پائے جاتے ہیں - ان تصویروں کو دیمک نے بہت نقصان پہنچایا ہی -

حجرہ نمبر ۱۷ کے سامنے

وسط میں بدھہ بحالت تلقین بیٹھا ہی - سامنے در استادہ تصویروں کے حصص زیریں نظر آتے ہیں جن میں دائیں طرف مرد اور بائیں جانب ایک عورت تھی - ان کے پیچھے اور چھوٹی چھوٹی تصویروں کے بقیات ہیں -

حجرہ نمبر ۲۹ کے سامنے

وسط میں بدھہ غالباً بحالت اظہار آمان (ابع مدرا میں) کھڑا ہی - اس کے دائیں بائیں بارہ تصویریں تھیں جن میں سے چند ضائع ہو چکی ہیں - باقی ماندہ میں ایک درمیانے قد کے آدمی کی تصویر ، جو بدھہ کی دائیں جانب کھڑا ہی ، سب سے زیادہ دلچسپ ہی - اس نے کھنڈوں تک کا لمبا کرتہ اور بٹن دار پاجامہ پہن رکھا ہی ، سر پر کلاہ ہی اور ایک منقش پیٹی زیب کمر ہی - اس تصویر کے لباس ، اس کی

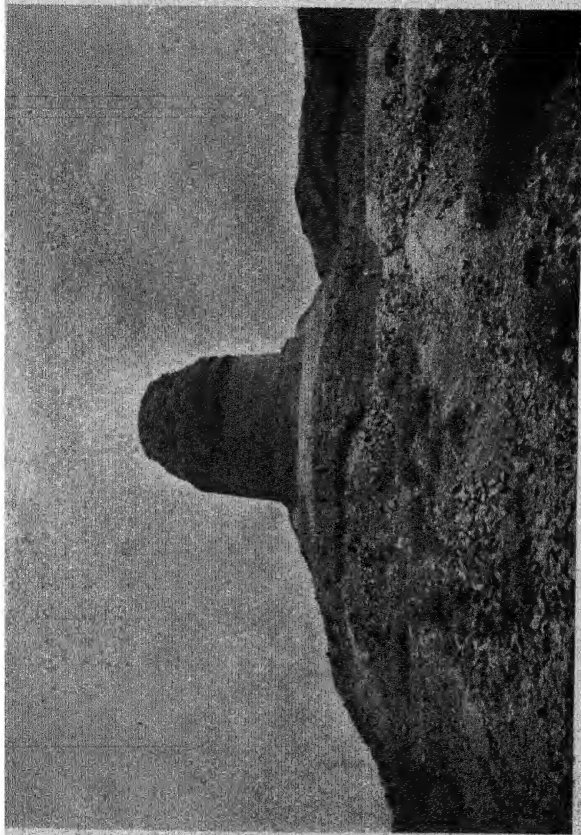
دازھی، اور اسکے چہرے کے خاص نقش و نگار سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی غیر ملک کا آدمی ہے۔ (Plate XXVIII) - اس کے اور بدھ کے درمیان ایک چھوٹی سی تصویر ہے جس نے جبہ اور زیورات پہن رکھے ہیں اور بدھ کی بائیں جانب غالباً ایک بکھر چادر (سنگھاتی) پہنے کھڑا ہے۔ باقی تصاویر بہت شکستہ حالت میں ہیں۔

یہ مجموعہ اور نیز جولیان کی دیگر تصاویر، بعد کے زمانے کی قندھاری صنعت کی تاریخ پر قابل قدر روشنی ڈالنے کے علاوہ اپنی اصطلاحی خوبوں کے لحاظ سے بھی خاص دلچسپی رکھتی ہیں۔ اسمین کلام نہیں کہ تصویر سازی کے لئے مٹی بہترین مصالحہ مانا گیا ہے۔ یہ مصالحہ چونے سے بدرجہا بہتر اور کم خرچ ہے اور اگر اس کو رنگ کرنے کے بعد چھت کے نیچے حفاظت سے رکھ دیا جائے تو دیر پا بھی ہے۔ لیکن بارش کا اس پر پڑنا غضب ہے، اس لئے کہ بھیگتے ہی اس کے اجزا الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم خانقاہوں اور ستوپوں کی زیب و زینت میں غیر محفوظ مقامات میں تو چونا استعمال کیا جاتا تھا اور محفوظ مقامات میں مٹی۔ لیکن بارجونیکہ مٹی کا استعمال

اوسي افراط سے هوتا هوگا جيسا كه چرنے كا ، ارر پتھر ے مقابله ميں تو مٽي بهت هي زياده مستعمل هوگي تاھم شمال مغربي هندوستان ميں اب تك ايڪ بهي مٽي كي مرورت برآمد نهين هوئي - ارر اكر جوليان كي عمارات اوس تباہ كن آتش زدگي سے محفوظ رھتئين جس نے معمولي خام مٽي كي تصويرن كو پختہ مٽي ميں تبديل كر ديا تو انميں سے ايڪ تصوير بهي هم تك نه پھنچتي - يهي واقعہ اس امر كي بهي توضيح كرتا هي - كه كيون صحن سترہ ے مندرن كي (مٽي كي) مررتين تو باكل ضائع هوگئين ارر وہ مررتين جو اندرون يا حوالے خانقاہ ميں واقع تھين ، محفوظ رھين - وجہ يہ هي كه مندر تريك منزلہ تے ارر اس لئے ان كي چھوٽي سي چھت ميں جلنے ے لئے لکڑي بهي نسبتہً بہت كم تهي - ليكن برخلاف اس ے خانقاہ چونکہ در منزلہ تهي ازر اوس ميں بڑے بڑے برآمدے بهي بنے ہوئے تے اس لئے لکڑي بافراط استعمال كي گئي تهي - نتيجہ يہ هوا كه آتش زدگي ے وقت يڪ منزلہ مندرن ميں آگ كي تپش اوس درجے تلڪ نہ پھنچ سكي كه خام مٽي كي تصويرن كو پختہ كر ديتي ۔

باقی رہا یہ امر کہ مذکورہ بالا آگ پانچویں صدی عیسوی سے قبل نہیں لگی، اس کا ثبوت ان چند چھوٹی چھوٹی قدیم چیزوں سے ملتا ہے جو حجرن کے اندر سے دستیاب ہوئی ہیں۔ ان میں ایک تر یاقوت کی جلی ہوئی مہر ہے جس پر عہد گپتا کی براہمی رسم خط میں الفاظ سری کلیشورا داسی کہے ہوئے ہیں اور دوسری اسی عہد کی ایک دستاریز ہے جو صندوق کی چھال (بھوج پتر) پر اسی خط میں لکھی ہوئی ہے۔ یہ دستاریز اپنی قسم کی پہلی تحریر ہے یعنی ہندوستان کے قدیم مقامات کی کھدائی سے اس قسم کی تحریر پہلے کبھی دستیاب نہیں ہوئی بد قسمتی سے آگ نے اس تحریر کو بہت بڑی طرح نقصان پہنچایا ہے لیکن جو حصہ بھی اس کے باقی ہے وہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بدھ مذہب کی کسی منظوم سنسکرت کتاب کی عبارت لکھی ہوئی تھی (۱)۔ دلچسپی کی دیگر قدیم اشیاء میں، جو خانقاہ سے دستیاب ہوئیں، دو سو ۲۰۰ سے کچھ اوپر کشانی ساسانی نمونے کے کھوکھے ہیں جو چوتھی

(۱) یہ دستاریز حجرہ نمبر ۲۹ سے ملی تھی۔



VIEW OF BHALLAR STUPA.

اور پانچویں صدی عیسوی سے تعلق رکھتے ہیں - علاوہ برین بہت سی آہنی میخیں ، قبضے ، اور دیگر اوزار ، تانبے کے زیور ، پختہ مٹی کی مورتیں ، اور مٹی کے بے شمار برتن بھی ملے ہیں - مٹی کے برتنوں میں برے برے غلہ رکھنے کے مٹکے بھی شامل ہیں جن میں سے چند اس وقت بھی بعض حجرن میں موجود ہیں -

بھلڑ ستوپہ

بدھ مذہب کی یادگاروں کا ایک اور اہم مجموعہ بھلڑ ستوپے کے قریب کھودا جا رہا ہے جس کا ذکر قبل ازیں صفحہ ۱۱۶ پر آچکا ہے - یہ مجموعہ کوہ سرزا کی آخری شاخ پر سرائے کالا جڑلیان ریلوے کی لائن کے قریب سرائے کالا سے پانچ میل اور دریائے ہرو سے نصف میل کے فاصلے پر نہایت با موقع اور دلکش مقام پر واقع ہے (Plate XXIX)۔ سرزا وہ پہاڑی ہے جو وادی ہرو کو شمال کی طرف سے گھیرے ہوئے ہے - ستوپے تک پہنچنے کے لئے ٹرالی یعنی ریلوے کی ٹھیلہ گاڑی نہایت ہی مناسب ذریعہ سفر ہے اور بعض اوقات سرائے کالا ریلوے اسٹیشن سے مل سکتی ہے - سرائے کالا سے بھلڑ تک رستہ دھلوان ہے اور قریباً چالیس منٹ

میں طے ہوتا ہی - راپسی سفر میں ایک گھنٹے سے زیادہ لگ جاتا ہی -

ہوان چوانگ نے لکھا ہی کہ بھلو ستوپے کو اول اول شہنشاہ آشوک نے تعمیر کرایا تھا اور اس کی تعمیر سے اس مقام کو بطور یادگار محفوظ کرنا مقصود تھا جہاں کسی سابقہ جنم (۱) میں مہاتما بدھ نے اپنا سر قربان کر دیا تھا - لیکن اگر آشوک نے کبھی اس مقام پر کوئی یادگار قائم کی بھی تھی - تو اب اس کا کوئی نشان نظر نہیں آتا کیونکہ موجودہ ستوپے کی تعمیر تیسری یا چوتھی صدی عیسوی سے پہلے کی نہیں - ستوپہ کمال کی مانند یہ ستوپہ بھی ایک بلند اور مستطیل کرسی پر تعمیر کیا گیا تھا جس کی مشرقی جانب ایک فراخ زینہ تھا ، بالائی عمارت میں حسب معمول دھولنا اور گنبد اور گنبد پر ایک یا زیادہ

(۱) اس خاص جنم میں بودھی ستوا بشکل راجہ چندر پربھا پیدا ہوا تھا - اور جس ٹیکسلہ پر وہ حکمران تھا وہ اس زمانے میں بہدرشلا کہلاتا تھا - ممکن ہی کہ اس مقام پر جہاں اس وقت بھلو ستوپہ بنا ہی - کسی زمانے میں کسی قومی ہیرو چندر پربھا نامی کا کوئی ستوپہ موجود ہو جس کی عبادت بعد میں بدھ مذہب میں شامل کر لی گئی ہو -

چھتریاں تھیں ، دھولنا ستوپے کے قطر کے تناسب سے بہت زیادہ بلند اور چھہ یا سات درجوں میں منقسم تھا ۔ یہ درجہ جون جون اوپر چڑھتے جسامت میں کم ہوتے جاتے تھے اور انپر کارفتھی نمونے کے بھدے ستون ، افریز ، اور دندائے دار کارنس بنے ہوئے تھے ۔ اسوقت ستوپے کا شمالی نصف بالکل گرچکا ہی اور تبرکات کا خانہ جو دھولنے کے اوپر بنا تھا صاف نظر آنا ہی ۔ ستوپے کے سامنے ایک کشادہ صحن ہی جس کے گرد بہت سے کمرے اور دیگر عمارتیں اب نمودار ہو رہی ہیں اور صحن کے مشرق میں ایک وسیع خانقاہ کی مستحکم دیواریں کچھ کچھ نظر آنے لگی ہیں ۔ لیکن جب تک کھدائی کے کام میں کسی قدر اور ترقی نہ ہوئے اس وقت تک ان کا ذکر کرنا قبل از وقت ہوگا ۔ ہوان چوانگ کا بیان ہی کہ فرقہ سوترانتک کے بانی کمار لبدھہ نے اسی خانقاہ میں بیٹھ کر اپنے رسالے اور کتابیں تصنیف کی تھیں ۔ نیز وہ یہ بھی کہتا ہی کہ تھوڑے ہی دن ہوئے اس ستوپے کے صحن میں ایک معجزہ رونما ہوا تھا جس کی تفصیل یہ ہی کہ ایک عورت جو جذام کے مرض میں مبتلا تھی ، اس ستوپے پر دعا مانگنے آئی اور یہ دیکھ کر کہ تمام صحن میلا اور خس و

خاشاک سے بہرا ہوا ہی ارس کو صاف کرے اور عمارت کے گرد پھول بکھیرنے لگی۔ اس خدمت کی برکت سے ارس کا جذام جاتا رہا اور وہ پھر رسیسی ہی حسین ہو گئی جیسی بیمار ہونے سے پہلے تھی۔

بہڑ کا میدان مرتفع

ٹیکسلہ کی قدیم یادگاروں کے اس تذکرے کو ختم کرنے سے قبل ان چند اشیاء کا ذکر کرنا باقی رہ گیا ہے جو شہر بہڑ کی کھدائی سے دستیاب ہوئیں۔ یہ مقام ٹیکسلہ کے تینوں شہروں میں، جنکا ذکر اوپر آچکا ہے، سب سے پرانا ہے لیکن کھدائی کا جو کام اس شہر میں ہوا ہے وہ اب تک آزمائشی خندقوں اور گڑھوں تک محدود رہا ہے جو مختلف مقامات پر کھودے گئے اور جن میں سے بعض دوبارہ بہر دئے گئے ہیں۔ سرسٹ (سنہ ۱۹۲۰ء) صرف ایک مقام کی کھدائی دیکھی جاسکتی ہے (۱) اور وہ موضع بہڑ درگاہی کے شمال میں، بنگلہ محکمہ آرکیالاجی سے قریباً سات منٹ کی مسافت پر

(۱) اس کھدائی کو عنقریب شمال کی طرف وسیع کیا جائیگا۔ تا کہ عہد موریہ کی آبادی اور دیگر قدیم شہروں کے تہوڑے تہوڑے حصے برآمد کئے جائیں جن سے ان شہروں کے نقشے اور طرز تعمیر وغیرہ کا پتہ چل سکے۔

جانب جنوب واقع ہی - اس خندق میں ، اور
 نیز دیگر خندقوں کی کھدائی میں ، جو کھنڈرات
 آشکار ہوئے ہیں وہ گلیوں اور مکانوں کے حصہ ہیں
 جنکی چنائی بھدے ریل نمونے کی ہی - یہ
 عمارات اگرچہ بظاہر سرکپ کی عمارات سے
 ملتی جلتی ہیں لیکن ان سے بہت پہلے کی ہیں *
 چھوٹی چھوٹی قدیم اشیاء میں جو یہاں سے ہاتھ لگیں
 مٹی کے برتن ، ابتدائی صنعت کی مٹی کی
 بنی ہوئی چھوٹی چھوٹی مورقین ، اور سکے اور
 زیورات شامل ہیں - لیکن خاص طور پر قابل ذکر قدیم
 چمڑوں کا وہ قیمتی مجموعہ ہی جو بنگلہ آرکیولوجی کے
 صحن سے برآمد ہوا تھا - اس میں کھوٹی چاندی
 کے ۱۶۰ ”چاپ شدہ“ سکے ، ارڈایو ڈوٹس کے رقت کا
 ایک نہایت نفیس طلائی سکہ جو ایڈمیٹس آرکس ثانی
 رائے شام کے نام پر مضروب ہوا تھا ، نیز ایک طلائی
 چوڑی ، شیر کے ناخن کی شکل کا طلائی آریزہ ، تبرکات
 رکھنے کی سونے کی ڈبیا ، سونے اور چاندی کے
 چند زیور ، موتی ، نیلم ، یاقوت ، مونگے ، اور دیگر
 قیمتی پتھروں کے بہت سے دانے یا منکے شامل
 ہیں - طلائی آریزہ اور سونے کی ڈبیا صنعت

زرگرمی کے نہایت خوبصورت نمونے ہین ارر اورن کی سطح پر نہایت نازک اور نفیس میڈاکاری ہی اینٹی ارکس کے سکے سے ارر نیز مقامی چاپ شدہ سکون سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ زیورات تیسری صدی قبل مسیح کے دوسرے نصف حصے میں اس جگہ رکھے گئے تھے۔ ارر طلائی آریزہ ارر سونیکری دبیا چونکہ باقی زیورات کی نسبت زیادہ فرسودہ حالت میں ہین وہ غالباً کم ریش نصف صدی پیشتر کی ہونگی۔ جواہرات کے قریب ہی ایک ارر چیز ملی جو کسی سنار کی کٹھالی معلوم ہوتی ہی۔ اس کے پہلوؤں پر قدیم براہمی رسم الخط میں کچھ لکھا ہوا بھی تھا۔ ایک دوسرے کمرے کے اندر ایک تذک و تاریک کڈوان برآمد ہوا جس میں بہت سے خالی مٹکے ایک دوسرے کے اوپر اوندھے رکھے ہوئے تھے۔ یہ کڈوان اٹھارہ فٹ گہرائی تک کھودا گیا ارر اس میں سے پچاس مٹکے نکالے گئے۔ ان اشیاء میں سے اکثر سلطنتِ موریہ کے زمانے کی معلوم ہوتی ہین جب کہ شہر ٹیکسلہ بلاشبہ بہتر کے میدان مرتفع پر واقع تھا۔

چونکہ یہ کھنڈرات سطح زمین کے بالکل قریب تھے ارر انکے نیچے ابھی کم از کم در ارر مختلف زمانوں کی

عمارات کے آثار پائے جاتے ہیں جنکی دیواروں کی بنیادیں پندرہ سے بیس فٹ گہرائی تک چلی گئی ہیں اس لئے ہمیں کامل یقین ہی کہ وہ وقت دور نہیں جب کہ اس جگہ بہت ہی قدیم زمانے کے کھنڈرات رونما ہونے شروع ہونگے -

تمام شد

صنعتي و عمارتي اصطلاحات وغيره

| | |
|-----------------|----------------------------------|
| Monuments. | آثار - عمارات |
| Remains. | آثار - بقيات - كهنذرات |
| Relics. | آثار يا تبركات |
| Aramaic. | آرامي |
| Dado. | اجاره |
| Atlantes. | انساني صورت ڪي ستون |
| Achaemenians. | ايران ڪا اخميني خاندان - هخامنشي |
| Frieze. | افريز |
| Ionic. | آئيوني |
| Bactria. | باختر |
| Superstructure. | بالائي عمارت - بقاء فوقاني |
| Bastion. | برج |
| Bracket. | بريڪٽ - (گهروزي يا مورزي) |
| Parthian. | پارٿيائي - اهل پارٿيا |
| Terra-cotta. | پختہ مٽي |
| Capital. | پرڪالہ - تاج ستون |
| Survey map. | پيمائشي نقشہ |
| Relic-chamber. | تبركات ڪا خانہ |
| Scythian. | آريائي - سيٿي يا اهل سيٿيا |
| Identification. | تطبيق - تعيين - مطابقت |
| Pedestal. | ٿيڪ |
| Bell-shaped. | جرس نما |
| Persepolitan. | جمشيدى |
| Cameo. | جواهرات پر ابهروان تصاویر |
| Intaglio. | جواهرات پر گهڙئي هڙئي تصاویر |
| Punch-marked. | ”چاپ شدہ“ |
| Stucco. | چونا |
| Coping. | حاشيہ - منڌير - ڪوپنگ |

| | |
|----------------------|--|
| Moulding. | ساز |
| Excavation. | حفريات - كهدائي |
| Retaining wall. | ديوار پشته - محافظ ديوار |
| Dentil. | دندانے دار كنده كاري |
| Granulated. | دانے دار يا دندانے دار كام |
| Doric. | داروي |
| Drum. | دهولنا |
| Course (of masonry.) | رده |
| Shaft (of pillar.) | ساق ستون - دنداندا |
| Pillar. | ستون - كهمبه - لائنه |
| Pilaster. | ستون جسكا نصف حصه چدائي مين پوشيده هو - نيم ستون |
| Plan. | سطحي نقشه |
| Block (of houses.) | سلسله يا مجموعه مكانات |
| Steatite. | سنگ صابون |
| Oxus. | سيخون (دريا) |
| Style, School. | طرز - نمونه |
| Niche. | طاق - طاقچه |
| Double-headed Eagle. | عقاب ذوراسين |
| Shaft (of Pillar.) | عمود ستون |
| Antiquities. | عقائيق - قديم اشياء |
| { Mediaeval Period. | عهد وسط - قرون وسط |
| { Mediaeval age. | ازمنه وسط |
| Technique. | فن سنگتراشي مين تصوير كا اصطلاحي طريق تكميل - اصطلاحي امر - عملي دستكاري |
| B. C. | ق - م - (قبل مسيح) |
| Corinthian. | كارنتهي |

| | |
|----------------------|-------------------------------------|
| Cornice. | کارنس - چوچه |
| { Balustrade. | کنهره - جنگله |
| { Railing. | |
| Plinth. | کرسي (عمارت کي) |
| Pedestal. | کرسي (ستون وغيره کي) |
| { Ribbed or | کماره دار - خیاره دار |
| { Fluted. | |
| Column. | لاٹه - ستون - مينار |
| Vault. | لداؤ |
| Eurasian Greeks. | مخلوط يوناني - ايشيائي يوناني |
| Chapel. | مندر |
| Bezel. | مهر |
| Statue. | مجسمه - مرزقي - تصوير - بُت - مرورت |
| { Figure. | مرزقي - تصوير |
| { Image. | |
| Statue in the round. | مکمل مجسمه |
| Apsidal Temple. | محرابي مندر |
| Satrap. | مرزبان - صوبه دار |
| Relief. | مرقعہ - تصوير - مجموعه تصاویر |
| Bead. | منکا - دانه |
| Paste. | نقالي جواهرات بنانے کا مصالحہ |
| Hellenistic School. | يوناني طرز - يوناني صنعت |

